

صنایع و مکارم فضل خلائق و زمان
عزیزان و عینان و عینان و عینان

دو مرتبه رسد و در نظر آرائی حلاوت آید و بطرح ذوق و شوق

بسیار دیوان دوم موسوم به

نشان بیست و یکم

هم قافیه و هم بحر غزلیات حضرت شاعر

شیرینال عرفان و شاعران و شاعران و شاعران

مطبع میهنی و کشور و زیبا و زیبا
مطبع میهنی و کشور و زیبا و زیبا



بسم اللہ الرحمن الرحیم

و سیا جہ

تخرید و شکار پروردگار سے قلم قاصر البیان کیا کرتی و نہ بھی افسکے دفتر سے نہ لکھ سکے کہ مقطع اللسان ہے
 وہ خالق زمین و آسمان کی ہے رازق و جو شوق طیر و انسان کی ہے اوسکی بارگاہ کا وہ عالی شان دیوان ہے
 کہ جبکا ادنیٰ سا گوشہ لامکان ہے چرخ کو مثل چرخ پھرایا کوہ کوزمین پر پھرایا عشق بچان کی کیم غم میں غم فگار
 ترکس غم سے بچاؤ بیماں لالہ و داغ غم سے جلتا ہے گل سوسن سوز جگر رکھتا ہے گل خورشید آئینہ کا
 عروسان چمن کی رونما ہے انار کا در در دل سے جگر صد بار ہے جوش غم سے ہزار چشم گریان فوارہ ہے
 چشم گل کو اوسکے دید کی فکرانی ہے بیل کا آتش غم سے جگر بانی ہے خاک کو ہوا پریشانی ہے آج کو اوسکی
 جست جو میں دانی ہے لگے کچھ حال تحریر ہے مختصر تقریر ہے میں ضمیر ہر چند را دلدار اسی سنگ کا نونگوئی قصہ ہر
 ضلع میرٹھ میں رہتا ہوں اور تخلص اپنا بلفط ہر چند رکھتا ہوں بق سلسلہ ۱۸۶۳ء میں دیوان سوم
 بہارستان سخن کے اوپر شیر لیاٹ ناسخ آؤرتش اور آباد کی راج میں لکھنے میں آیا تھا تو نیچے بھی جو غزل لیاٹ نسخ
 ایک دیوان سوم چار چمن بنایا تھا مگر جو آتش و آباؤ غزل کی تھیں ان میں بالکل ہر ایک شعر میں عایا قافیہ ہو
 ناسخ کے نہیں کھی تھی بطور خود ہر اشعار کا جو قافیہ چاہا رکھا اور میں نے بھی لکھے ہی طریقہ پر وہ دیوان بنایا تھا
 نہ مقدار غزلیات نہ تعداد اشعار کی مطابق تھی اور نہ رعایت قافیہ جمالیہ اشعار کی مطابق اشعار ناسخ کے تھی
 مطابق سلسلہ ۱۸۶۹ء ہجری کے پھر از سر نو ترمیم و تبدیل اشعارات غزلیات کا کیا گیا بعد چارم مطلع جا

اور مقطع جات اور درمیان فی اشعارات غزلوں کے جدید بنائے گئے اور جن اشعارات کے قافیہ بموجب اشعار ناسخ صاحب کے تھے وہ بدستور قائم رکھے گئے اب جملہ غزلیات و نیز قناد اشعار غزلیات اس دیوان کی برعایت قوافی بموجب غزلیات ناسخ صاحب کے ہیں اور اب اس دیوان کا نام اس لیے ثانی ناسخ رکھا ہے کہ اس میں چنانچہ غزلیات ناسخ کا برعایت قافیہ ہر ایک شعر کے لکھا ہے ہر ایک صفحہ کے ایک جانب میں غزلیات ناسخ کے لکھے ہیں اور دوسری جانب اسکے محاذی مینے غزلیات اپنی درج کی ہیں تاکہ خواندگان کو بادی النظر میں ہر ایک شعر کا قافیہ اور مضمون ہر دو مصنفان کی معلوم ہو جاوے اور لطف سخن اور طرز گفتار جلد سمجھ میں آ جاوے اور زوہر طبیعت اور حسن لیاقت نبی معلوم ہوتا ہے کہ ایک قافیہ کے اشعار دو شاعر جب تصنیف کرتے ہیں اور جو قافیہ اشعارات کے بطور خود رکھے جاویں اور طریقہ کی غزل کہنی سہل ہوتی ہے اس امر کا لحاظ اہل سخن فرما دیں گے اور داد دہی میں حق انصاف سے درگزر نہ کریں گے اور نسے بہر حال امید لطف فروشی اور سہو و خطا کو چشمداشت چشم پوشی کی ہے سابق کے دیوان میں بابر غزل اور سبب ابیات تھی اب اس دیوان میں بعد تریم تبدیل حسب مطابقت غزلیات اور ابیات ناسخ صاحب کے ملاحظہ فرما لیں اور اس سبب ابیات اور چار بیت تواریخ کی جملہ اسمائے ہن اگرچہ کچھ جو اب نویسی کی طاقت اور لیاقت نہ تھی مگر لولہوشی قل نے مبارکت کی دیوان مجموعی موسومہ بہارستان سخن میں صرف چودہ ردیف کی غزلیات مندرج تھیں سو اس کے مطابق غزلیات لکھی گئیں جس حصے نے وہ مجموعہ غزلیات ناسخ کا انتخاب کیا تھا مناسب تھا کہ دیوان ثانی ناسخ صاحب سے ہر ردیف کی غزلیات مندرج کر دیتے اور حال میں اور زیادہ تر لطف ہو جاوے تا کلام ناسخ صاحب کا گوہر آبدار اور نیکے سامنے میرا سخن خرمصرہ بمقدار ہے تو پھر میرے دیوان کا کون خریدار ہو اور کیا گرمی مگر مینے بھی ہزاروں تیشہ فکر کوہ دل پر لگائے ہیں جب لعل خوش رنگ مضامین معانی کے ہاتھ لائے ہیں میراں بازار سخن دانی اکی قدر قیمت سمجھیں گے اور ذوق دل سے کس ہر دریا سخن کی خریداری کی



بسم اللہ الرحمن الرحیم

غزلیات ردیف الف نمبر ۱۷۸

غزلیات تصنیف ناسخ لکھنوی

۲۰ مر سید بے مشرق آفتاب داغ ہجران کا

طلوع صبح محشر چاک ہے میرے گریبان کا

ازل سے دشمنی طاؤس و مار آپس میں کھینچے ہیں

دل پر داغ کو کیونکر ہے انس اور زلف پہچان کا

کسی خورشید رو کے جذبِ دل نے آج کھینچا ہے

کہ نور صبح صادق ہے غبار اپنے بیابان کا

شگفتہ مثل گل ہر فصل گل میں داغ ہوئے ہیں

بنائے کیا ہمارا کالبہ خاک گلستان کا

شفیق سمجھا ہے اس کو ایک عالم دے بیدار کا

خاک کو گر گز لا جا گیا خاک شہیدان کا

سیہ خانہ مرار و روشن ہوا ویران ہوئے سے

کیا دیوار کے رخنوں نے یاں عالم چراغان کا

غزلیات تصنیف ہر چند دہنی

ہوا ہے تار تار اے دل لبا س صبر ہجران کا

نہو تارِ رگ جان سے رفو چاک گریبان کا

نکلتا سینہ سے دود جگر ہے پیچ کھا کھا کر

ہے دلمین دھیان کش رو کے جب سے زلف پہچان کا

ہوا سی اوج رکھتی ہے یہ سرگردانی وحشت

فلک بھی اک بگولا ہے مگر خاک بیابان کا

ہمارے زخم دل پر خار موئے خطِ کھٹکتی ہیں

بنائے نشتر جراح سبز اس گلستان کا

چمن میں کھائی کیا تیغ ادا اس شکر گل کی

گل لالہ نے جو خونین کفن پہنا شہیدان کا

ہے لو میں شمع کے رورات دن سوز جگر ہو

ہوا ہر داغ دل پر دانہ اس سر و چراغان کا

غزلیات تصنیف ناسخ لکھنوی	غزلیات تصنیف ہر چند سرہمی
وہ شمعِ فتنہ انگیز اپنی آنکھوں میں سما یا ہے کہ اک گوشہ ہے صحرائے قیامت کی دھواں	روای ابراہیم پردہ ہے چشم زار کا میرے بے دریا بخڑوں آبِ گریز گانِ دامن کا
چمکنا برق کا لازم ہوا ہے ابرو باران میں نصو چاہیے رونے میں اُس کے رخِ خندان کا	لبِ سونوار پر اب تک ہنسی کا ہے نشان نصو ہے اسی ابرو کمان کے روستے خندان کا
کشتن کی جب سفیدی دیکھتا ہوں گنجِ مرقد میں تو عالم یاد آتا ہے شبِ محتابِ حیران کا	سوادِ مردِ مکِ مہر و کا جب آنکھوں میں دھنکیاں شبِ تیرہ سے بھی تیرہ ہو عالمِ روزِ حیران کا
نظرِ آتا نہیں مہم لگائے کس جگہ کوئی دنانِ بارگوا منہ ہے میرے زخمِ نہان کا	خیالِ حسنِ سیمین تن جو اپنے دلیں لکھنے میں کیا داغِ جگر سے بھی طلسم اس گنجِ نہان کا
دیا میرے جوازے کو جو کاندھا اوس پر رونے گماں ہے تھوٹے تابوت پر تختِ سلیمان کا	بیاض دیدہ کا غد ہے روشن و ششانی لگا میلِ قلم میں ہے گویا سُرِ سلیمان کا
میرا ویرانہ مثلِ آئینہ معرورِ حیرت ہے یقین ہر رخسہ ویدار پر ہے چشمِ حیران کا	جو دیکھا دل لے اوس کو ہو گیا سو جا حیرت میں بنایا حلقہ در اوس کا حلقہ چشمِ حیران کا
جو سرخی آتی ہے عکسِ شفق سے بھی گریخ حسد سے رنگہ ہوتا ہے مبدلِ چرخِ گردان کا	گریبانِ چاک کرتی ہے سحرِ فرقت میں رو نہو تارِ خطِ خور سے رفو چاکِ گریبان کا
صبرِ رکاک کو وہ شیر کا نعرہ سمجھتے ہیں یقین اعدا کو ہے میرے قلمِ انِ بیستان کا	بنامہ رو کا بھی کیا آستانہ سنگِ کعبہ جھکا سوئے زمینِ سجدہ کو سہو چرخِ گردان کا
کسی سے دلِ انشِ حشتِ سرا میں مینے اٹکا نہ اولجھا خار سے دامنِ کبھی سیرِ بیابان کا	میرے شیریں ہنس کی لڑی شیریں گریہ پر عجب کیا شیریں مثلِ نیشکر ہوئے نیتان کا
	جو گلگون کی سواری پر رازِ شک چھپائے تو رشکِ بگل ہوو غبارِ پنے بیابان کا

<p>عزلیات تصنیف ہر چند سر دھنی سد ایمین مین ہر حال رتبہ بحر گردون نہ ماہ نو کی کشتی کو خطر ہو نور کے طوفان کا تو کیوں جذبہ طوبت آب آشکو منے ہو بہار بنایا ہے ابر کی صورت غبار اپنے بیابان کا جو او سرخ شیدر کو حسن کا جلوہ نظر آئے نہ کیونکر رشک ہو جا سنے فی صانع کا جو ہر پند اور گل ترک بہا خوش کو دیکھے فسرہ دل چو خیمہ خم سے ہو گلہائے خندان کا</p>	<p>عزلیات تصنیف ناسخ لکھنوی تیا ہو گا ہے ازبہ جہا زایل و سب کر نہید رہے کہ شہر درویش کو کوٹھیل خان کا اپس من و مان چھوڑ کر خاکہ کنایا کر دین بجائی نہ دربار مجھو گویا ہے بیابان کا شب فرقت جاتا ہے یہ اسباب طرب کب کہ کار برقی کر جاتا ہے برتو او تباہ کا تو شمشاد قیام کستہ زبانش تھا ناسخ کہ عالم ہر دو باغ خم پر ہے روئے خندان کا</p>
<p>۱۸ جو لکھتا حال سودا سیر زلف پریشاں کا اُو ہوتا سلسلہ سطور کس پیدا پائے دلیوان کا تصور دل میں کہتا ہوں گل خسار جان کا سد اسپر نظر رہتا ہے جلوہ باغ رضوان کا رخ تیر نور رشک باد کا اگر عکس پڑ جائے برنگ سہ دور روشن ہر ایک ذریعہ بیابان کا مصور گر قلم ایسا بنائے ہر کی رنگ سے تو نقش کھینچ سکے تو بھی میری شہم گراں کا اگر جو ہر شہزادہ سوزان سرے ہوتا جلا تامل شعلہ آب تیری تیغ ترائی کا جناب عنکرا اند کوٹے دنیا میں کب عتر کہ بدنامی سے ہو مشہور چنانچہ شیطان کا</p>	<p>۱۸ کوئی منہ انگوٹیا میں این حال پریشان کا بہی ہر جہان شیرازہ مرے اجڑے دلیوان کا تصور عکس ہے ہریت الخزانہ کچے جاناں کا بہنم ہر خیال آیا ہے گویا باغ رضوان کا بنائے عالم ایسا ہے ہر باد و غصہ و زلزلہ تھا کہ تیرے ہر سہکات کو لایا ہے بیابان کا مرا کہ چہ بے فرد و ہستی ہر بھی لازم میں تو نے شہر بیابان ہر ماہوار شہم گراں کا سین شہر میں چہ چہ میں چہ سیر کو کچے رخ طرب پراؤ نکو یقین ہے تیغ ترائی کا بہا نا کچھ نہیں ہر جسم درکار کا کہ بجلا کہیے کیا کیا تھا گنہ آدم نہ شیطان کا</p>

غزلیات تصنیف ناسخ لکھنوی	غزلیات تصنیف ہر چند سرمدی
یہ عشق ایسی بلا ہے جسکے نام کی وہ در خون کو سکھاتا ہے لپٹنا عشق پہچان کا تکیہ چھو جاتا تیرے سامنے زردی مرے منہ پر طلائی خاک کو کرتا ہے پر تو مہر تابان کا وہ ہوں پیشاں عمر معجز بیان جو نور معنی سے دید بیضا ہوا ہر ایک صفحہ میرے دیوان کا خیال کیسے پہچان میں دو دنالہ دل سے کیا روئے ہوا کو میں نے تخیل سے مستان کا نصو نے رکھا زمان میں بھی فارغ مجھے غم سے سمان ہے خانہ زنجیر میں بھی نرم جان کا سفر پہنچے کیا یاد لب جان میں نیا سے جراغ اپنے لحد پر چاہیے لعلِ مہشان کا جو ہوں اہل تعلق اور اسے بھی قطع تعلق کر اٹا دے اپنا سر رہیاں آئے تجھ کو سامان کا وہی دل زندہ جاوید ہے کھنڈن گیا کوہ میں کہ دام زلف کا چشمہ ہے چشمہ آبِ حیات کا اثر ہے از قناری سیر سیہ بختی کلماتی سے ہوا پر خاک میں انداز ہے دود پریشان کا ہم اپنے ہی گراںباری ہیں مجبوسندان میں نہیں کچھ نالہ زنجیر کو خطرہ نگہبان کا	چہ غصہ ہے بنا ہے اگر چہ آبِ حیات میں وے شیریں نہ ہو گا نہ ہر مار زلف پہچان کا نہیں زہار بیان کچھ مشعلِ تناب کی جات جراغ خانہ دل ہے خیال اوس رو تابان کا کہوں کیونکر نہ پھر میں اس طلالِ حرج کو سحر بنا ہے مطلعِ خورشید مطلعِ تیرے دیوان کا جو بالائے رخ گنگوں انگنما زلف نہ دیکھا تو بچھا تختہ گل میں بھی جلوہ سہا یار کا خطا پریشان بھی خطِ غلامی لکھ دیا کو خطِ مشکینہ جب زیرِ باہوار خسار جان کا خامے یار کی زنگین اگر لوحِ تربت پر عجب کیا عکس سے روکش ہو وہ لعلِ مہشان کا میں ہوا در کھتا ہوں سچ جان تیری اوکھا میں دل شوریدہ ہر خواہش کیسے اور سامان کا جو دیکھی ناگ سردیا فانی کی تو یہ سمجھا ہوا چشمہ رواں جملات میں کیا آبِ حیات کا پریشان کر دیا ہے دل کو یار تک یاد کا گل کہ دود آہ میں انداز ہے زلف پریشان کا نہ کیوں چاہ زرخداں کا ترے بوسہ کی جا دلِ تاشہ نہ اندیشہ رکھے خال نگہبان کا

غزلیات تصنیف ناسخ لکھنوی	غزلیات تصنیف ہر چند سر دھنی
<p>تو وہ خورشید ہے جگو جو اوسے کای نظر دکھا ہر اہل دیدہ ایست میں عالم چاہ کنعان کا نظر آتا ہے چشمہ حسن کانے فیض ناسخ کسکو بھی ملا پانی نہ اوس چاہ زرخندان کا</p>	<p>و نور ہر سے مثل زلیخا مشتری غور ہو جو دیکھے جلوہ دیدار میرے ماہ کنعان کا تصور ہے ہر چند مثل آتش جی کا جل جانا ہوا کیا آب آتش کون تیرے چاہ زرخندان کا</p>
<p>۱۲ بہت کیا ہی اثر خوبی ابرو کے بیان کا تلوار سے کم کاٹ نہیں سیری زبان کا اوس چاند کے گھڑے کے تصور میں گڑے کپڑا ہے مقرر ترے کرتے میں کہتان کا پیر کیوں نہو حسرت سے مراد امن خالی محل کیا کوئی کا نشا نہ ملا باغ جہان کا گو فصل بہار آئی نہ آیا دہرین وہ گل جھوٹا کوئی چلتا ہے ابھی باد خزان کا بے صید گن جان چلی تیرے انٹ میرے بدن زار میں ہے طور کمان کا شیر بن بنجی ایسی کمان پائی کسی نے جھوٹا ہے میرے منہ میں لہجہ کے دھان کا محرورم جو کہتا اوست منظور ہے میرا کتا ہے طرافت سے کہ لے بوسہ دہان کا نظارہ کے اطمینان نہ سمجھیں گے گردان عینہ سے نہ ادا ہو میرے درد نہان کا</p>	<p>دیکھو یہ اثر دست حنائی کے بیان کا چون رنگ گل جندی ہوا رنگے ہان کا آئی ہے کیسے دوست خوش صحبت دشمن مہتاب کے دیکھے سے جگر شق ہو کت ان کا یک رنگ کی رنگت نہیں غنچ شرنگہ ہے ہنگ سورنگ بدلتا ہے یہ نیزنگ جہان کا اے بلبل وہ باغ نہ دیکھا کبھی پہنچنے پہونچا نہ جسے کچھ ہو ضرر باو خستہ ان کا زہار نہ کچ باز کو ہو راست شکاری سیدھا کمان قد ہوتا ہے خیر اکمان کا ہو جائیں کس طور سے لب بند قلم کے تحریر کرے وصف جو تگے دہان کا کانوں سے اوسن پڑتی ہے موہوم سی آواز آنکھوں نے جو دیکھا نہ تیا پایا دہان کا جراح نہ ٹانگوں سے سمجھنے خون کی ریش نا سو صفت بتا رہے زخم نہان کا</p>

<p>غزلیات تصنیف ہر چند سر دھنی لگ جائیں ٹھکانے جوئے اوسکا ٹھکانا معلوم ٹھکانا نہونے نام و نشان کا مسجد میں ہمیں جانے کا کچھ کام نہیں ہے ہے زایدانالہ میں مرسور اذان کا کیون جان کمان ارپہ قربان کرے دل سوراخ سے تیروں کے کماندار کو جھانکا کس کام کو بیان آئے تھے ہر چند کیا اویسیاں سے بھی چلنے کا ارادہ ہے نہ</p>	<p>غزلیات تصنیف ناسخ لکھنوی لشکر کی صفیں ہونگی جبارے کی ہمارے اک روز نہیں نام و نشان نام و نشان کا ہے صبح قیامت ہوئی آخر جو شب وصل ہے صور کی آواز مجھے شور اذان کا سلوائے مرے سینہ کے کیون نہ ختم نہ تکل ان بابوں سے میرا دل بسمل اوسے جھانکا یوں ہو کے سبکدوش چلنے کو ہو طیار کچھ تو کہو ناسخ لکرا رہا ہے کہاں کا</p>
<p>۱۰ کیا ستم پیشہ ہے آبس خنجر دکا آگ ہو ہونے کو خرمن جان کے برباد کا گر سنے اس مرغ دل کے نالہ جانکا کو دم میں ہو ٹکرے کلیجا بیضہ فولاد کا پیر گرد و قتل کرتا ہے جولہ پیر کو ماہ نو کو پھر کون خنجر نہ کیون جلا دکا فرقت یوسف میں حج کثرت سے رویا رائد اندھا یعقوب ہو گیا غم تھا اوسے اولاد کا پیر گردن ہو گیا ہے ابر سے پنبہ بگوش کب سنے اے ماہر و شکوہ کربداد کا ہچکیاں لیتے ہی لیتے دم میں جا دم بکل ہونٹوں تک دم لایا ہے ہمدم کے عالم کا</p>	<p>جب سے گلد م اوسے دیکھا ہے مرے صیاد کا ہوشن بلبل میں ہے عالم نکست برباد کا دیکھتا ہوں اپنے خون آلودہ چہرہ کی ہمار خنجر قاتل مجھے آئینہ ہے فولاد کا قید ہوتے ہی ہوا فارغ میں قید رست سے کام نکلا ہے جنون حداد سے جلا دکا کیون نہ عیب زادگان طمع ہو نقصان یعنی ہے والد کو لازم کھوئے عیب لاد کا سب سے ہے طرز وفا اک ٹھیسے انداز جفا کس سے جا کر میں کروں شکوہ سدا کا قلقل مینا سے یاد آتے ہیں مجھ کو چار قل ہوش بدستی میں رہتا ہے خدا کی یاد کا</p>

<p>غزلیات تصنیف ہر خرید سر دھنی دھیان میں اوس عالم تصویر کی تصویر ہو صورت تصویر سے نہ غل فریاد کا سوچ کر تے گندم دریا میں ہے قصر حباب دھیان بربادی رکھے وہ خانہ آباد کا زلف کے معرے کے معنی کیا کہ ہے پچھلے دست عاجز نوشکا فی کو ہوا اوستاد کا آہو سے دل رہا تیرے صیاد کے جان پہ پنچہ شیر اجل پنچہ بنا صیاد کا کیا بد رس کتب گلشن میں اوستاد عشق یاد فری کو سبق ہے مصرعہ شمشاد کا کوہ کو تیزی سے کھودا پر نہ نکلی چو تیرے آخرش کو گند تیشہ ہو گیا فریاد کا رد دل کھتری قلم رویا زبان بند ہو گئی سر نہ سبیا ہی ہر مانع اوس فریاد کا شور نا کالگا ہے جسکے محل میں جس کاروان ل کو ہے یاں شغل تیری یاد کا گروہ حسن دلربا ہے یار کا شہرہ سننے دید کو دل بجائے ہر خرید کو رما دزد کا</p>	<p>غزلیات تصنیف ناسخ لکھڑی بانگہ نا قوس کے ہر بیتوں کو عشق ہے کیون ہوا میر صغیر مانع مری فریاد کا ہے وہ دل ویران نہیں چہرین فرغ عشق روشنی یعنی نشان ہے خانہ آباد کا عہد طفلی میں اسیر عشق میں مجنون کا خانہ زنجیر تھا کتب مرے اوستاد کا فرج وہ کرتا تو ہے پر چا پیہ ای مرغ دل دم پھٹک جائے تر پنا دیکھ کر صیاد کا جلوہ شمشاد جو دیکھا فربہ کردار کا عشق میں گر کر وہیں شانہ بنا شمشاد کا تیشہ میں ستے لگا تھا چو بندل کا گر لگتے ہی اس کے فنا تھا در دس فریاد کا نالہ نا قوس سمجھو لے بتو اسکو نہ تم تھر تھر اوسے کعبہ کو صد میر فریاد کا فصل گل آنے نہیں پائی کہ تو یاد اگلی لے جنوں کو انہوں میں اپنے دل یاد کا کہ حرام لیا کہ ہر پاؤں تازا ہل نہ پیسے دل ناواز اعمائے مادر زاد کا</p>
<p>آب جو میں عکس ہے جو اوس قد شمشاد کا ہر لب موجوں سے نکلا غل مبارکباد کا</p>	<p>۳۰ سرو عاشق ہو گیا اوس غیرت شمشاد کا نکل چھا یا قمر یوں نہ بھی جانا کا</p>

غزلیات تصنیف ناسخ لکھنوی	غزلیات تصنیف محمد چند دھنی
الفبت ابرو میں کچھ نیچا ہے یہ تاکھے پر آلفٹ	روئے سحر آب پر داکم رہے پائے حباب
ڈھنیر بھی ہو سرو کے سایہ میں مجھ آنادکا	سرسبز عالی ہے رتبہ عروم آزاد کا
دیکھ کر تیغ ہوا کو کہتے ہریخت بہت میں تم	خاک تربت ہو گئی برباد دست باد
بوریا اوڑتا ہے اپنے خانہ برباد کا	کب نشان پائے کوئی اس خانہ برباد کا
عشق و دلین سے نہ دل سینے میں داغوں کو	شعلہ رو کا دھیان آنکھوں میں دیکھو
ان چراغوں سے نشان ہے خانہ آباد کا	ہے چلانا بد نظر اس خانہ آباد کا
جائے قاصد پر ہی بھیجے اگر بیک صبا	کرنہ تو برباد خاک قبر میری لے ہوا
تو تیا ملجائے میرے خانہ برباد کا	اور خرابا کیوں کر ہے خانہ برباد کا
کوئی غنچہ ہے کوئی گل ہے کوئی پژمردہ	گرچہ ہے باہر گردون پر تہیج و لمین
دیکھتے ہیں ہم تماشا گلشن ایسا کا	ہے ستم اہل زمین پر اس ستم ایسا کا
کھینچتا ہے چومے رخسار تابان کی شبیر	کب صورت سے کچھ نقشہ ہو میاں
شمع روشن بن گیا ہے موقلم نرا کا	بال عفا گر بنے موحامہ بہن زاد کا
محو عشق ایسا ہوں کرتے ہیں اگر اعدا کا	ہے مکرس قصہ مجھ و ستم کار و رد کا
شعبہ موتا ہے ادھی محبوب کے بیدار کا	مکتب سینہ میں پڑھتا ہے ستم کا
کوئے جانان سے کل جاگین و حشت میں	خجرا بروی شعلہ رو سد ابر آب ہے
بیڑیاں ڈالیں بڑا احسان ہے حداد کا	سان کی حاجت نہیں ہے کام کیا حد کا
شرم سے پوشیدہ رکھتے ہیں نیراد آپ	صحبت نا جنس باہم ہووے اختلاط
جب سے آشوب جہان حسن آدم زاد کا	کب پسند آئے پری کو و حسد آدم زاد کا
چاک ہیں دل خوش قد و کن رشک قدیار سے	ہو صبر خانہ نقاش سہری کی لولا
جائے دل گویا بغل میں شانہ ہے شمشاد	کھینچے نقشہ گر مرے ادھی شمشاد کا

غزلیات تصنیف ناسخ گھنٹی

غزلیات تصنیف خیز سر و ہنٹی

خندہ دندان نما جز خم کاری ہے محال
شاد ہو تا ہے یوہین اپنے دل ناسا کا
رگہ زہ ہے را گہر دن کی گرفتاری کو دم
حلقہ ہے پر نقش پا گویا مرے صیا کا
عاشق جان باز کا ضائع نہیں ہوتا ہے خون
خسرو شیریں سے پوچھو ناجرا فرما دو کا
بلبلین کیا گل بھی دیولے ہیں پیر عشق
خارج بھی ہر رگ گل نیستہ قصا کا
جوٹے بنے خود مجھے سمجھو تے عاشق آوے
خود فراموشی نشان ہے یار تیری یاد کا
باغ سے وحشت ہوئی یا وقد دل آری
دیو کا سایہ ہوا سایہ مجھے شمشاد کا
رنگ عشرت باغ عالم میں نظر آتا نہیں
گل کو گلچین کا خطر بلبل کو غم صیا کا
تو نے جو یائی نیائی اے بہشت شیریں
آنچورے میں ہے عالم کو زہ قتاد کا
کوئی طرز سخن ہے جو اسے آتی نہیں
کیون نہوشا گردے ناسخ ہر اک استاد کا

اے برہمن جب مجھ کو ہو گیا عشق بنا
صورت ناقوس ہے نالہ دل ناسا کا
بنبلوں کو ہو گیا شوق اسیری خود بخود
کیا رگ گل سے بنا ہے دام اوں صیا کا
کوہ کر نے خون کیا تھا قیشہ سر میں ہر کر
لا لہ کسار میں ہے رنگ خون فرما دو کا
گر می سوزد روں کو فصد کی حاجت نہیں
ناخن دست جنوں ہی نیستہ قصا کا
بھولا ہوئے پیش دھڑا بجان تو جسے گیا
دبدم رہتا ہے دلیر دھیان تیری یاد کا
شوخی رفتار دیکھی اوس پر ہی کی قمر کو
مضطرب جو پر لبتے سایہ ہے شمشاد کا
مرغ دل کب مرغ آتش خوار بل آتش زنگ
چھوے جس دم نات جلیاے نکیوں اکا
اوس لبت شیریں کہ منہ سے کیوں نکلیں پیرا
ہے دہن اوسکا جو رشک کو زہ قتاد کا
اوسنے استاد دیکھی پائی میں جو تعلیم صلاح
کیوں نہ اٹامہ کو ہر چند فخر ہو استاد کا

آجرا ہر بحر میں ہے چشم ہریا بار کا
کیا عجیب ڈوبے سفینہ گریہ اشکار

حال لکھوں شمع و کے سوز آتش بار کا
شعشع سمان ہو جا روشن مصرع ہر اشعار کا

غزلیات تصنیف ناسخ لکھو

کر دیا تو قون خطے جو زلف یار کا
خط نہ سمجھو یہ لکھا ہے کوئی افسون یار کا
عالموں اوس پہ آسیب پڑی تاب کیا
پڑ گیا جس شخص پر سایہ تیری دیوار کا
اتنی راحت طالع واژون کی قسمت تھی
لیگیا ہے خواب میرے دیدہ بیدار کا
خون کیا مجھ کو ہوا آسیب بلائے ہجر سے
دُند پر تعوید کے بدلے ہے نامہ یار کا
کیونکہ کھٹکوں آسمان کو رات دن بناتوں
آبلہ کی شکل اوس میں مجھ میں عالم خار کا
درمگیری ایسی فادون کی ہے منظور
خاک پر گرتا نہیں سایہ میری دیوار کا
رات بھر ایک ایک اختر سے لڑا کی میری کھنڈ
تھا تصور دلیں تیرے رخسار دیوار کا
تیرے رہنے سے جو نکلا ہے پری جنوں
داع سودا ہے فقط سودا تیرے بازار کا
کتے چیں چنبا ہے تنکے دیکھو دیوان کا
نقش افسون گر ہر اک بتنا ہے اس گلزار کا
جھولتی ہے عرش میں تلوار او تن قاتل
ہے تصور دلیں کس کی ابرو سے فہر کا

غزلیات تصنیف ہر چند ہر

چشم تر میں دھیان ہے گہرے رخسار کا
تیرا تالاب میں نظر انا زہری مار کا
دیو و جن پر گر پڑے دہانے آجوں کے آخر کا
سایہ آسیب سایہ تیری دیوار کا
خفتہ بخفتی سے نہ لکھا اب تاک آئندہ
عالم آئندہ ہے گو دیدہ بیدار کا
روئے زیباکے نہیں حلقہ کا کل میں
من بہن میں لے رہا ہے ماز زلف یار کا
ہے نہ ہم بستردہ گل و بیکل دل کو ہوئی
ہے گلون کی سیج میں عالم کو روئے خار کا
کاغ خوبی کا یہ دیکھا نقشہ تصویر حسن
چشم حیرت میں گیار و زن ہر اک دیوار کا
دور سے ہم تاکتے ہر دم میں یار کے پاس
چشم کو ہے دو بڑی ورن تری دیوار کا
مصر کی بازار میں یوسف زلیخا نے لیا
جانتا لیتی اگر سودا میرے بازار کا
چون گل رنگس کھلی رکھتا ہوں چشم انتظار
شوق نظارہ ہے حیرت غیرت گلزار کا
ریشہ خامہ میں ہر کاش کا جانی تیغ
وصف لکھو فانی اگر اب دے تیرا کار کا

غزلیات تصنیف ناسخ لکھنوی

دور سے دیکھی دکھائی کر تپتی جاے سلو

یاد رکھ قاصد نشان ہے یہ دیار یار کا

ماضی صبر انور دی پانون کی انداز نہیں

دل دکھا دیتا ہے سراٹھ جانا خاک کا

وصف اک مطرب سپر کا کہتے ہیں ناسخ ہم

اب قلم پر ہے گمان شکار موسیقار کا

کرم نہیں یار سے زہر زلف یار کا

کمان کا سوتی ہوا چھالادمان مار کا

گل ہی کیا مجروح ہے تیغ نگاہ یار کا

ہر گلی پر بھی ہے پچھا مار ہم زنگار کا

اپنے سہرا اندون سو دا ہے زلف یار کا

ارہ پچان پہن گیا جو بیچ ہے دستار کا

چہ چہکے کہ شکل اپنے دیدہ بیدار کا

چہرہ پر ہے نہ بہت تیرے روزن دیوار کا

نیک کیا ارادے میں محبوب کے دیدار کا

بخت ہے جو امیدہ اپنے دیدہ بیدار کا

ہے تصور مجھ کو ہر دم ابرو خمدار کا

دل نہیں گویا بغل میں میان ہے تلواری کا

اب کہ ٹپے یوں بسر کرتا ہوں کچھ یار کا

خاک کا ہر ستر کھنکھن سائے دیوار کا

غزلیات تصنیف ہر چند سر غنی

دیکھتے ہی کیوں چڑھ جادان بچان نہ پر

مار سے کتر نہیں دنیا کہ چشم یار کا

ہے کھٹک خار غم گل رو کی دلیر بعد مرگ

سبزہ تربت میں بھی عالم رہے گا خاک کا

کیوں نہ ہو ہر چند وہ مانند نے نعمہ سرا

صوت خامہ سے اگر لون کام ہو ستیقا کا

دل کے ڈسنے پر جو جان جا گلہ کب یار کا

موجوہ زلف پچان میں ہے عالم مار کا

زخمی ہوں تیغ نگاہ سبز خط یار کا

زخم کو بھر دے گا پچھا مار ہم زنگار کا

دل ڈسے تھا مار بن کر بیچ زلف یار کا

بن گیا اور مثل از درت بیچ بھی دستار کا

اک پلک سوتا نہیں ہے دیدہ بیدار کا

تا کتا رہتا ہے ہر دم روزن دیوار کا

دیکھتے ہیں دل میں جلوہ یار کے دیدار کا

دور میں ہے دیکھنا اس دیدہ بیدار کا

کاٹ کا جو ہر کون کیا ابرو خمدار کا

بھیر دے اک دم میں مخہ فواد کی تلوار کا

گرا جارت دے تو اے سند نشین حسین کا

بشت کا اپنے کروں کی تیرہ تیرہ کا

غزلیات تصنیف ناسخ لکھنوی

گھل گیا ہوں پر نظر بازی آنکھ نہ رہی
جسم میں عالم ہے شاخ نرگس ہار کا
دیو کا سایہ اتر جاتا ہے اکثر اے پری
پراوتر تابے نہیں سایہ سری دیوار کا
اس قدر بیماری فرقت سے ہوں مین ناتوان
اوٹھ نہیں سکتا عصا اب گیس ہار کا
رنج صحرائے جنوں ایسی گوارا ہو گئی
شکوہ نمودن کہ نہیں ماند باہمی خار کا
شیشہ سے ٹوٹے ہیں آج محفل میں
تو نے دل توڑا ہے ساقی کیا کسی میخوار کا
قیس کوئی مانتا ہے رعب آواز جس
سننے والا ہے مری زنجیر کی جھنکار کا
گھر سے باہر میرے رشک ماہ کو آنے تو دے
جان نہی پر شبہ ہو گا سایہ دیوار کا
تیری مسجی میں بھبھک کر آپے ہم سے پرست
زباں ارستہ تباہے خانہ نشین کا
خاک سارون کو نہ سے ایذا کہ ظالم ایک ہے
تا تھیا اوٹھانا پاؤں سے پامال کرنا خار کا
سنگ اسود داغ اسود اجاہ زمر چشم تر
کعبہ عاشق ہے مقرر ابرو خمدار کا

غزلیات تصنیف ہر چند سرد

ہو گیا ہر استخوان جسم تار عنکبوت
ناتوانی سے یہ عالم ہے تن ہار کا
جائے کر کوئی تو کیا پھر رشک گل کے گھر
پھاند نے او سکوندن خار ہوں سرد دیوار کا
اے مسیحا ایدم کو اگر نہ جائے دم
دم لبوں پر آگیا ہے اب ترے ہار کا
گشت صحرائیں بھی رنگ لانا نیرنگ
خون کف پاسے گل رنگیں ہونہ ہار کا
سرد آہوں کا اثر ہے لخت دل کھٹا
سرد ہو جا کلیجا مرغ آتش خوار کا
شور محشر جانکر مردے جگین سوتے ہوئے
صور اسرافیل سے زنجیر کی جھنکار کا
ہو سلیمان کہ کچھ تعویذ و گندہ کا اثر
اے پری اسیت کر سایہ دیوار کا
جب مست ناز کی میگوئی تاکی چشم
چشم کا خانہ ہوا ہے خانہ خسار کا
کر دیا دست جنون گلبند ریش دل
کاوشن ناخن کو بھی رتبہ ملا ہے خار کا
سرفلم کا سر بسر پھر کیون ہو جا قلم
وصف لکھوں گر میں تیغ ابرو خمدار کا

غزلیات تصنیف ناسخ لکھنوی	غزلیات تصنیف ہر چند دہلی
زخم دامن ار کا خلعت کیا مجھ کو عطا میرے سر پر چاہیے طرہ تری تلوار کا یہ مثل سچ ہے جو جاگے کا سو پاؤ گا دلا سخت بیدار آشنایا ہے دید و بیدار کا ہونہ برہم تجھ کو دیتے ہیں جیوسف نیشاں بند و غمہ کسے کیا ہے مردم بازار کا کون ہے کافر جو تیرا محو نظر نہین بن گیا تار نظر رشتہ ترے زنا کا میری آنکھیں جلتی ہیں دم بھر نہین جگ دیکھتا کیا اثر ادا لٹا ہے تیرے شعلہ زخار کا جو ہری بازار کا تو نام ہے گنج دہن کوچہ گیسو لبتے مشک کے بازار کا دوڑتے ہیں دیکھنے والوں کے دل بے اختیار ہے غضب انداز وہ کافر تیری رفت کا عجز سے عیسے کو بھی گنت ہو موسیٰ کی طرح اے صنم اعجاز ہے ایسا تیری گفتار کا زہر جھوٹو ہو گئی ہے ہجر ساقی میں شراب شیشہ جو اک پھولا ہے دھن مار کا پلکین اپنی رو گئے ہیں آنکھیں میں داغ جو ہے سراپا ایصنم طالب تیرے دیدار کا	زخم دامن ار سے پردہ تن عریان کو چادر آب روان کیا آب ہے تلوار کا رات بھر جاگے کسی مہر کو رکھے شوق ماہ نے انداز سیکھا دید و بیدار کا قبہ کو دیکھا گوندھا جب جمعہ ستریں بار کوڑیا لاسا نہ سمجھا حسن کے بازار کا ہو گیا دیوانہ دل دیکھا جو طفل نہین طوق گردن بن گیا حلقہ مجھے زنا کا سر بسر کھیر کیوں کرتی ہو اس کو بچ رہا قرب موسے زلف کو ہے آتشین زخار کا دید یا بیعا نہ بین نقد جان دل تو میرے بن کے کو سچ و احسن کے بازار کا کیا خرام باریکا ہے چشم گریاں کو خیال اشک ریزی میں ہے عالم گردش فقا کا شیرین سخن میں جو طوطی زبان ہو کیا ہے اوسکا تیرے سامنے لب نہ ہو گفتار کا شب مہین ماہور بن دیکھوں کیا سو فلک کھکشان میں بھی نظر آتا ہے عالم مار کا چشم روزن کھل گئی تر مژدہ دل لگا اے کمان ابرو دفرا مشتاق ہے دیدار کا

غزلیات تصنیف ہر چند	غزلیات تصنیف ناسخ لکھو
میری خیزری سے کیوں لبر و کمان کو غنڈے خون سے رنگین دیکھوانت تک ہے دہن فار کا دیکھتے ہی دل نہ کیوں کٹ جائے او سکے کا زیرا برد خال کب جو ہر ہے وہ تلوار کا گردل عشاق آئے پیچ میں کب ہو رہا دام کے کب پیچ سے کم پیچ ہے دستار کا آتش گل شعلہ افشان کب شبنم سے ہوئی سبز ہر چند کب تجھ آئے اشک چشم زار کا	تیر بھی مجھ پر نہیں وہ بگلیا اپنے لیے جانتا ہے بوسے لے گا لب سو فار کا سیرے زرخون کو اگر ٹانگے لگانے میں تجھ پہلے الجراح ڈور یار کی تلوار کا نطق کا بند اور ہے زائد نہ میخواروں سے بے صد اسوجا گا گنبد تیرے دستار کا بن گیا ہے دید کے آزار سے تاریں گاہ دیکھنا ممکن نہیں ناسخ کے جسم زار کا
۱۷ دم بند اسکے سامنے ہے ذوالفقار کا آہا ہوانہ اوس شمع رخسار یار کا شب بھر چراغ جلتا رہا انتظار کا دیکھو جو حسن گلگون مگر گلغذ کا اوڑ جائے کیوں نہ رنگ رخ نو بہار کا جولان ہوا سپ گر مرے اوس شہسوار کا گر دون پہ ککشاں سے ہو عالم غیب کا تار نظر کے مثل نہ دکتا ہے آنکھ سے اک نام ہی لکھا ہے فقط جسم کا وہ آہو چشم شہر دونوں کے صبر سے فراق تاز نگہ سے رکھے شکار کا	۱۷ میرا رقیب گشتہ ہے ابرو سے یار کا طعمہ ہوا ہے خونِ سقی ذوالفقار کا ہر دم خیال ہے رخ تابان یار کا بیس ہے یہی چراغ شب انتظار کا جب بڑا ہے عکس مرے گلغذ کا صاف آئینہ میں طہور ہے صبح بہار کا بازیچہ دل مرا ہے کسی نے سوار کا کیونکر نہ ہر نفس میں ہو عالم غیب کا اب تک ہی ہیں داغ فراق اپنے مستقل ہم مر گئے نشان نہیں جسم زار کا سمنوار چشم یار کی ہر دم جُستج شوق اندون میں مجھو ہرن کے شکار کا

غزلیات تصنیف ناسخ لکھوئی

کردن بزرگ دود ہوا بے ثبات ہے
 پاتا ہوں برستارے میں عالم شہر کا
 رہتا ہے ہمارے مجھ سے گریزان وہ رائے
 رکھوں قرار نام میں اپنے قرار کا
 برسات ہے پلائے گل رنگ ساقیا
 ہندوستان میں یہی موسم بہار کا
 دشت جنوں میں شام غریبی کو دیکھ کر
 آیا خیال مجھ کو ہے گیسو کے یار کا
 کا کل دکھائی دیتی ہیں مانند اژدہ
 کانٹوں میں صاف طوع و ذعان کا
 شعلوں نے صاف سرو چراغان بنادیا
 اٹکھا جو گرد باد ہمارے غبار کا
 دشت میں پھر ہے دشت نوردی کا
 پھر خار ہے مرے تلودن کے خار کا
 ستون ترقی اور تفریق ہے پیش و پس
 جب نشاۃ چڑھ چکا تو محل ہے اوتار کا
 اور محنت ہے تو شیشوں کو ٹوٹا
 دل بھی نہ ٹوٹ جائے کسی بادہ خوار کا
 توس قرح کو دیکھ کے ثابت یہ ہو گیا
 کھینچا ہے نقشہ ابرو نے ابرو کے یار کا

غزلیات تصنیف ہرچند دھنی

جل جاتا دیکھتا جو غم سنگدل کا سوز
 بے وجہ کب ہے سنگ میں چہنا شہر کا
 نبض جنوں کی طرح سے ہر سطر ہو طہان
 خامہ لکھے جو حال دل بقدر ار کا
 ہمزنگ اسکے کب گل خوشید ہو سکے
 خوش رنگ ہے اسکا وہ گل حسن بہار کا
 سایہ میں نور حسن کی دب جا چاندنی
 ہو وقت شب کے بام پہ جلوہ جو یار کا
 دل میں جو دہیان کا کل اس شعلہ خوار کا
 دود جگر میں پیدا ہوا بیج مار کا
 بکھن جل کے خاک اوج دیکھائی ہوا میں
 چو بچے زمین سے جرجہ پر تیرے غبار کا
 تب ہجر گلاب میں ہے وہ لاغری مجھے
 ہر استخوان جسم میں عالم ہے خار کا
 یوں کیڑا اھایا اوسنی کبھی ہم کو بام پر
 پر باتوں میں ہے طوطا لہا اور اوتار کا
 اے جان ہوں تیرے عشق میں جل خوار کا
 آدیکھ حال آنکہ سے مجھ سے خوار کا
 رکھتا ہے مجھ سے دشمنی غیر و کانڈ
 دشمن کیوں کہ نام رکھوں یار و یار کا

غزلیات تصنیف ہر چند سرور	غزلیات تصنیف ناسخ لکھنوی
ہر چند جبیں پر مہر کے کب فشا ہے کجا گویا چراغ روشن ہے شبہائے تار کا	مہر پیشی سے داغ جنوں محو ہو گیا ناسخ محل ہے چراغ یہ شبہائے تار کا
<p>۱۳ روز تیرہ ہے جو عشق ہے کا کل شب فام ماہ روشن ہو سکے کب بیان چراغ شام صبح آسا کیوں نہ روشن ہو شب دیچر جبر ہے چراغ داغ دل متا با پنے بام کا خط روئے یار لکھا خامہ نقدیر سے ہے کمان محتاج یہ اصلاح دی حجام کا عالم سے میں ساقی میکہ زندان ہوا حلقہ جولان بنا ہے دور چشم جام کا گردش ایام کا دیکھا تھا گوارہ میں طہر عہد طفلی ہی سے تھا سامان کچھ آرام کا جامہ احرام کعبہ ہنوں کب تا زندگی ہو کفن مرنے پہ مجھ کو جامہ احرام کا قا صد اپنے گفتگو ہر دم خیال یار سے شوق دل محتاج کیا ہے نامہ و پیغام کا لذت بادام کا ہموٹے سے ذائقہ پستہ لب کی کیوں خواہشمند ہوں شام کا مصحف رخ دیکھ ہندو سلمان ہو گیا ترک کر کر کفر کو ہے معتقد اسلام کا</p>	<p>۱۳ تو جوانی میں ہوا عشق او سن گلفام کا عالم اپنے داغ دلیں ہے چراغ شام کا خاک ہونے پر گئی اپنی نہ عالی فطرتی گور میں بھی دھیاں ہکو کیے بام کا سبزہ بیگانہ باغ حسن سے کرتا ہے دو نام رکھا باغبان مینے ترے حجام کا ہجر میں مے سے بجائے نشہ ہوتا ہے خار باعث دوران ہے دور میرے جام کا کھینچ لائی وادی ہستی میں بتیابی تھے رنگیا تیچھے عدم میں قافلہ آرام کا گردش اوس کوچہ میں طبع و کعبہ مقصود خاک راہ یار بھگو جا ہے احرام کا ہو گیا موقوف جیسے نامہ و پیغام یار رات دن میں منتظر ہوں گے پیغام کا گر گوارا نیش اگر ہے نوش کا طالب دلا بور کے مشتاق کو کچھ درنہیں شام کا آرہی ہے تن پرستی حق پرستی ہے رنگیا ہے گا و خوار سے نشان اسلام کا</p>

<p>غزلیات تصنیف ہر چند سرودنی خانہ دل دین ہو جائے زبانی رو سے تابان کا تصور ہے چراغ شام کا تیرے یاد میں دوپٹہ کی ہوئی گریہ میں یاد کیوں نہ اشکوں میں اثر ہو زور غم کا رات دن بولنگی سے گرچہ ہوں محسوس لیک کہ چھٹا کی نہیں ہوں گردش ایام کا ہو ابر حیدر سے پی کر عیان سبب آشنی جام جم سے کم نہیں تیرے ہمارے جام کا</p>	<p>غزلیات تصنیف ناسخ لکھنوی اپنے کشتہ کی غزلیات سے پیش آن بھی وہ خط شبنم بھی گویا ہے حاکم شام کا اشتیاق چشم جان میں گچہ ہر چاہ سے ہم ہو چراغ اپنے لحد پر زور غم کا ایفکار کتبہ میں دیکھو زور غم کا منتظر بیٹھا ہوں میں بھی گردش ایام کا جوشش مستی میں ناسخ مطلع ثانی پڑھو سیاقی کوثر سے ہے جگر سوال اگر جام کا</p>
<p>کچھ فیروز تو اب بھی مڑ گا کچھ ابھی آب اشکوں کے ہے تیرے اشکات سید سکا اب جو ہر مثل دریا موج زن ہوتے آقا دے اگر خنجر کو آہ اس دیکھ پر آہ کا کر زہن مڑگان سے سجدہ طاق ابرو کو تر عین احب ہے ادب کرنا خیم محراب کا خاک میں جذب طوبیہ عجب کیا بعد مرگ گرد بادوں سے جو حلقہ بھر کر گرداب کا منہج دریا ہے قطرہ دیدہ تر کا مری عالم طوفان ہوا ہے جوش اس سیلاب کا اس دل بیتاب ہے حال مضطر اس قدر کانٹا ہے دیکھ کر اب تک جگر سیما کا</p>	<p>کوئی غارتگر نہیں دوانوں کے اسباب کا خانہ زنجیر کو کچھ غم نہیں برباب کا ساقیا لا جام سے درمیش ہے بدست سخن ہے بجا تیغ زبان پر آج ہونا اب کا فراق کی پیشانیوں پر ہے یہی مہزون رقم سجدہ واجب تری دروازہ کی خواہ سب کا بت مری دیوانگی کا باعث اک دریا حسن سلسلہ تو موج کا بہ طوق ہو گیا اب کا ہر گیا ہر روز دن دیوار چشم اشک کا شوق ہے کیا اپنی لکھ کو آید سیلاب کا جس حیرت دیکھتا ہو نہیں ابل آئین شک میری آنکھوں میں ہے عالم معراج سیلاب کا</p>

غزلیات تصنیف ناسخ لکھنوی	غزلیات تصنیف پیر پتہ سترنی
سے کشی کرتا نہ بربادی تن خالی کی ہو	لشہ لب رہتا ہے ہر دم عاشقوں خون کا
خاک کو اڑنے نہیں دیتا چھڑکنا آب کا	خنجر ابرو کو تیرے گوہے عالم آب کا
رہتی ہے پریشانی میری سیخانہ سو دُور	پنہ وہ لپٹا کر آب روان کی کسطح
بن رہا ہے شامیانہ چادر مہتاب کا	بار ہو جس نازنین کو چادر مہتاب کا
غفلت اہل جوان تروانی کی ہے دلیل	آنکھ جب سو لگ گئی سوئی نہیں ہم اکملک
غلبہ ہوتا ہے رطوبت سے مقرر خواب کا	دیدہ بیدار ہوئے آشنا کب خواب کا
پاک طینت جو کہ بدن او سے تعلق دور ہے	تاب آئینہ نہیں جو رونما کی کر کے
خار سے کیا اور کچھ گوشہ چادر مہتاب کا	حسن و قریا ہے رُکوش رخ مہتاب کا
دید قاتل دیر تک کی گویا ہوتی ایذا مجھے	روزِ نون سے چشم رکھتا ہے کھلی کرتا ہے
ہیروان بہت ممنون احسان خنجر آب کا	ہو گیا فوارہ شیدا دیدہ پر آب کا
ماتہ ہے عاشق کو لذت فرقتِ یمن	صاحبِ تاشیر ہوتا ہے فرومایہ کہاں
اختیاری ہے سے سرخاب سے سرخاب کا	ہمسرِ بال ہوا ہو ورنہ پر سرخاب کا
کیا گداز دل میں ہو جاتی ہے جذبِ طبع کی	گو ہر شاداب کا منہ سوز غم سوز خشک ہے
بکھوہ لو نیزے میں ہے محتاجِ آب کا	کیا نظر آیا ہے عالم دیدہ پر آب کا
بیون ڈگریاں بعد مردن کے ملے میرا غب	کیا ہوائے آہ پھونچی اس دل پر درد کی
گرد بادوں پر یقین عالم کو ہو دولا ب کا	بے سببِ ران سر ہوتا نہیں دولا ب کا
عارفوں کو ہر در و دیوار ادب آموز ہے	ماہ نو کو دیکھ کر کیونکر کرین سجدہ نہ ہم
مانع گردن کشی ہے انحن محراب کا	ابرو سے نہ روکا اوس میں عالم ہے محراب کا
عکس پڑتا ہے جو میر آئینہ میں شبیر	سیم تن کا در غم جیسے ہوا پہلو شبیر
اضطراب اس واسطے جاتا رہا سیما ب کا	بے قراری سے ہی سینہ معدن سیما ب کا

غزلیات تصنیف ناسخ لکھنوی	غزلیات تصنیف ہر چند سرخس
جور اعدا پر بھی کر سکتا نہیں ترکِ طوق	ایک جا دو یار کب ملکر رہیں کر دی جدا
دھیان آتا ہے جو ناسخ فرقتِ احباب کا	چرخِ کینہ تو زہرِ چند دشمن ہے احباب کا
گوئی لکھتا ہوں اگر مضمونِ دل بیتاب کا	بحرِ خوبی بن تر پتا ہے دل بیتاب کا
خط میں ہو جا رہے عالم ماہ ہے در آب کا	ہو کیا معلوم عالم ماہ ہے نلے اب کا
اوسنے جو پونچھا پسینار کو عالم تاب کا	عارضِ تاباں اُسکا حشرِ عالم تاب کا
بن گیا رومال گویا چادرِ مہتاب کا	گر کرے نظارہ دل بیتاب ہو مہتاب کا
جوشِ شمع کیا میر تو ہی شرابِ ناب کا	مضطرب ہو کر نکلتا قطرہ خوناب کا
بن گیا خم ساقیا گویا کنواں سیلاب کا	خانہ دیدہ بنا ہے کان کیا سیلاب کا
ہے یہی خورشید کا رتبہ حضورِ رومی کا	مہ لقا کے گزنگارین پانو کا پڑ جائے عکس
سامنے خورشید کے رتبہ ہے جو مہتاب کا	جون پرند چین ہو عالم چادرِ مہتاب کا
نامہ شرحِ جدائی یہ نہیں دستارِ مین	ہم ہمائے حسن سے دُرات رہیں مین کا
پر رکھے جاتا ہے پیک نامہ بر سرِ خاب کا	دن کو باہم رات کو ملنا نہ ہو مین کا
بانی پینے ہیں جو اوس شیریں دہن کا منہ لگے	تشنہ چاہِ ذوق سے کیا بجھائیں آکھ لگے
قند کا کوزہ وہیں بن جا کوزہ آب کا	جیسے تسننی رہے ہر لحظہ طالب آب کا
ہے تنزل میں ترقی صاف دل کو واسطہ	دیکھیے کیا بحرِ خوبی کے درونِ دان کی آب
دیکھیے بنا ہے موتی خشک قطرہ آب کا	مول سر منہ خشک ہوئے گوہرِ پیر آب کا
پانو جو رکھتا ہے کھاتا ہے سراوس کا ٹھوکر	قبر میں کب پانو پھیلا ہیں سو کوئی یار
یہ حریم کوئے جانان ہے محلِ آداب کا	ترک مرنے پر بھی کب ہو مرتبہ آداب کا
بوسہ لیتی ہے تری باز کی مچھلی اسے منم	دائے قسمت تیغِ قاتل کی مری فی آب کا
ہے ہماری دلیں عالم ماہ ہے در آب کا	قتل ہونے پر دل تشنہ ہے طالب آب کا

<p>عزلیات تصنیف ناسخ لکھنوی کیا مرے دلی طرح تیشہ بھی بچون ہو گیا ہے مے گلگون میں ایسا قی مرزہ خوندیا نسب کے گل کیا ہے تیری شہم خواب دے طور زگر س میں میرے دیدہ بچو ا کا کم نہیں ہے شام سے صبح شہر قیسیا ہے یقین خبر شہید پر بھی کہ کشتاب کا کم بضاعت جتنے ہیں تے ہیں جو خوش شہر ہوتا ہے کسی دریا میں کب سیلاب کا پڑ گئے ہیں تو انی سے جو حلقے ان دنوں سبکو میری چشم تر پر شبہ ہے گرداب کا یہ صفا حاصل تو بیٹابی ہے اے دل پر ضرور صاف ہو کر آئینہ محتاج ہے سیما کا مینے اوسکا طاق ابرو تو کبھی دیکھا نہیں پوچھنے والا ہوں بس دروازا کی محراب کا پستی طالع نے یہ گردش دکھائی ہے ہمیں ہے مگر دریا میں کناسخ سب گرداب کا</p>	<p>عزلیات تصنیف ہر چند سر دہنی ہاتھ کی ہندی چی مرہو کا اوسکو شک پہنچے خور بھی شفق سے غرق ہے خوں کا آئینہ حیران ہوا تیری صورت دیکھ کر آنکھ رکھتا ہے کھلی کپڑے کا جواب کا روے رخشان سے ہوا تیرہ چراغ آفتاب ماہ کو رتبہ ہے اوس سے کہ کاب شتاب کا فرقت مرہو میں شب گریاں ہو سب ہم لکھناں سے چرخ پر عالم ہوا سیلاب کا دیدہ گریاں کا جسم سرگرد آتش کا بن گیا طوق گلو حلقہ ہمیں گرداب کا دیکھ یا یا ہے کہیں اے سنے ہمارا اضطرار لوٹنا ہرگز نہیں ہے سبب سیما کا سر جھکا تو بھی تو اضع کر کر کچھ سرکشی قد ہوا ہے خم تو اضع کے لیے محراب کا ہے وہ بحر حسن کا جو آب خوبی سے بھرا بیچ لیسو بھی ہے ہر چند خلفہ الہا کا</p>
<p>کافی لیل و سکوت شہ ہے بونے شراب کا ہو جو جھکے ہاتھ میں عجب عجب کا ہر ہر قدم پر پھوٹتے جاتے ہیں آب نقش قدم میں طور ہے چشم پر آب کا</p>	<p>بے بحر حسن شین اب بے شراب کا دل کے پھیلے میں ہوا عالم حباب کا ہے پیش دیدہ آتشیں خسار کا خیال قطرہ بنا ہے آبلہ چشم پر آب کا</p>

غزلیات تصنیف ناسخ لکھنوی

کہتے ہیں تیرے عارض قیامت کو دیکھ کر

بالائے سر و پھول کھلا ہے گلاب کا

دیکھ کر جو اوسکی زلف ہوا محو داغ دل

ہوتا ہے وقت شام غروب آفتاب کا

بر صبح و وہی صبح ہے ہر شام و وہی شام

انسان پر ہے زور فقط انقلاب کا

آتا ہے رشکِ آدل پر آبلہ سے

کیا جلد بھوٹتا ہے پھپھولا حباب کا

مشکل بغیر ساقی مہوش ہے دورے

محتاج آفتاب ہوتا ہوتا بک

آتی ہے خشک تر سے مجھے بوئے زلف

ہے مشک کی زمین تو دریا گلاب کا

اوسکی نگاہ گرم جو پڑتی ہے غیبِ نر

ابلیس اب نشانہ ہے تیر شہاب کا

تیرے بغیر ہم نے نہ کیا طلوع صبح

گدرا شبِ فراق میں رسمِ شباب کا

آتا نہیں چن دن کو بچہ شب وہ اندون

بدلا ہے شبیری سے مزاجِ آفتاب کا

تیری بہار نے یہ اوڑیا گلون کا رنگ

دنرات جو شن باغ میں مانتا ہے

غزلیات تصنیف ہر چند سر جہانی

دورانِ سر نہ کیوں ہوتا زکات سے بلبلو

سونگھے چین میں پھول جو گل و گلاب کا

اوس تک مہر کی مرے گراے زیر پا

ذرو کو تیرے لیسر ہوا منتاب کا

بر باد دم میں موج سے میر نقشہ صبا

عالم عیب ہے بجز میں کیا انقلاب کا

کیا سوز شعلہ رو کا ہوا دانا میر مجھ سے

جل کر پڑا جو تن پہ پھپھولا حباب کا

جلوہ ہے حسنِ یار کا جو رشکِ آفتاب

جلتا ہے سوز داغ سے دل مانتا ہے بک

ہے دردِ دل مجھے رنج گلگون کا و برق

کرتا ہے دردِ دور پلانا گلاب کا

تیر آہ سر ہو تودہ گردون کے یارو

سر غم سے صاوتِ خم ہوا تیر شہاب کا

ہو نٹون تک آنا آہ کا سینہ ہے چال

پیری دکھا رہی ہے یہ عالم شباب کا

نقاش سے کھچے رنج مہوش کی گشتِ شب

خامہ ہو گر شعاعِ خطِ آفتاب کا

اوس رشکِ مہر کا کبدہ دیکھا تو تیر

رنگِ زرد غم سے ہے جو رنج مانتا ہے

<p>غزلیات تصنیف ہر چند دھنی ہنگام گریہ تاکا ہے سب گون چتر کو اشکون میں فائز ہے آب شراب کا گر دیر سے تو آئے گا جانی گی جان شتاب قاصد خیال آئیکہ خط کے جواب کا مہ رو کے سوز غم سے ملا کج غیب داغ جگر ہے او سین درق آفتاب کا سایہ فلک جو نور رخ رشک مہر ہے برج حمل بنا ہے یہ ساغر حباب کا ہر چند جواب لکھا ہے غدرات یار کا پھر کیا جواب کہ وہ خط لا جواب کا</p>	<p>غزلیات تصنیف ناسخ لکھنوی مارا ہے چشم مست میر سوسوم میں نرگس کے پھول اور پیار شرب کا محشر میں بھونامہ اعمال دیکھ کر قاصد خیال آئیکہ خط کے جواب کا ارض و سما کے طبقہ میں بازی گنجھ چوتھا فلک ہے ایک ورق آفتاب کا میر تری میں کی جو سکندر کی ہمنے دے تھا سر نقش آگے افسر حباب کا اپنی غزل پہ آپ میں کتا ہوں غزل دیکھو جواب ہے سخن لا جواب کا</p>
<p>کیون بھر کے جام دیتا ساقی شراب کا ہوں درمند دھنی مجھے شیشہ گلاب کا جا کر جو دیکھا میکدہ دریا کے آب کا حالی پڑا تھا بادہ سے شیشہ جاب کا دیکھوں پہنچ حباب رخ او س آفتاب کا تار نظر سے ہو جو رشتہ نقاب کا روشن کرے بحر کلبہ راخران دل کو داغ جگر میں جلوہ ہوا آفتاب کا گر دلربا کا پاس ہو میرے قرب دور جانا ہو جان کا تن سے نہ آنا ہو خواب کا</p>	<p>۲۰ لبریز او کے ہاتھ میں ساغر شراب کا بتا ہے عکس رخ سے کٹورا گلاب کا وہ مست ناز کر کرے نظارہ آب کا لبریز ہو شراب سے شیشہ حباب کا دیکھا جو دو پہر کو جلال آفتاب کا آیا وہیں خیال کیسے نقاب کا رکھتا ہے چرخ اوج کیسا کب ایک دن ہوتا ہے دو پہر میں زوال آفتاب کا امید موت آنے کی تو کسو ہے دلا آنا شب فراق میں مشکل ہے خواب کا</p>

غزلیات تصنیف ناسخ لکھنوی	غزلیات تصنیف سرخس دہلوی
گرہین رواق چشم بین جا تو کیا عجب برسون گدز ہوا نہیں رفت نیچر کا ہنم ایران ساقی کو ترہین داعطی کشتی یابغ کی ہو تو دریا شراب کا اے میکشویقین ہے نکلا بڑا شہاب وہ مسرت ناز تو طرے جو بیضہ جاب کا راحت طلب کہ وئی ملے آسمان سے رنج حاضر ہو موت آجو خیال آئے خواب کا جو ہے حسین کو ہے نفرت جان سے ہوتا نہیں اودھر کبھی مونہ آفتاب کا شعلہ اگر نہیں وہ صنم سر سے پانوں کا سوئے کرہین کیا ہے سبب بیچ و تاب کا گھل گھل کے مر گیا ہوں میں دریا عشق میں کافی ہے میرے دفن کو گنبد جاب کا جو ہرہین برگ گل ترے چہرے عکس سے بن جا کیوں نہ آئینہ تختہ گلاب کا رونے سے ایک دل جو ہو زندہ عجب نہیں عالم کی زندگی ہے برسا سحاب کا صبح فراق میں ہوئی قدر شب وصال ایا ہے یاد شیب میں عالم شباب کا	دن رات جاگتے ہیں عاشق تمہا کو دیکھانہ آنکھ سے نہ سنا نام خواب کا اؤں شعلہ گوں کہ جب میگوں کہ مونہ حرہ ہو جائے کیون آتشیں رنگ اب شراب کا مونہ سے نہ ناز کی ہو بیان بحر حسن کی ہو جب کے سر کو بار کلاہ جباب کا سوئے فردے کے مثل ہے لاغرتی مجھے چشمون کو ہو گیا ہے گران بار خواب کا دایم نہیں ہمار کسی گل کو دہر میں ہر شام ہے خزان زدہ گل آفتاب کا عاشق ہے بحر حسن پہ کھتا ہے درد دل دریا کو کھانا موجوں سے بیچ و تاب کا غم بحر حسن میں نہ بار تو روتے اشک چشمون کو دیکھو میرے ہے عالم جاب کا خامہ لکھے جو عارض گلہ کے وصف کو ہر صفحہ کتاب ہو تختہ گلاب کا دیوانہ ہو گیا ہے مری جسم زار پر رشتہ سے تار تار ہے جامہ سحاب کا اک شب تو یان بھی آؤ جوانی ہے چذروں آئیگی پیری جائیگا عالم شباب کا

<p>غزلیات تصنیف ہر چند سر دھنی ہو غم سے زرد رنگ جو دیکھے گل چین گلرو کا پر بہار ہے عالم شباب کا آشفۃ خاطر وں کو نہ زینت سے کام سنبل کے مو کو شوق نہیں ہے خضاب کا خوش رنگ حسن پہلے تھا اب یہ ہے خند گلرو نے پہنا جامہ جو رنگ شباب کا دیکھی ہے اوسنے کیا طیش آہ دل می جلتا ہے سوز رشاک سے سینہ کیا کیا آب اشک سے نہ ہر چند داغ جگر ہو دو باران نہ دھوکو داغ دل مابتاب کا</p>	<p>غزلیات تصنیف ناسخ لکھنوی گرتے ہیں انت جھڑپیں باد خزان سے گل فصل بہار عمر ہے عالم شباب کا آریش جال خداداد عیب ہے موئے کمر کو ذوق نہیں ہے خضاب کا پیری میں شعلہ رو یوں سے خالی کنارے کیونکر گذر کمان میں ہو تیر شباب کا کس شعلہ رو کو باغ میں ہے قصد میکشی ہر شاخ گل میں رنگ ہے سیخ کیا کیا ناسخ شراب پی شب تار کیا ہے تو کیا محتاج آفتاب نہیں مابتاب کا</p>
<p>۱۶ کیا نظر آیا ہے جلوہ عارض پر نور کا جل گیا جو داغ غم سے دل چراغ طور کا شعلہ رو کے حسن میں سیل ہے عالم نور کا جسکا پر تو سو ہو اردو شن چراغ طور کا سوز آتشناک ہے اس زخم کے ناسور کا پارہ اٹک رہے پچھا مار مہم کا فور کا گر زبان شمع کدے حال جان سوزی مرا مثل پروانہ طپان ہو جا دل کا فور کا بعد مردن مونہہ سے نکلی گی جو آتش کیون نہ عالم گور میں گرمی سے ہو تنور کا</p>	<p>تیرے پر تونے کیا گنگا کو دریا نور کا جسے دیکھا کہ کوسمجھا وہ شعلہ طور کا اوس پر پر کو کف پامین ہے عالم نور کا سنگاپا کے واسطے سنگو امین ہنر طور کا کیا کہوں میں سوز اپنے داغ کے ناسور کا شمع سوزان ہے فتیلہ مہم کا فور کا جسے دیکھا تجکو عریانہ یہی کہنے لگا خوب آذر نہ بنایا ہے صنم کا فور کا کشتی ہے فرقت ساقی میں اب بھی تبا جوش خرم میں نہیں طوفان ہے تنور کا</p>

<p>غزلیات تصنیف ہر خدیو دھنی سرکشی کرنا ہے کیوں چنڈ روزہ زندی پاکی بھوک میں رُلام کر ہے سر فقور کا تختہ بلور ہوتا خوشنما ہے ناک جڑا دانہ چپک سے زیبا رخ ہے رشک جو کا سوز شعلہ رُوسے روشن ہو گیا داغ جگر روشن ایسا ماہ کبہ ہے چراغ دُور کا کیا کہیں گوہر بھری دیکھی مسریرہ دلی ما ککشان سے دل دوبارہ ہے شہید جو کا رشک شیریں کا لکھا غم شیشہ کر لک کا خامہ کا سر ہو گیا سر کوہکن شاہ پور کا عشق کے عقربے کاٹا ہے کہ تڑپوں کا اس قدر زہری نہیں ہے نیش بھی زنبور کا جس گھڑی اوس شکل کی چشم میں مہ لگا ہو گیا نازک بدن کو بار کوہ طور کا سوز آتش رو کی کیا دلیں لگی ہے اوسکی یہ گیا گھل کر جگر جو شمعہ کا فور کا پستہ لب کیوں میں دیکھوں تاک چشم یاں نثر لایا گل زخم جگر انگور کا مالہ جانکا میں ہے شور محبت سے بھی زور کیورہ ہوا کہ تم میں یانم بند باگ صو کا</p>	<p>غزلیات تصنیف ناسخ لکھنوی فقر کے عالم میں بھی اپنی وہی ہے عری بہر گدیہ چاہیے کا سر فقور کا حسن بھی کیا چیز ہے زاہد ذرا انصاف کر اپنے بند و کمزاد تیا ہے لالچ جو کا ہوگی طے راہ عدم کیونکہ مجھ کو ضعف ہے اوسکے موٹھ تک ماتھے لیجا ناسف ہے دور کا پہلے کر لیتا ہوں گل اپنے سینہ خانہ کی سمع جب کہیں مضمون پاتا ہوں شبیر جو کا دیکھو شیریں ذرا ہم عاشقوں کی چوڑی اپنے سر کو کوہکن سمجھا ہے شاہ پور کا موزیوں پر قہر یارب لطف سے خالی نہیں کیا مزا دیتا ہے لکنا خانہ زنبور کا جلوہ فراہم ہو یہ نہیں شاید کبھی وہ برقی سن اپنے گھر میں ہم لگائیں کوئی پتھر طور کا سوزش اپنے داغ میں بھی ہو رنگ آفتاب چاہیے جراح مرہم شمس کے کا فور کا باغ میں جو یکیشی منظور ہو اوس کو دانہ انگور شیشہ ہوئے انگور کا تو نہیں ساقی تو میخانہ میں اک برپا ہے خمر شیشہ صے کا نظر آتا ہے نقش صو کا</p>
--	---

<p>غزلیات تصنیف ناسخ لکھنوی باغ کے انگور ہر چند کھائیں کب تک باغ کا قطر نامی چشم تر سے خوش ہے انگور کا</p>	<p>غزلیات تصنیف ناسخ لکھنوی ہجرین کیا سیکشتی ناسخ کہ سودا کی طرح زخم نے دل کے نزدیکھا مونہ کبھی انگور کا</p>
<p>۲۳ شام غربت کو مری کتہ وے عالم نور کا جلوہ روزِ حشر ہے غم کی شب و بجور کا قطرہ عرقِ رخ مہر و ہے مار نور کا ہو گیا ہے یا شرافِ شان یہ سحلوہ طور کا ہونہ غافل پاس کھ موجود سامانِ شہر جانا کوئے یار کو ہے وہ رستہ دور کا حسن سے مرے کو میرے ماہ کنعان شہا اوسکے آگے زشت و نازیا جمال ہے جو کا موزوں سے کب سیکو کچھ کہیں راحت باعثِ تکلیف دیکھو نیش ہے زبور کا گرفتہ بندہ صبح سے رکھتا ہو چرخ تو بھی روشن ہونہ گھر میری شب و بجور کا ضعف سے لا غرتی ہے قبر کھودین چٹیا اوسکی پھر کنید گی کو کام کیا مزدور کا قطر نامی اشک چشم سے پھولا باغ شک شاخِ مزگان پر شعر ہے دانہ انگور کا خال سحر ڈالین ہیں اسکے رخ پھلا باغ احمال اوڑنے کا تھا جو حسن کا فو کا</p>	<p>کیا اثر میری سید بختی کے آگے نور کا ماہ ہے اک خال رخسارِ شب و بجور کا مر گیا ہوں دیکھ کر جلوہ رخ پر نور کا سیری لوحِ قبر کو زیبا ہے پتھر طور کا پاس ہوں یاروں کے جب تک مجھ کو کتنے خرد آتا ہے نظر انسان کو انسان دور کا اوس پر ہی کے چہرہ کی شبیہ سے تجھے جسکا ہر نقش قدم دکھلا کے نقشہ دور کا ترک لذت کر دلا چھوٹے نہ تاجکو گزند نوش تو پیچھے ہے پہلے نیش ہے زبور کا شب دھیان اس ماہ کا آیا دمِ سخن صبح تک مضمون نہ ماتھے آباشب و بجور کا مجھ سے اول خانہ زندان میں تھا بھون گیا ہر محل میں پہلے ہوتا ہے گذر مزدور کا ہجرت میں غم سے آئی مجھ کو ساتی بو خن بادہ کچھوایا ہے شاید زخم کے انگور کا دل ہمارا اس قدر سوزش طلب پروانہ شمع سے جہان کے جاوید میں بل ہو کاور کا</p>

غزلیات تصنیف ناسخ لکھنوی	غزلیات تصنیف ہر چند سر دہنی
تیرہ بختی موزیوں پر کرتی ہے نازل ہلا	کلمہ رنجش بھراکتا ہے وہ عقر نہاد
شد گشتا ہے شبہ تاریک میں زنبور کا	کاٹ کھائے دلو میرے نیش ہے زنبور کا
ہے بجانزدیک دل مجھ سے گرد آفتاب	یار اور ہم پاس یکجا بیٹھے ہیں دونو تو کیا
تیرے شہری نے ارادہ اب کیا ہے دور کا	دل نہیں ملے تہیں باہم فاصلہ ہے دور کا
دعویٰ باطل سے ہو جا تہیں اکثر ناموں	عشق صادق سے رسائی عالم بالا پہوں
شہرہ کیا بانگ انا الحق نے کیا منصوبہ	دار پر چڑھتے ہی رتبہ بڑھ گیا منصوبہ
میں ترا عاشق ہوں کے عینے سے جا رہے	لے اجل غم ہر سو جان تنگ ہے جان
گور لیتی ہے بغل میں لاشہ مجھ رنجور کا	زندگی سے ہو کیا دل سیر مجھ رنجور کا
اس قدر مشرب میں وسعت رکھتے ہیں ہم	بے گل خود رد گل خورشید گلشن میں
اپنے گلشن میں فلک اک خوشہ ہے انگور کا	عقد پروین بھی بنا اک خوشہ ہے انگور کا
رشتہ ہے ہر دم جلاتی ہے جو تیری برقی حسن	کیا چراغ داغ دل کے نور کا سایہ پڑا
ہے گمان ہر سو قد پر چھو نخل طور کا	ہو گیا جو ن شمع روشن شعلہ کوہ طور کا
باغ سے سایہ گیسو میں دلو ہے فراغ	جن دنوں تعمیر کی تھی ہم نے قصر عشق کی
شام کر دیتی ہے چھٹکارا ہر اک مزدور کا	قیس نے نام سنئے تھے وہاں مزدور کا
خط سے زائل ہو گئی رخسار جانان کی بہا	نویختہ مشکین تر اک چاہ غنجد کی گد
تھا چمن نازل دٹھا جدم نہ پائے مور کا	چشمہ شیریں پہ ٹھہرا قافلہ ہے مور کا
ہے جو صاحب درد اوس سے دور ہے سا ان	سیگون لب کے سوز سے سینہ ہوا آئینہ
ناؤ کھینچا ہے کیسے زخم کے انگور کا	ہے پھولوں میں بھی عالم خوشہ انگور کا
میرے سینے پر بتوں کی سرد مہر کی ہیں داغ	ہو گیا سوز جگر سے زخم دل بھی التشین
مشک سے بدتر ہے بچھا نامرہم کا نور کا	داغ کیا جل جا بچھا نامرہم کا نور کا

<p>غزلیات تصنیف ہر چند دہنی سنگدل کا بار غم بھاری ہوا نماند کوہ لے چلے سر نہ مقدور اس دل فردور کا زخم دل سے بند کب ہو خون کی ریزش بھی داغ سینہ گر ہو بھانا رخسہ ناسور کا نقشہ اوس کے چہرے میں جس کا کیا لکھ سکے خامہ نقاش ہو گر موسیٰ زلف نور کا حاصلہ عالی تر سے خامہ کا ہر چند عیان لکھا سنجیدہ جوابت ناسخ مغفور کا</p>	<p>غزلیات تصنیف ناسخ لکھو کوئے قاتل میں ہو چکر ہوا مجھ کو بال بو جھوٹے کی جگہ دم چڑھ گیا مزدور کا بنے جو پٹی بنائی ہے تیرے مونہ کی ناخوشکین ہوا ہے منہ ہر اک ناسور کا ہم سے بعد از مرگ بھی چھوٹے حسینوں کا جب غبار اپنا اوڑھے سر وہ چشم نور کا کب ہماری فکر سے ہوتا ہے سودا کا خوا ان تتبع کرتے ہیں ناسخ ہم اوس مغفور کا</p>
<p>۱۶ ہے آہ دل میں نور جو غم کے طور کا موسیٰ نے ایسا جلوہ نہ کیا ہو طور کا شرکان کا بال بال ہے فوارہ نور کا گریہ میں دھیان ہے رخ رشک بلور کا وہ التین جمال تو پیکر ہے نور کا ہو جل کے خاک دیکھ لے شعلہ جو طور کا کیا آہ سرد چرخ پہ پھونچی کہ مہ کو خط شاعری سے ہے لبادہ سمور کا آنکھیں مہین تو دل کو مگر شوق دیدہ دیدار ہے علاج دل نا صبور کا مہ رو کے کیا وہ آتش غم سے رکھے سون گردوں کو ہے شفق سے جو عالم تنور کا</p>	<p>۱۶ مٹھو وہ ثبت ہے نور خدا کے طور کا نقش قدم سے سنگ کو رہے ہے طور کا ساقی نے وصال ہے عالم ہے نور کا چمکا دے چاندنی میں پیالہ بلور کا جس شعلہ رو کو دیکھیے عالم ہے نور کا ٹھیلہ ہمارے شہر میں ہے نام طور کا ہیں پانوں تک جال مرے کمرے جنوں جاڑے میں ہو گیا ہے لبادہ سمور کا ابرود کھا دیا کوئی تلوار بھیج دو کچھ تو کرد علاج دل نا صبور کا جھانکے کسی کنوین میں یہ یوسف مالاگر سینہ ہو عکس شعلہ رخ سے تنور کا</p>

غزلیات تصنیف ہر چند زخمی	غزلیات تصنیف ناسخ لکھنوی
رشاک پری کو میرے نہ کیونکر غم	دیوان کیوں بھردن حسینوں کو کرتے
دل شفیقہ ہے حسن پہ فلان و چور کا	قرآن میں بھی ذکر ہے غلامِ حور کا
سایہ سے اونکے روشنی ارض و سما کو	گوثر کی موج کیوں نہواپنی نگاہ پاک
نور ہے یہ مردِ مہین بھی اوسکے ظہور کا	یاں چشم تر ہے جامِ شرابِ طور کا
دل کا خیال ہو گیا جو دور بین مرا	کرتا ہوں رنجِ دوری جانانِ مینِ سکر
کیا غم ہے اوسکے رہنے کے نزدیک	مضمونِ کس طرح مجھے سوچھے نہ دور کا
آتا اسی سے یاد نہیں میری قبر پر	اے شہسوار اگر نکلیا کشتہ نگاہ
مانع ہے دین کرنا زیارتِ قبور کا	پسوں چا دے قبر میں یہ تیغِ قبور کا
جلتا ہے سوزِ غم سے نہ اب شک سے بچھے	بے یہ سرِ آتشِ داغِ جنونِ تیر
داغِ جگر چراغ ہے وادیِ طور کا	ہر سنگِ طفل لگتے ہی ہو سنگِ طور کا
دریا میں گھٹ جاب گیا تھا اٹھایا	کچھ کچھ کے شیشہ مے میں نہیں کس جام
پامال سر کو کرتا ہے شیوہِ غور کا	یہ سیکہ مقامِ نہیں ہے غمِ دور کا
رنجِ سنگدل کا وادیِ مین کا ہے چراغ	خالی نہیں فروغ سے قاتل کی کوئی بات
روشن ہو عکس پا سے نہ کیوں سنگِ طور کا	تو اگر کو بھنی چاہیے اب سنگِ طور کا
بھولا نہیں مین یاد میں سب باتِ وصل کی	مدت سے بلِ حضورِ جو ہوں میں حضور سے
غیبتِ مین و رد ہے مجھے لطفِ حضور کا	اب قافیہ بھی بندہ نہیں کتا حضور کا
افسانہ غم سے دل ہوا زیرِ زبر مرا	آواز تیری نعمتِ داؤد ہے اگر
اور کیا کروں مطالعہ کتابِ زبور کا	عالم ہے صافِ مصحفِ رنجِ زیرِ زبور کا
خورشیدِ دماہ و برقِ ستارے چمکتے	ناسخ لگے جو سنگ تو سودا یوں کہا
ہر چند سب مین نور ہے اوسکے ظہور کا	ہر سنگ مین شرار ہے تیرے ظہور کا

غزلیات تصنیف ناسخ لکھنوی

ایک عالم ہے مری غفلت و ہشیاری کا
خواب دیکھتا ہے کبھی بخت نے بیداری کا
کام خوریزی ہے اوس یوسف بازاری کا
جان بیچے سو کر لے قصد خریداری کا
رحمت حق ہے سبب اپنی گنگاری کا
ابر کرتا ہے اشارہ ہین میخاری کا
وصف خط ہے کہیں دیوان ہین کچھ صف کا
ساتھ موجود دل زنگار کے اک باری کا
گور آنکھیں ہوں کسی طور سے روڑوٹے
اور چارہ نہیں ہے دید کی بیماری کا
مضی شعلہ آواز میں شک ہو جسکو
دیکھے عالم میری آہوں کی شرابی کا
ہے یہ وہ راہ کہ تاعرش ہو چکا ہے بشر
دل میں دروازہ ہے اس گنبد زنگاری کا
نشہ میں جرقہ دم یار نہیں کرتا میں
بے خودی میں بھی مجھے دھیاں خود داری کا
ہے وہ نخل جن جن میں ہیں پھول اوکے
جسم محبوب میں گرتا نہیں ٹھیکاری کا
شہسواری کا جواد چاند کے ٹکڑے کو پچے
چاندنی نام ہے شہباز کی اندھیری کا

غزلیات تصنیف چند دہنی

بخت خستہ ہی باغی مری ہشیاری کا
خواب دیکھا جو شب وصل کی بیداری کا
سودا گب اون کسی سوداگر بازاری کا
حسن کے مال کا ہے عزم خریداری کا
عالم مستی میں کب خوف گنگاری کا
شغل مستونکو جو ہر روز ہے میخاری کا
چشم گریان کے دراشک سے ہچشم نہو
ابرنیساں کو پہ گوفیض گہواری کا
پوچھو نگر گسٹ علاج اسکا کہ شاید اوکو
یاد نسخہ ہو کوئی چشم کی بیماری کا
آتشین رو کہ ہوا سوز سے سینہ داغ
دو دہل نے بھی کیا کام شرابی کا
شعلہ آہ اگر جاے فلک پر سیل
پردہ ابر بجلے خیمہ زنگاری کا
تیسرے بختوں کو ملے فیض دولہ کی بھی
فائدہ کیا برٹاؤس کو زرداری کا
سوز گلرو میں کیا داغ کھا سینہ گل کار
چمن دل میں کھلا پھول ہے پھلکاری کا
اسب خامہ چلے قرطاس تھو شوقی
روشنائی سے بندھا پردہ ہے اندھیری کا

غزلیات تصنیف ہر خید دہشتی	غزلیات تصنیف ناسخ لکھنوی
<p>شعلہ رو کی چوہین یاد چمن میں آئی صورت گل میں بھی جلوہ ہوا چکاری کا کھاتے کھاتے غم بھران کو لبون پر جان حوصلہ دل کو نہ باقی رہا غم خواری کا میرے صیاد کو ایسا فن تسخیر ہے یاد زلف سے دام کیا دل کی گرفتاری کا چشم گریان میں جو خونبار کی ہے ٹون موسے مرگان میں بھی عالم ہوا چکاری کا فکر ناداری کی کس طور سے ہو بیل کو غنچہ و گل سے رکھے مایہ ہے زرداری کا رخ روشن کی نہ بے زلف سیدہ ہرچند مرتبہ نور سے افروز ہے سیہ کاری کا</p>	<p>تو وہ خورشید ہے چہرہ سے اوجھا دجولقا ہو ہر اک ذرہ میں عالم و میں چکاری کا کھا گیا ہے اس سے دور وزیر غم امیوس حوصلہ جس نے کیا ہے صری غم خواری کا رحم دل ایسے ہیں ہم صید گہ عالم میں غم ہوا طائر مضمون کی گرفتاری کا روئے گل رنگ اگر حوض میں ہو عکس فلک طور فوارہ میں ہو رنگ کی چکاری کا دبدم خندہ گل سے یہ صد آتی ہے باغ عالم میں ہے موقع یہی زرداری کا خود بخود دستے بہ دستے ہوئے جا ہیں سیا کیا کہوں حال میں نسخ کی سیہ کاری کا</p>
<p>گر دیکھ لے اوڑ جانے نہ کیوں ہوش بری کا رقار پہ دیوانہ ہے دل کبک دری کا نیلو فری ہو رنگ بدن بار سے اوکے گر پینے وہ گل ہار گل ہولہری کا اس چاہ ذوق کے ترے وہ گرد لگا سمجھ نہ خط سبز یہ سبزہ ہے تری کا سے سوز جگر خم نہ چشم میں باقی کیونکر نہو طفل اشک کو غم بے پیری کا</p>	<p>متھری سے ہے شعلہ قدم اوں شک بری کا پاپوشن سیکھا ہے چلن کبک دری کا طرفہ چمن حسن میں ہے نخل تراقت گرتا ہے جوامہ سروردان ہولہری کا کس مرتبہ مجھ کو غم فرقت نے سکھا یا اشکوں میں نہیں شل گہ نام تری کا پاکان ازل کو نہیں پروا مزی عیدسا کو ضرر کچھ نہوا بے پیری کا</p>

غزلیات تصنیف ناسخ لکھنوی

غزلیات تصنیف ہر چند سر دہنی

بوک کی نسیم سحری لانی چین میں
ہر گل میں ہوا رنگ چراغ سحری کا
تکلی جو ہوا دار پہ وہ برق بجلی
کیونکہ نہو عالم کو گمان تخت پری کا
ہر غنچہ گل فرقت جانان میں ہے پیکان
ہر شاخ میں عالم نظر آتا ہے سری کا
پیر رعب زمین کو چہ قاتل کی ایسی
شعرے نہ جان نقش قدم رگدزی کا
ہے گلشن خوبی وہ پیر و بلیان
خاتم مین کیوں ناک ہو عقیق شجری کا
ہوں خاک چلون ادنی غربت وطن کو
صرصر سے ارادہ ہے مجھے ہم سفری کا
پڑھتے ہیں یہ مصرعہ دہن گور سے مرد
عالم نظر آیا ہے عجیبے خبری کا
دیوان میں سادی ہی جگہ چھوڑی
مضمون یہ باندھاتری نازک کمری کا
پیری میں کسے زیست کی امید ناسخ
نادان کوئی جھوٹا ہے نسیم سحری کا

وہ نور تجلی ہے مرے رشتہ پر
خورشید کو رتبہ ہے چراغ سحری کا
ساقی نو میخانہ میں کیوں سیرستان
ہے مے کی صراحی میں سمان لعل پری کا
ہے زلف پریشان کا جو سوداگر شین
سامان نہ کیوں ہر کو ہو آشفہ سری کا
دیکھو کہ ہے کیا مردم دیدہ یہ سبکو و
دیکھنا نہ کہیں نقش قدم رگدزی کا
خاتم کا نگین میرے نہ کیوں لخت جگر ہو
سینہ میں رکھوں داغ عقیق شجری کا
صرصر سے نہ پوچھوں میں کبھی جادہ ہوا
ہے جوش جنون خضر مرے رہ سفری کا
ہو سعد لب میگوں نے وہ غمخور کیا ہے
ستی کو مری کیف ہوا بھیبی کا
بار کی میں وہ نور گل سے بھی ہے بار
اوس گل کا کہوں حال کیا نازک کمری کا
پھو لوں دیا باغ کو ہے سیم وزر ہر چہ
فیاض ہے دم کیا ہی نسیم سحری کا

۱۹ ہے تصور مجھے ہر دم تری کیتائی کا
مشغلہ آٹھ پہرے ہی تنہائی کا

۱۱ حسن میں ثانی کوئی کب تری کیتائی کا
کیوں نہ خوش آئے یہ عالم مجھے تنہائی کا

غزلیات تصنیف ناسخ لکھنوی	غزلیات تصنیف ہر چند دہلی
<p>ہجرت میں گردشِ بیودہ جو ہے ایسا قی جام کیا کاسہ سر پہ کسی سودائی کا میری آنکھوں نے تجھے دیکھ کے وہ کچھ کھا کہ زبانِ مژدہ پر شکوہ ہے بنیائی کا عشق میں رشک ہمیشہ سے چلا آتا ہے دیکھو قباہیل نے کیا خون کیا بھائی کا جامِ سائل کی طرح ہیں مری آنکھیں درد جب سے عاشق ہوں کسی کا فر جاگتی عشق کا بل جو ہوائِ گمانِ عارِ کمان دھیان بدست کو رہتا نہیں رسوائی کا قدم اغیار کا رکھنا ہو گوارا کیونکر تیرے در پر ہے مجھے شغلِ جیساںی کا مجھ سے رہتا ہے رسیدہ وہ غزالِ شہری صاف سیکھا ہے چلنِ آہی صحرائی کا ہجرت میں چنگے جو غنچے ہوئی آوازِ تنگ صحرا گزار ہے میدانِ صفتِ آرائی کا جس نے دیکھا تجھے اسے یار ہوا دیوانہ ہے تاشا تری ہر اک یہ تاشائی کا سبز رنگوں کی ہے خاکِ مقررِ ناسخ سبز رنگ اس لیے آتا ہے نظر کا گئی</p>	<p>حیف سر سام سب ہجرت کی گرمی سے ہوا چارہ کیا کر کے عیسیٰ ترے سودائی کا جودہ خاکِ قدم گل لگائے سہ چشمِ زکس میں نہ کیوں نور ہو بنائی کا بھائیوں نے تھا جو پیٹ کو کوئین میں والا حیف ہے رنج کچھ ان کو ہوا بھائی کا سوچھ لگا ٹینگے نہ ہم ساقیا محفل میں سے دورِ سخن میں ترے طور ہے ہر جاںی کا پڑھ کے دیوانِ جنوں کو مرے مجنون دیا ہے ہر اک شعر میں مضمونِ غم و رسوائی کا طاقِ ابرو کی ثنا لکھتا ہے کاغذِ قلم شوقِ پھر ادس کو نہ کیوں ہو وجہ کی کا تیری چشموں کا نظر آیا ہے اوس میں کچھ طور نقشِ پاؤں متا ہوں آہوے صحرائی کا شعر دے مرے کیا بزم میں وہ جاگتی شوقِ شب کو دیکھ جو شمعِ خود آرائی کا تیری رعنائی کی گرد دیکھ کوئی جلوہ گی خانہ روشن ہو نہ کیوں چشمِ تاشائی کا سبز رنگ کے جو خطِ سبز کو دیکھ ہر چند پردہ چشم کا کیوں رنگِ نو کا گئی</p>

غزلیات تصنیف ناسخ لکھنوی	غزلیات تصنیف ہر چند سر دہلوی
<p>کھل گیا یہ پیر میں جسم مجھہ الیوس کا ایک عالم کو گمان ہو شمع اور فانوس کا جو کہ بین در و کیا او نکہ ہر قدر داغ عشق مرتبہ زخمی تھے ہیں پر طاؤس کا آنے پائے بزم جانان میں تو یہ بالمیہ پیر میں ہوتا نک جسم شمع پر فانوس کا گل نہیں خرداغ حسرت بوستان پیر میں طور پر برگ شجر میں ہے کھن افسوس کا بھجور میں نالے ہیں ہونٹوں پر گریبان تھکے وصل میں کام انہ لیتے ہیں کناروں کا کافر عشق تباہ الیا ہو گئے ہو جاؤں شور حلقوم بریدہ سے اوٹھے ناؤس کا کھولتے تھے بین میرے سامنے قلعہ عیش سو گئے والا ہوں آگل میں کھلبکس کا ہوں میں جہ وحشی کہ مثل خانہ زنجبیر شوق ہے چشم غزالا کج مرے پاؤس کا جو کہ ادنے ہرچیز میں آئے سے دماغے ہو تین مورچھل افسر یہ ہوتا ہے دم طاؤس کا زینت ظاہر کے جو پابند ہیں فیض میں کس کو دنیا میں ملا سونا پر طاؤس کا</p>	<p>دیکھتے شمعرو کی کو یارین سوز مجھہ الیوس کا شمع رووی موندھ یہ پردہ ان کرناؤس کا یار کی خنیاگری کا گراؤ سے آئے خیال مرغ بسمل کو خوشی سے رقص طائوس کا تاب حسن شعلہ رر سے ہو گئی دل پر خجل شمع روشن کو ہے پردہ بزم پر فانوس کا ماہ فرد کچھ ہے کیا وہ حسن شکست آفتاب پڑ گیا جو داغ دل پر حسرت و افسوس کا مضطرب شوق موندھ کھو لکھ لیں تھکے قبر میں یاد آئے عالم جب کناروں کا ہو گیا پیر فلک کے برہمن کیا بست پیر لکھستان زنا رہے اور رعد غل ناؤس کا شعلہ رو کا سودا چون شعلہ ہے عریان خاک صحرائی سے ہو جامہ نہ کیوں ملے بوس کا کب سے اغرائے رکھے زمین پر پاؤس کا اسپ پر چڑھنے سے رتبہ یار کے پاؤس کا آتش بھران سے ہر دم جان کو ہے اضطراب بیچ دود آہ دل کو رقص طائوس کا روئے جانان پر نہیں ہیں داغ چھپکا رکھ دیا ہے یہ گویا مصحف میں نطاؤس کا</p>

<p>غزلیات تصنیف ہر چند سحر دھنی زشت خو کو پاک دیوان ضرر پہنچے فردا خوف مردم ہار سکے دایم ہے طاؤس کا داغ انجم سے مشتق اور گردش ہے رقص آسمان میں کیا ہی طرفہ طور ہے طاؤس کا ہمکنار ہے اگر خلوت میں ہو وہ شجر شبنم غم کنارہ کش ہو ہو عالم کنارہ کو پس کا چھوٹی مہندی کا تھ پراور لکے جو ہے سی ہارین سر کیا دسترس ہو نہیں پاؤں کا سکھیں اہل سخن سے سر زمین کو فخر ہو نام فردوسی ہی مشہور ہر چند طوس کا</p>	<p>غزلیات تصنیف ناسخ لکھنوی اہل زینت کو نہیں اعلیٰ الواسفل میں تیز ہے سر طاؤس پر سایہ دم طاؤس کا خاک جو میرے تن پر داغ کی برباد ہے گرد و بادوں پر گمان عالم کو ہے طاؤس کا ہے دہن پر غنچہ اور آغوش ہے ہر شاخ گل شوق گلبن کج ہے کیا تیرے کنارہ کو پس کا دہتیں گدازیں کہ قدموں سے جدا ہوتے ہیں کس قدر ہے شوق کانٹوں کو مرے پاؤں کا سچ تو ہے فردوسی طوسی کو نسبت مجھ سے کیا دل سے ہوں اح ناسخ یاد شاہ طوس کا</p>
<p>پڑھی کی بلبلی دلگیر درد مرثیہ غم کا مواہون فرقت گلرو میں شریع ہے محرم کا چہ غنچے لاشہ کو نہ سیرابی ہو کچھ آؤں یلائے کاشکے اوسکو کوئی گراں زمرم کا جو دیکھے دل لکھے خط غلامی مہر داغوں کا خط افسوس دل لینے کو نقش طوفان کا یہ ہے منقوش داغوں پر پڑھے گا شعلہ رواں جو ہو لخت جگر میر انگلیں اوسکے فام کا دل تفسیہ ہو سیراب جسکے ایک لوسے بھرا چاہہ دقن میں تاب ہے کیا چاہہ زمرم کا</p>	<p>رہے کیونکر نہ دل ہر دم نشانی ناک غم کا کہ ہے میرا تولد ہفتسم ماہ محرم کا گیا جواد کے کوچہ میں وہ ہاشم پیرا آیا حرم ہے جس طرح لاتے ہیں زائر آب فرم کا سیمانی ہے زیبا اوس کی کو ملک عینی میں تبسم نقش خاتم ہے دہن چلقہ ہے خاتم کا جواب سے نہ بھیجا اور نہ خط لکھے اتنے کہ مہرین کرتے کرتے مٹ گیا نقش اپنے فام کا نظر آتا نہیں جیسے کسی کا کعبہ ابرو ہمارے دیدہ ترین میں عالم چاہہ زمرم کا</p>

غزلیات تصنیف ناسخ لکھنوی	غزلیات تصنیف ہر چند دہنی
جلا کرتا ہوں میں نیرات لیکن مر نہیں جاتا	جواب چشم گریان کا روان سیلاب ہو جا
اثر سوز غم فرقت میں ہے ناز جنہم کا	کرے برباد یکدم میں وہ گھبرا جیسم
نہیں بچ مقصد میرا اگر حاسد ٹوکیا غم سے	دما ایک دم کا ہے آئے دم تو جان جا
ہوا بے سجدہ البیس کیا نقصان آدم کا	کہ دم آنا سبب زندگی نوع آدم کا
کسی دل تک رسائی ہو سکے تو عرض میری بھی	لپٹا ہے پری رو کا یہ جسکو عشق جن ہو کر
غریزہ گرندین معراج ممکن عرض اعظم کا	نہ او ترے عالموں سے کب اثر ہوا عظم کا
برنگ گل جگر ہوتا ہے ٹکڑے سیر گشتین	بنائے گا گولادور ماتم خاک تربت سے
ہوا ہے تیغ غم بے یار نظارہ سپر غم کا	رہے گا آہ دلیں بعد مردن بھی تر غم کا
رسائی میرے اوج فکر تک ہوگی نہ حاسد کو	نہ کیوں اوج فلک کے قصر دل کی رسائی ہو
غور اگر مرے کرتا ہے کیا تحصیل سلم کا	کنہ آہ سینہ کو ہوا ہے رتبہ سلم کا
پریرا دوں اپنا مونہ چھپایا مار خجالت کے	مواد چھپس گیا جو سلسلہ زلف سلسل
اسے سوچو ذرا کیا حسن ہے اولاد آدم کا	قطع پھر سلسلہ کیونکر نہ اولاد آدم کا
ازل سے جو کہ ہیں باہم جدا ہوتے ہیں دنیا	زمانہ کی نگہ گردش اک طرح کیساں ہی ہتی
دلیل اس پر جدا ہونا ہے یا ن طفلان قوم کا	کبھی شادی کبھی غم سے سماں کب بدین کا
حماقت ہے غرور جاہل فقر کے آگے	اوڑائی خاک تربت اس قدر مستی کی
یہ تاج و تخت ہے رو کر دہ ابراہیم ادہم کا	نشان باقی کہاں ہے گور ابراہیم ادہم کا
سخاوت جسکو کہتے ہیں کہانی ہے زمانہ	جو ممسک مثل قارون حشمت ہو کیا حاصل
بخیلوں کی بدولت رک گیا ہے نام حاتم کا	ہوا مشہور زرخشی سے ہر جا نام حاتم کا
میری آنکھوں میں پڑ جائیں کیونکر اس قدر	ملا کب خال کا دانہ پھنسا پھند میں رخ
تصور رات دن رہتا ہے تیری زلف پر غم کا	ہوا دام بلا او کو یہ دام زلف پر غم کا

غزل نامہ تصنیف ناسخ لکھنوی

غزلیات تصنیف ہر چند سر دھنی

میں ایسا پاکدامن اب یقین بعد مردن بھی
 بجائے سنبھرتے پراگے گا پھر دیکھ کا
 مسی کو وہ کتب تو نے جس کپڑے سے پونچھا
 وہ دیر سے زخم دل کا واسطے پھاٹکا مریم کا
 تراش جان ہم دیکھتے ہیں کنج غزلت میں
 ہمارے بورے کا نقش نط پے ساغر جم کا
 گزرتا گاہ جو میرا ہوا شہر خوشان میں
 عجب نقش نظر آیا وہاں شان عالم کا
 کہیں آنے زانوے سکندر کا شکستہ تھا
 کہ یہی جانب پڑا تھا کاسے خاک میں جم کا
 سیالان جنوں میں خاک اڑاتے پھرتے ہیں
 تہ در گرد و بادوں کو ہے مجھ سے کس کے نام کا
 نوشہر کا ایک دن لکھنا نینے آکے دنیا میں
 رہا ہر ماہ پر محب کو یقین ماہ محرم کا
 محب ہیں سایہ زہ اور عدو ہیں زہ ناسخ
 سفر و ادنیٰ مکان میں گویا ہوں گویا کہ

جہاں نفس ہے لوح دلوں پر او کی عین
 سٹایا صفحہ دنیا سے نقشہ نام مریم کا
 جگر زخم تیغ ابرو گلو کا رکھتا ہوں
 لگانا رنگ گل سے ہے مناسب بھانا مریم کا
 خرم تن آخر تن دست اجل ٹوٹ جاوے گا
 شکستہ ہو گیا سنگ فناء سے جام بھی جم کا
 بجائے دلمیں سمجھیں ہم اگر جان جان شجر
 کہ ہے حسن کا عالم تیرا دل اہل عالم کا
 حکومت حشمت و مست نشینی زندگی میں
 زمین پر بستر اترتے ہیں کہ ہے شہر جم کا
 اثر خرم کا رہے گا آہ دل میں بعد مردن بھی
 بے گنا خاک ترستے بگولا دور ماتم کا
 شب فتنہ ہے مہ رو کی نہ کیونکر ماتم جم کا
 بڑا روز ولادت میں مرے عشق و محرم کا
 نہ بیباکی سے ہر چند چین جی کو اک دم جم کا
 غم و رقت میں بھلے رہے وہم کو نالہ ہر دم کا

۱۴ ہے دل سوزان میں طعیر او کی تجلی گاہ کا
 روئے آتش ناک پر شعلہ ہے اپنی آہ کا
 وصل کیا ہم خاکساروں کو ہوا میں لٹکا
 خاک میں آلودہ ہونا کب ہے ممکن ماہ کا

بن گیا عرش میدان جس کے جولاں گاہ کا
 برق سے ہے تیز روشد زرد لگی آہ کا
 آتا ہے جلوہ نظر اک صورت دلخواہ کا
 چشم میں رہتا ہے ہر دم دھیان رہا

در بیان

غزلیات تصنیف ناسخ لکھنوی	غزلیات تصنیف ہر خند فہرشی
<p>نور افشاں جیسے ہے دلین خال اویں کا طور کا شعہ ڈھواں ہے میری شمع آہ کا یہ فرد ایوان پہلے رنج امید نفع میں تا تھکے محنت نہیں آتا ہے پانی چاہ کا قامت سوز و نل نظر آیا مجھے جلے لعل تھا شروع عاشقی دن میری کسم پست سمجھے سیکار شوق کیکر ابرو تری بالائے میکندہ سے مرتبہ اعلیٰ ہے بیت اللہ کا آمد خط میں تو ہونے دے نگاہوں کا گزر دیکھیے بچے نہیں پاتا ہے سبزہ راہ کا جا برابر ہے دل مادر میں ز فرزند کی رتبہ زیر خاک کیساں ہے گداو شاہ کا خلق میں قرآن دیکھا جب ہوا ماہ پر بیت دیکھا مصحف رخسار اپنے ماہ کا آتی ہی اویں طفل کے روشن سنیانہ ہوا شمع سان جلوہ ہے اس کے قامت کا زرد اگل کو فلوں داغ سودا دے مجھے انے فلک موسم ہی بہت میری بھی تنخواہ کا سفلہ ہو جاتا ہے وقت امتحان آبرو ہے دلیل اس دعا پڑھتا جا چاہ کا</p>	<p>شعاع افکن برق سان پت سوز رشک راہ کا چرخ پر پھونچے دھان کیونکہ دل کی آہ کا فوج شکر کا آب نوشی اوس رخسار تری بہ نام ٹوٹ سکتا ہے نہ پانی چشم ترک چاہ کا آہ کا پہلے الف جو تار دے دلنے لکھنا میرے دیوان کو ہو عنوان کسم پست دیکھتا ہوں آنکھ سے جب میں سیکار کی جلوہ آتا ہے نظرتب قدرت اللہ کا خاکسار و ان کے ہی منزل مقصود دل خط جاوہ ہو گیا ہے خضر میری راہ کا سب کو جانا ہے دیار یار میری مہتاب ایک راستہ گزرتا ہے گداو شاہ کا کون سے خورشید رو کو دیکھ کر سودا حلقہ طوق گاہ ہوا ہے ماہ کا خامہ لکھی حکایت طول درد ہجرت کی حوصلہ کیا ہی باند ہے اس قدر کوتاہ کا مثل نور خد متی ہوں حال تنخواہ کیا ہو گالی دینی سمجھے وہ دینا گویا تنخواہ کا زندہ دل رہتے ہیں سہیں طفل شکون آب حیوان چہ پانی چشم ترک چاہ کا</p>

<p>غزلیات تصنیف ناسخ لکھنوی دیکھ کر مجھ کو کیوں نہ غرہ زین ہو گیا بیشک تکتان کو بھوکا تارے جلوہ کا یار کا نام ہے سچا ہے پیر میں تو کیا عجیب ہے کیا کیا کرنا کام نور ماہ کا</p>	<p>غزلیات تصنیف ہرچند سر دھنی خاک پا مہ رو کی ہو چکی ہے سرگرد و تلک ہو گیا پر نور عالم چشم مہر واد کا جب چڑھا ہر چہ وقت شام مرہ واد جان نہ چھٹ کی ہوا پر نور بر تو ماہ کا</p>
<p>۵۵ چشم آموختن کیا حلقہ ہر اک بخیہ کا سایہ گلبن پر آکر چہ بجائے مجھ دلیہ کا ہو ہر اک غنچہ میں بال غنچہ تصویر کا ہو چنے ہم آتش زبا توں کو خرد شمع سے کیا شمع کو کرتا ہے روشن بہر شمع گلگیر کا لاغریاں ہوں کہیں اکثر ہوا سے اوڑ گیا میرے پیکر میں ہے عالم کا غنہ تصویر کا اہل حاجت کی بدولت ہوتی ہے منہم کی قدر مرتبہ نے مس کے یکساں خاک اور اکسیر کا بیسوں گذرے ہیں صید ابابکر نکل سکتی نہیں ہے ہمارا ضعف دربان خانہ بخیہ کا ناتوانوں سے پناہ اسے ظالموں مانگا کر د دیکھ لو ایک بال ہے یار و شکن شمشیر کا شمع سان جلتے ہیں بعد از مرگ اپنے استخوان کام منتہا رہا کرنے لگی گلگیر کا</p>	<p>۵۵ بیگیا دیوانہ دل جو عشق کی تاثیر کا حلقہ زلف پریر و حلقہ ہوز بخیہ کا نقشہ گر کھینچے مصور اس دل دلیہ کا ہوش دلو اس کے ہووے عالم تصویر کا شمع شمع سے شمع چاہے تو کوئی کب سے گل سے پر ہوتا نہیں اس کی کبھی گلگیر کا ناتوانی سے گرا جانی ہوئی ایسی مجھے کب ایسے بھی اوڑے کا غم مری تصویر کا سیمبر کی تیغ ابرو نے کیا کشتہ مجھے خاک شمع میرے بنے نسخہ نکیوں اکسیر کا دل میں ہووے اس سے منظور ویرا نہیں کر دیا ہے دیکھ لو آباد گھر بخیہ کا کیا کہیں تھی اس کو شوق دیدار زخم دل صورت دیدہ ہے جو ہر پار کی شمشیر کا شمع ہو گیا مجھ کو وہیں سکر عدم صورت لا دیکھ کر قد بزم میں گلگیر کا</p>

غزلیات تصنیف ناسخ لکھنوی
 شکل اسکی ایسی ہے دلچسپ پڑھانے
 تاقیامت آئے میں شبہ ہو تصویر
 وہ مصور پیشہ ہوں کہ ہر مری تربت پہ
 ہو ورق ہر برگ کی جا بار کی تصویر کا
 کون عالم کے مرقع میں مجھ بے ثبات
 رنگ ڈر جاتا ہے کھینچے ہی مری تصویر کا
 لکھتے ہیں مضمون سوز داغ دل ہم رات
 کام کرتا ہے ہمارا خامہ آتش گیس کا
 بن گیا بت جو لگا عشق تیان میں مجھ کو
 نالہ ناقوس ہر نالہ ہوا زنجیر کا
 کیا ہے کبریا میری تواضع کے حضور
 سرکشی دم میں ٹاڈتا ہے خم شمشیر کا
 اے مصور سوز غم کی بھی رعایت چاہیے
 خاک گلخن سے بنا کردہ سیریں تصویر کا
 کھیلتا ہوں اس مرقع معانی کا شکار
 کام وقت فکر لیتا ہوں قلم سے تیر کا
 ہے دلیل مرگ انسان واقعی سوئی سفید
 کوہ کن کی موت تھی انجام جویش کا
 کے عارض کے تصور میں ہونا لان آج
 ہے دھوان مہتاب میر نالہ شکیں کا

غزلیات تصنیف ہرچہ دھنی
 چشم تر سے کیوں سانوں کی چٹیر کا موٹو
 ابر کا لگا بنا کا غم میری تصویر کا
 ہوں میں ہر پردہ غم نقاش گر کھینچے شبہ
 کیوں نہ دے آواز نالہ ہونہ مری تصویر کا
 خاندان دیرہ نہ کیوں کو ہونگا رستا میں
 دھیان پیش نظر جو بار کی تصویر کا
 سوزش داغ جگہ کا حال گر خامہ لکھے
 پتہ ہوا و سکی زبان کا پتہ آتش گیس کا
 ہوں وہ سودا ہی اور گناہیں جویش کا
 شاخ کی جنبش سے پیدا شور ہونے کا
 ہے بیا اسکو گزوں غل تضا کی شاخ کا
 موت کا جھلکا دیتا ہے پھل بار کی تصویر کا
 ہوں وہ تیرہ بخت بکریں رنگ و رنگارنگ
 رنگ سے رنگیں ہو گا غم مری تصویر کا
 گرسختی گردوں کا سہ سہ زریں ہو
 کب شام ہو غلط ابر کمان کے تیر کا
 حسن پارہی شیر کو میری بخت ہوں کیوں
 ربط باہم غیر کو چہ زنجیر اور شہ کا
 خوف کیا اگر نور میں ناگہ میں مرد الا
 روز محشر زابے عالم نالہ شکیں کا

<p>غزلیات تصنیف میر خند سہری بڑ گئی یکہ ست گرد میری لہر لہری ہو کہیں عقدہ کشا وہ ناخن شمشیر کا ہے وہو رشوق دلو گفتگوئے یار سے کیا عجب بولے اگر سپیکر مری تصویر کا جب لکھا خار نے کچھ دیوانگی کا میری ہو گیا سطر وں پیدا سندانہ زنجیر کا سوز شعلہ رو میں چشموں بیٹھے شکر م پرہ مژگان بنا ہے پرہ آشامیر کا کام کیا تحریر کا ہے وصف خط میں بقلم موبو یہ نقش ہے اوں خامہ تقدیر کا حالت غم میں مجھے غمناک دیکھے اگر نظر اشک باران ہونہ کیونکر دیدہ تصویر کا اس قدر گریہ کو ہر چند جوش سودا ہو گیا بحر میں اسکے ہے حلقہ موج سے زنجیر کا</p>	<p>غزلیات تصنیف ناسخ لکھنوی دو ستون سر پہ چن چن منہ پر چشم دنیا ہے ہر اک جو ہر تر شمشیر کا میری قسمت میں ہے بربادی عجیب کیا ہے کاغذ بادی بنے کاغذ میری تصویر کا گلشن کوئے بتاں کا ہے جو زردان نیاں نغمہ بلبل ہے ہر نالہ مری زنجیر کا کچھ نہیں پروا مجھے دشمن اگر ہے عیب خون کیا شیرینہ اکو ہوا ہو گیا نیاک یا بد کوئی دنیا میں ہو مجھ سے نہ کام سادہ کاغذ ہے مگر نامہ مری تقدیر کا لاغریاں ہو کس کو میر نظر آتا نہیں چاہیے مانی ورق سادہ مری تصویر کا اس خرابے میں بنایا جس نے گھر دیوانہ ہے دیکھ ہر درواز پر ناسخ نشان زنجیر کا</p>
<p>۱۳ ہجر مہرو میں ہے نالہ غم بھری آواز کا برق کی غرش میں کب ہو شور اس انداز کا خرمین دل کو جلا کر خاک اک دم میں کیا آب آشکون ہوا تیغ نگاہ ناز کا سوز غم آتش شرار آہ کی باروت ہے دل ہمارا بنگیا طاؤس آتش باز کا</p>	<p>سکھ دیوان میں کروان پڑ کر کیا آواز کا تیرہ آواز دے ہے نقص تیر انداز کا ناز مینوای سے کروان کیا ربط میں ناز کا بوجہ اوٹھ سکتا نہیں مجھ سے کیلے ناز کا رشک سے جلتا ہے ایسا روئے جانان کچھ طور ہے متاب میں متاب آتش باز کا</p>

غزلیات تصنیف ناسخ لکھنوی	غزلیات تصنیف ہر چند مرہونی
<p>یار سے کترا ہوں میں باتیں چلتے ہیں سیر صاف حقہ اذکو ہوا شعلہ میری آواز کا لگے مجھ کو کمال کے ناقص ہے کمالِ معی درمیان ہے فرق استدرج اور عجا جال ہے صیاد اپنی زلف کا تور و ک ہے ارادہ میرے رخ کو پرواز کا محوایا چاہیے عاشق خیالِ سیر غیر اگر بولے یقین ہو یار کی آواز کا جس قدر جلتا ہے ہوتا ہے سیدِ عالم بے چراغ اپنا دل روشن مرکب ساز کا گر کوئی ٹپھنے لگے بزمِ غنایں میری نظم کان کا پردہ وہیں بن جا پردہ ساز کا ضبط آہ شعلہ افشان جب ہوا مجھ کو گرا آسمان بن جائے گا طووس آتش باز کا میری نظروں میں جو تو پنہان ہوا ہوا بقیاری میں نہیں مگر چھپا ناراز کا کی ہے یا شدت سے شدت پر کمال کیون دان جائے موسمِ شہ کے آغا کا جل کے ناسخ گلشن شیراز کو آباد کر آشیان ویران پڑا ہے بلب شیراز کا</p>	<p>استخوانوں میں سما یا شور ماتم سفید بعد مرون قبر سے نکلے گا غل آواز کا مردہ دل ہوتے ہیں زندہ سنکے بزمِ قش صوتِ زنگون میں اثر عیسے کے ہے عجا گراوڑے لیکر کبوتر نامہ پڑو کر کیا عجب جل جا شہر باز دے پرواز کا پردہ سے باہر نہ تو گر چاہے پردہ بین پردہ ہی میں بولے مشاق ہوں آواز کا چشم کا پردہ ہوا اشکِ خون سے وہ شمع خوشنما ایسا کمان رنگت ہو سکے رنگ ساز کا مطر باتا رنگ جان سے جو نکلے صوتِ غم تار تار ہو جائے کیوں سنکر نہ پردہ ساز کا گر خازن پر نہیں چلتے ہو دیکھو دور سے یہ تو کر پاس محبت عاشق جان باز کا لے دل پر درد کیوں روتا ہے ضبطِ ناک ہو رقیبوں پر نہ افشا تا نہانی راز کا خطِ جو آخر تک وہ پڑھتا کھلتا میرا حال بند کر دیتا ہے کچھ مضمون بڑا آغاز کا اس گل دیوان کی ہر چند گریہ صبا بجا مغز ہو جائے معطر بلبل شیراز کا</p>

غزلیات تصنیف ناسخ لکھنوی

غزلیات تصنیف ہر چند سر دھنی

کشت ہو محتاج چلتی اپنا کسی خون بڑکا
برگ گردن میں بیان عالم ہے تیغ تیز کا
دو دغیر سے نہیں کچھ کم ہمارا دود آہ
ہے بہت دل میں خیال اک زلف غنبر کا
ساتھ آہوں کہ نہ دود دل نکل جا کہیں
اس لئے ہے ضبط مجھ کو آہ درد آمیز کا
نیل پڑ جائے یقیناً کھائے گردیا نیل
لعل میرے اشک کے دریا شور انگیز کا
دن جو اپنا صرف ہوتا ہے بتوں کی یاد
رات بھر رہتا ہے عالم مرغ صبح خیز کا
اس قدر روتے ہیں بیکر چور سے اہل جان
نام صفحے سے جان کے مٹ گیا چکنیز کا
وہل کی شب پر ہوئی ہے میری فتنم
خاک میں نام کے آگے مل گیا شبنم کا
عشق کر دیتا ہے سلطان گدا کو ایک رنگ
کوہ کن کی طرح خون آخر کیا پردیز کا
بائع ز فخر مجھ وحشی کو لیا ہوں خار دشت
تیز رو کرنا قوس کو کام ہے حمیم کا
اشک کو پڑتے ہیں دل ہوتا ہے جسم سقم
میری آنکھوں میں ہے عالم سا غریبیز کا

۱۲ ہونہ ایسا زخم کاری خنجر غریبیز کا
کاٹ میں جو ہر پہ جو تیغ نگاہ تیز کا
لحظہ بھی سو گھنٹے کو مشک و غنبر ہی کا ہو
سہرین سوڈا مرے اوس لطف غنبر کا
غفر و زن درد دلی سے ہو صریر کلک بھی
گر لکھوں اک حرف بھی بیشق درد آمیز کا
ہو میں شیریں دہن کے گزرت گریہ ہوا
جوش ہے سیلاب میں دیا شور انگیز کا
اگلی جوش عانی پر ہمارا چھن ۲
ہے رخ گل رنگ پر جلوہ خط نوخیز کا
جو روخصہ میں مرا سے رو ہے مرغ فلک
اوس کے آگے جوں سہا رتبہ نہیں چکنیز کا
ہو گیا خون جگر کے رنگ جو اوسکا سنگ
کیون نہ رکھوں نام گلگون آواز شبنم کا
خسر و عشق اس قدر رکھتا ہے عالی مرتبت
ہے علاموں سے بھی کم رتبہ جہاں پرور کا
اشب شوق دل بلبل نہ کیوں ہو تیز رو
سوج رنگ رو گل میں طوری ہے حمیم کا
باغ میں ز گسن بھی اپنے جام سے میو شبنم
آب شبنم سے ہے عالم سا غریبیز کا

<p>غزلیات تصنیف ہر چند دھنی شب کو مضمون سے جھٹے ہر چ کہ شواگر بن دل میں عالم ہے ہمارے روز رستاخیز کا لے دل بیمار ہرگز طالع لب بوسہ توڑنا اچھا نہیں بیمار کو پر سینہ کا خال کا دانہ رہا کیوں نام ہر چند ہے عجیب جاگزین ہے یہ تو اوس خسار شدہ خیز کا</p>	<p>غزلیات تصنیف ناسخ لکھنوی جوشش مضمون کا خار صو اسرافیل یا زین شمعین عالم ہے رستاخیز کا عشق کے آزار میں مرتا ہے پر ہے گردیا ہے خدا حافظ دل بیمار ہے پر سینہ کا گام اول ہے جہاں پڑتا ہے چاہ کوڑ ناسخ آوارہ ہے اوس صحرائے آفتاب کا</p>
<p>۱۴ غم میں گلو کے مرا لاغر بدن ہو جا گا پھر نہ کیونکر خار آسا خشک تن ہو جا گا حسن صافی یار سے زیبا چمن ہو جا جائے گا آئینہ داری کو برگ یا سمن ہو جا جائے گا موت کو میری غم شیریں ہن ہو جا جائے گا گور کن میرا نکون پھر کوہ کن ہو جا جائے گا نخل سو سن کے تلے بھی ہے کیوں ناہن بار سایہ سے تیرا نیلا بدن ہو جا جائے گا عشق ہے موئے میاں کا جوگی بن کھون تن کو بالوں کی لٹاسے پیون ہو جا جائے گا باد سے برباد ہر سواوڑ کے ہوگی بعد مرگ حیف خاک قبر کو ترک وطن ہو جا جائے گا سنگساری گل کھلائے گی بڑا لطف مع لے جنون خموش تن رشک چمن ہو جا جائے گا</p>	<p>۱۵ اے جنون مجھ زار کا فریب بدن ہو جا گا جولگائے گا وہ پتھر جزو تن ہو جا جائے گا تیرے جانب سے ہوا رنگ چمن ہو جا جائے گا برگ گل جو ہے وہ برگ یا سمن ہو جا جائے گا کار و واجب اشیر میں ہن ہو جا جائے گا بیسٹون پر نقش شیریں کو کہن ہو جا جائے گا بام پر نینگے نہ آو تم شب متاب میں چاندنی پڑ جائے گی میلاد بدن ہو جا جائے گا فکر عریانی نہیں مجھ نہ اتوان عشق کو پوست ڈھیل ہو کے تن پر پیون ہو جا جائے گا گراوٹھا کر شہر سے صحرائیں بھلا دو گئے تم بس دہن شل درخت اپنا وطن ہو جا جائے گا ایسی حیرت زار زمی لکھیں میں اصاب دشت آہو صا ز گس کا چمن ہو جا جائے گا</p>

غزلیات تصنیف ہرشد دھنی	غزلیات تصنیف ناسخ لکھنوی
<p>گر لکھے گا کچھ تپا شیریںی گفتاریار خامہ چون ٹنگ شکر شیریں ہن ہو جا گا غم میں شیریں لکے غمگین ہوں اگر چھوڑ خندہ زن خموں کا میرے کب ہن ہو جا گا عشق مرہ رو میں ہے عربانی رہوں چادر مہتاب ہی سے پیر ہن ہو جا گا دھیان رکھتا ہوں اوس حسن ملیج یا زخم تن میل ناک پر خندہ زن ہو جا گا قاصد الکھاسے ادھم بنے دشکنی کا حال کیون نہ خط شکنوں سے میرا شکر ہو جا گا نوجوانی ہے ابھی ہے ماہ روا مجھ سے مل لطف پھر کیا پیر جب چرخ کہن ہو جا گا دیکھو وہ چشم میگون میرے آہو چشم کی مے کشوں کا نشہ بھی دم میں ہر جا سبز خط کی ہو گئی رخسار جانان پر نمود خوشنما سبزہ سے اب چاہہ دقن ہو جا گا اے قلم دل میں کچھ اپنے فکر گنما می نہ کر تیرا بھی مشور ہر جا پیر سخن ہو جا گا آئینہ میں یار ہر خندہ شکل دیکھے کس طرح حسن فی کا غبار آلودہ تن ہو جا گا</p>	<p>فرقت ساقی دین نکلے گا لہو جا شراب اب ہاں تیشہ زخموں کا دہن ہو جا گے ہو کے رنجیدہ جو تو تلوار مارے گا مجھے زخم بھی بہر کھو اری ہن ہو جا گا میں نہیں عریان سلامت ہیں داغ جو پھلے ان جب لگیں گے پیر ہن ہو جا گے اور جانب کو چلوں گا جب دیار سے خضر بھی مل جا گا تو راہ زن ہو جا گے میکدے تک محتسب کو میکشواے تو دو دیکھ کر پیانہ کو پیمان شکن ہو جا گے درد دل سے کیجے جلدی بھی تازہ ہے عشق زخم یہ ناسور ہو گا جب کب ہو جا گے میں وہ وحشی ہوں اگر سو لگے گا میرا سٹون مارے وحشت کے سگ جان ہن ہو جا گا یوہن اگر جو دو بین گے پرزادہ صنیع دوسرا بیرالالم چاہہ دقن ہو جا گا حسن کی رنیت اگر چاہے کلام عشق سن گو بہر گوش الصنیع میرا سخن ہو جا گے کیون اچنبھا ہے تجھے ناسخ فراق یار ایک دن نادان فراق جان تن ہو جا گا</p>

غزلیات تصنیف ہر چند دھنی	غزلیات تصنیف ناسخ لکھنوی
<p>۱۔ بادہ ریزی سے کہ جب بینا کا قفل ہو گیا سیکہ میں اپنے ساقی بن راقل ہو گیا باغ میں گروند کیا آگیا رونا سنہ چھ یاد میں ادس رشک گل کی شورشیں میرے رشک گل کے خندہ کا ہوا کیا خیال جو ہر اک غنچہ چمن میں صورت گل ہو گیا گلبدن کے سنور غم سے دکھائے ہیں جو گل پہل چون خیابان چمن بے سینه بگل ہو گیا نمانہ گلشن میں ہو جائے کیونکر تیرگی باد صرصر سے گل خورشید بھی گل ہو گیا کون سے محمور کی محفل میں جا کا شوق جو روان بیدست و پائے شیشہ مل ہو گیا باغ میں گلو کی نو ذراقت مسلسل دیکھ کر سوز میں پر پار ہے سودا سے سنبل ہو گیا باغ میں صیاد نے پکڑا مجھے آواز سن ہمد موداد ہا منتقار کا حل ہو گیا جب مرادہ رشک گل سیرستان کو گیا تھما چراغ گل جو روشن سایہ سے گل ہو گیا جلے یکدم میں یہ ہر چند ناسک لایا اسب آہ دل ہمارا رشک دل ہو گیا</p>	<p>دھنی کے ایام میں ہر شور قفل ہو گیا استوساقی کی جدائی میں راقل ہو گیا بعد مرنے کے بھی ہم چھوٹے نہ دامن عشق سے جسم سے نکلا جو مرغ روح طبل ہو گیا تیری ایڑی سا اثر کا پیکر کھنکھیل گل سے بھی خوشبو زیادہ کفش گل ہو گیا عشق نے ہکود دکھایا آج اعجاز خلیل آگ سے پیدا ہمارے ماتھے کا گل ہو گیا نوجوانو میرے مرنے سے نہ ہرگز ملوں صبح پیری تھی چراغ زندگی گل ہو گیا واہ کیا پیرنماں کا ہے تصرف میکش محتسب کا اس سخن نگینہ ہی مل ہو گیا اسقدر مضمون لکھے کا گل محبوب کے ریشہ بھی اپنے قلم کا نرسنبل ہو گیا کیا چلی باد بہاری اجنوں جو خود بخود صورت برگ خزانہ خجیر کا گل ہو گیا یہ اثر حسدی کی رنگت کا ہے با اعجاز پنچہ صیاد میں مرغ چمن گل ہو گیا لکے ناسخ کیا نظر جز شمشور لاسنے سرمہ بنیش غبار راہ دل دل ہو گیا</p>

غزلیات تصنیف ہر چند سر دھنی	غزلیات تصنیف ناسخ لکھنوی
<p>تھا صفائی کا اوسے دھو سوا بطل ہو گیا روے صافی سے جب آئینہ مقابل ہو گیا ہو گیا طوق سدا سسل پیچ ہر ہو کا مجھے دیکھ کر زلف سیہ سودا زوہ دل ہو گیا جان نثار می کے لیے شوق شہادت دلو گتھا دیکھتے ہی خنجر ابرو کو بسمل ہو گیا ماہ نو نے جب وہ دیکھا حسن شک آفتاب فیض سے اوسکے سراپا ماہ کامل ہو گیا شب جو دہ رشک قمر آیا مری آغوش میں سمجھا میں برج محل میں مس نازل ہو گیا ہو گیا دل اپنا منزل کاروان عشق کو شور زلہ سے صدائے رنگ محفل ہو گیا اوشٹھ گیا ہر چند رشک شمع دان سے گھڑی مثل پروانہ کے پیران رنگ محفل ہو گیا</p>	<p>آج دعوئی کی کیا لئی کا باطل ہو گیا بحث کرنے کو جو آئینہ مقابل ہو گیا ایک لک کر دیے قاتل نے جگہ لاکھہ دل ہر لگا پیکان مرے ہلو میں دہ دل ہو گیا ایون نہ اب عالم ہوا وسکا تھمتہ ششتم وقت بسم اللہ معلّم جب کا بسمل ہو گیا کچھ نہ بھی حاصل پا لیا لوں کو نہیں خیزدا دور و نقصان ہوا جب ماہ کامل ہو گیا مصحف رضا جانان میں نہیں آگال نئے لفظ قرآن بھی دنیا میں نازل ہو گیا راوی دشت میں کیوں مثل چننا لال ہو گیا ایک لیاں کیا بیان کس کس کا محفل ہو گیا صبح ہونے کچھ نظر آیا نہ غیر از آفتاب کون کون اک رات کو یاں شمع محفل ہو گیا</p>
<p>دم میرا دوسکے ساتھ میں تن سے نکل گیا جھونکا ہوا آہ جو سن سے نکل گیا ترتبت میں جب تصور رنگ کفایت ہوا خون جگر اوبل کے کفن سے نکل گیا اندھیا را دن میں ہو گیا جیسے اندھیری رات جب دودا دہل کا دہن سے نکل گیا</p>	<p>۲۹۰ دم بلبلی اسیر کا تن سے نکل گیا جھو کا نسیم کا جو میں سن سے نکل گیا لایا دہس تھہ غیر کو میرے خار سے پر شعلہ سا ایک جیب کفن سے نکل گیا ساتی بغیر شب جو پیا آب آتشین شعلہ سا بن کے میرے دہن سے نکل گیا</p>

<p>غزلیات تصنیف ہر چند سر مٹنی ہمد م کی درو ہجر نے بیدم کیا مجھے بتیاب دم تھا وہ بھی بدن سے نکل گیا سوداے عشق غنچہ دمان کا ہے پردہ گل جامہ چاک کر کے چمن سے نکل گیا مہ روے نوجوان کے روتا ہوں باہر گریہ کا شور چرخ کمن سے نکل گیا ہر چند نعل لب کی ہے بالی میں سفت پائی جب آبرو کہ وطن سے نکل گیا</p>	<p>غزلیات تصنیف ناسخ لکھنوی اب کی بہار میں یہ ہوا جو شائے جون سارا لہو ہمارے بدن سے نکل گیا اوس شک گل کجائی ہی بس آگہی نہ ہر گل بھی ساتھ بو کے چمن سے نکل گیا اہل زمین نے کیا ستم تو کیا کوئی نالہ جو آسمان گہن سے نکل گیا سُن سان پُتل دادی غربت ہے لکھنؤ شاید کہ ناسخ آج وطن سے نکل گیا</p>
<p>۱۳ گرچی سوز جگر سے دلمیں سودا ہو گیا ضعف تھا تب ہجر سے اب در صفا ہو گیا چشم گریاں کے جو پونچھے اشک اوس سے تار دمان کا بھی ہر اک موج دریا ہو گیا دیکھا کب مرغ نظر نے اک پاک بھی لکھ یار کا موئے کمر بھی بال غمقا ہو گیا دیکھتا ہے یار کی صورت کو وہ چشم آئینہ مینا ہے کہ بے تپلی اندھا ہو گیا خام نقرہ نے جو دیکھی آب و تاب جس با تاب سے جون آب گھل کر صاف لگا ہو گیا آتشین رو کا جو ہر دم دل میں رہا ہے خون سینہ میں مگر دھواں سے تپلا ہو گیا</p>	<p>تیرے گیسو میں دیکھی مج کو سودا ہو گیا ردے آتش رنگ سے پہچان ضلہ ہو گیا کیا فقط روتی ہیں پر یاں اوس کے عشق شاہ جات ایسا رویا شاہ دریا ہو گیا کوئی اے صیاد تیرے عشق میں نہ نہیں طائر جان جس کو کہتے ہیں غمقا ہو گیا تو وہ یوسف ہے جو مونہ تیرا دیکھا ایل صورت یعقوب آئینہ بھی اندھا ہو گیا کون دلی پگھلا نہ تیرے روئے آتش کا تھا جو سیم اندام تیرے اگر لگا ہو گیا چشم تیرا جام کواد جس چشم کو نہ کیا باد گلزن بھی پانی سے تپلا ہو گیا</p>

<p>غزلیات تصنیف ہر خید سر و دل بوجھاتا ہے ہر اک کا اک نگاہ ناز مردم دیدہ ترا جادو کا پستلا ہو گیا تیری خاطر چرخ پر جانے کو اے آجگر لکشان سے خوب سیدھا صاف رہا ہو گیا بخت خفتہ نے ندیکھا یوسف اپنا خواب کون کتاب ہے مجھے خواب زلیخا ہو گیا ہو گیا داغ سوید چشم دل کو مردک حسن شعلہ رو کا شوق دیدہ پیدا ہو گیا ابرباران ہو گیا پانی سے پتلا دیکھ کر چشم گریان کا رواج جسم کہ دریا ہو گیا ماہ دو ہفتہ نے دیکھا حسن مہر رو کا نظر گھٹ کے سوز غم سے اک ہفتہ میں آہ ہو گیا گھر پر رکے چلون ہر چند اندھیری رات میں ساتھ سے سایہ گیا اب میں اکید ہو گیا</p>	<p>غزلیات تصنیف ناسخ لکھنی نقش بین سخنیر دل کے واسطے نقش قدم سایہ تیرا ہے پری جادو کا پتلا ہو گیا ہے کشادہ لبست کار عاشقان کی ترے ہا کھل گیا جسم دم در پچ بند رہتا ہو گیا تیرے آگے چاک پھر پیرا بن یوسف ہوا اندون دست جنون دست زلیخا ہو گیا بن گیا جب ہر خود بینی کے دل صاف تھانہ ان اپنی نظر سے میں سو پیدا ہو گیا اگسین جو یاد تیری بازوؤں کی مچھلی ایسے ہم روئے کہ جاری ایک دریا ہو گیا دیکھ کر کیا روز فرقت میں ہج عالم شام دو پہر میں ہاے میرا جسم آدھا ہو گیا پاؤں میں تباہی خلت جانان کی کس طرح وہ تو میرے واسطے ناسخ اکیدا ہو گیا</p>
<p>سوز غم سے تن جلا پر دل یہ نالان رہ گیا خاک برباد ہو گئی داغ جگر یان رہ گیا میری خوریزی سے کیوں برو کا کج عذر تیر گداز دل سے ہے سوراخ پیکان رہ گیا آئینہ رو دیکھ کر چون آئینہ حیران ہوا مردم دیدہ بھی تکتا روئے جانان رہ گیا</p>	<p>یاروں کی راحت عدم میں کی میں نالان رہ گیا قافہ منزل پہ جاو ترا جس یان رہ گیا کی اوھر دل نے کشش کھینی اودھر لوٹ کر آخر مے سینہ میں پیکان رہ گیا میں درخیز پس پر ضوان کو سمجھا اک بعد مردن بھی خیال رکھو جانان رہ گیا</p>

غزلیات تصنیف ناسخ لکھنوی	غزلیات تصنیف ہر چند سرحدی
<p>عمر بھر وحشت میں گن صحرا نور دی کی گویا سیر کے قابل جو تھا دل کا بیابان رہ گیا فصل گل میں بھی نہ زندان کے تعلق سے چھٹا نا توانی سے مرا طوق گریبان رہ گیا روز روشن تیرہ بختی سے نہ دیکھا عمر بھر شب کی شب گویا میں محفل میں رہ گیا اشک نے تاثیر کو نام کیا برسات کی منہ کے باعث رات میرے گھر میں جان رہ گیا کتنے ستیار فلک حیرت سے ثابت رہ گئے دیکھ کر تجھ کو نہ اک آئینہ حیران رہ گیا روح جب غصہ ہوئی سمجھا میں اپنے جسم کو باہر کٹھن جب گیا خالی یہ زندان ہو گیا بیدار مٹی میں کہاں تصنیف دیوان کا خیال اپنی خاطر ہی کا مجموعہ پریشان ہو گیا کر چکی تھی خلق میں سوا جدائی یا رکی موت کی شفقت سے میرا زہن ہان رہ گیا زیر خنجر کر دیا نطفہ قاتل نے محو ذبح ہونے کے مرے کا مجھ کو ارمان رہ گیا میں زداں حسن میں سمجھا یہ ماز زلف کو ہو گیا خالی خزانہ مار چیاں رہ گیا</p>	<p>کون سے خورشید رو کی انتظار تھی ادا ہے چشم و اجودہ رنگ بیابان رہ گیا دست و حشمت میرے دامن کو بھرا ہوا ہے صورت طوق گلو چاک گریبان رہ گیا آخرش کرنا سفر ہو جو صبا اس باغ ہے کیا ہوا وودن اگر گل یان پہ پیمان رہ گیا ہے او سے پری کا عالم دل میں حیرت مجھے حسن تو جاتا رہا کیوں جو رہ جان رہ گیا ماہ نے دیکھا کہیں حسن رشک ہر کا جو سراپا صورت آئینہ حیران رہ گیا رات دن ہوش مل صرصر گرچہ میں صحرا نور جو شش سودا کو ولے ارمان زندان رہ گیا دھیا ہو جب سے اوس لہن پریشان کا ہوا جان و لجمی او سہیں وہاں یان پریشان رہ گیا ضعف سے روئی کی طاقت دل ہمار کو ضبطِ نالہ سے یہ راز عشق پہچان رہ گیا تلخی زہر فراق یا زہر ہے مجھ کو نصیب بوسہ شیریں دہن کا دل میں مار رہ گیا بل پہ پل آئی نظر جو کا کل بار کی مار کر سر کو زمین پر مار چیاں رہ گیا</p>

غزلیات تصنیف ناسخ لکھنوی	غزلیات تصنیف ہر چند دہنی
حسد باوہن قاتل دل سے نکلی وقت قتل	تیغ قاتل سے سبکدوشی ہوئی ہر چند
تیغ کا ناسخ بڑا سر پر یہ احسان رہ گیا	نسر ہوا تیغ سے جدا پر سر پر احسان رہ گیا
پہلے ہر قطرہ عرق کا صاف گوہر ہو گیا	۲۷ بالی کا مہر کو کیا خوش آب گوہر ہو گیا
بعد ازین گوہر فروغ رخ سے اختر ہو گیا	پھر وہی مہتاب کے پردے سے اختر ہو گیا
تار مسطر جب بہار جسم لاغر ہو گیا	ہجر گلہ میں مرا تن اب لاغر ہو گیا
کیا مشابہ کاغذ مسطر سے بستر ہو گیا	تار بستر کا خلش میں خار بستر ہو گیا
اوس پری نے جب لٹھیا سنگ مجھ کو آگ	آتش بے خفا کا جب ہوا سینہ میں داغ
آتش رنگ خاص سے صاف اختر ہو گیا	لخت دل گرچی سے جل کر شک افکار ہو گیا
کر دیا ایسا خمیدہ ناتوانی نے مجھے	ہے جو اوس پائنگار پر کمرے میں خیال
چور اپنی ٹھوکروں کا سہہ سر ہو گیا	جام چینی سان منقش کا سہہ سر ہو گیا
جھکویں آئی لگ کر فریدوں سے صدا	ٹھوکر درت پانوں کے پامال ہیں وہ آج کھدے
کا سہہ سر بھی جدا ماندا فہر ہو گیا	ہیں کا سہہ سر بخت دہ تاج و افہر ہو گیا
دیکھ کر غم نہ لویا دہی جو وہ زلف کا سیاہ	جب نظر آیا گونہ عامو بان جد یار میں
سو جہ دریا نکل جانے کو اثر ہو گیا	دل شرابہ ار تھا اب کیونکہ اثر ہو گیا
تجھ کو جس گل پیر بن اک نظر دیکھا کبھی	ہو گیا پیرا شیر کا عشق تری سے عیان
نکست گل کی ردش جامہ سے باہر ہو گیا	پیر کا دیدار سے خفل اشک باہر ہو گیا
ایک دم سیکین جو آنکھیں بچے آتش کا	شعلہ زور کا سوز دل اب دیکھیے اور کیا کر
جل گیا تار نظر پر دیدہ اختر ہو گیا	سینہ پر داغ جگر جو تھا سونا جگر ہو گیا
میں جو زندان میں پھنساں سے ہوا آزاد	کیوں نہ ہو خوریزی کرے اہل زمین کی ترچہ
طوق تھا جو میری گردن میں نہ خنجر ہو گیا	ماہ نو سے ماتھے میں اس کے جو خنجر ہو گیا

غزلیات تصنیف ناسخ لکھنوی	غزلیات تصنیف ہر خید دہلی
کر رہا ہوں مہم سے میں انتظار اوس ناہ کا	جب ترا آہ کا اور گریا سونے فلک
دیدہ بیدار ہر اک آج خستہ ہو گیا	چرخ کولزہ ہوا بیتاب خستہ ہو گیا
ہے عجب بے عدم بھی جو چلا اس راہ میں	رکھتا ہے درد جگر ہنگامہ شور و شغب
اک قدم میں پیش قدمی کے برابر ہو گیا	روز و فرقت روز محشر سے برابر ہو گیا
گر گئی پرواز رنگت تیرے ہونٹوں کے چٹو	ہو گیا کعبہ میں ظاہر حسن صافی بار کا
پیش ازین جو محل تھا اب سنگ مرمر ہو گیا	سنگ اسود کو جو چو یا سنگ مرمر ہو گیا
پڑ گیا ہے عکس جو میرے تن پر داغ کا	حسن گلگون یار کا تھا بار کٹ ڈھونڈے
سارے جسم یار میں پھولوں کا زیور ہو گیا	باعث گم گشتگی پھولوں کا زیور ہو گیا
دیکھ کر خورشید کا چہرہ جو غم شریک ہے	گھر میں تے اوس پر یہ کو نہ پائے آخرش
سایہ اپنا کوچہ جانان میں بستہ ہو گیا	سایہ دیوار اوس کا اپنا بستہ ہو گیا
باغ میں یاد آگئی مجھ کو اوس گل کی بیا	مثل عتقا کیوں نہوا بوج پروازی آو
ہر مرغ روح ہر گل برگ شہبہ ہو گیا	آہ کر طایر کو سوز سببہ شہبہ ہو گیا
تیغ قاتل نے جو کھولے میرے چھاتی کے	جب نظر آنکھوں سے آیا کاخ خوبی کا جال
حسرت دل کے نکلنے کو عجب درد ہو گیا	دل ہمارا عالم حیرت میں نشہ رہو گیا
خجالت دندان جانان سے گہر میں آب	صاف دل کو ہو ذریعہ سے فیض آبرو
رشتہ سلک اپنی مرگان کی طرح تر ہو گیا	قطرہ نیسان صدف میں گوہر تر ہو گیا
جب سے اوس بہت کا سہرا زنا ہے پیش	کیمیائی کا ہوا باد صبا میں کیا مسند
حلقہ اپنے چشم تر کا حاتم زہر ہو گیا	کیسے گلشن گل و غنچہ میں سے پر زہر ہو گیا
مجھ کو جرم میکشی پر جب حاکم نے قتل	مسکدہ میں رہنے جب اپنا نہ دیکھا سندر
جسم نے سر خم سرنے جسم غریب ہو گیا	زہر کا پیالہ ہمیں دے کے کا سا غریب ہو گیا

<p>غزلیات تصنیف ہر خند سر ہوشی</p> <p>دیکھتا خلوت میں رگوں کو ہے بے حجاب کیا ہی آئینہ کا اب طالع سکندر ہو گیا کیون نہ پڑاں چو اب جاوہ کو تیار مرغ دل کو آہ سے پیدا جو شہر ہو گیا آسمان میں ماہ نو کیوں کشتی غرق ہو چشم طوفان کا ہر قطر ہمند رہو گیا کیا عجب اوڑ جائے نار خود ہوا شوق جو لکھا مصرع وہی بال کبوتر ہو گیا جب وہ گل گھر سے گیا میری گئی گھڑی اک خزان دیدہ چمن بلبلو گھر ہو گیا دیکھ لو آنکھوں سے آتے ہیں نذرانہ جنگ نا توانی سے مرا تن الی الاغر ہو گیا اشک شوقی اگرچہ دامن نہ کی پرت بھی آب اشک چشم سے فرش زمین تر ہو گیا سر بلندی سے ہر خند نام روشن نم شمع کا جو شعلہ رُود سے قدر برابر ہو گیا</p>	<p>غزلیات تصنیف ناسخ لکھنوی</p> <p>میکدہ میں کجا بے ساقی نہی میں خشر آ آج اس طلعت کدہ میں آئین سکندر ہو گیا کس قدر فرقت میں ہے میرا سنیہ میب شمع کے اوڑ بھاگنے کو شعلہ شہر ہو گیا جل نہیں جاتا وہ وصف رگوں تناسک طایر مضمون بھی اب گویا سکندر ہو گیا گھر مرنار کیا الیا ہے کہ لیکر خط یار چاند نا آیا تو وہ کالا کبوتر ہو گیا دشت غربت میں بدن کو چہ جانان میں جسم بجان کی طرح خالی مرا گھر ہو گیا جان کر کاٹا مسافر چم کے رکھتے ہیں دم اسقدر میں وادی غربت میں لاغر ہو گیا فصل گل میں اسقدر رحم سے ہوا جوش شراب مثل باران امین باد صبا تر ہو گیا بازو دوران و میان و گردن محبوب کا رشتہ پیالیش سے ناسخ برابر ہو گیا</p>
<p>دور بیچ ناف جوئے حسن کا کیا غم ہوا بحر کو گرداب سے جو حلقہ ماتم ہوا چشم ترسا دہر میں فیاض پیدا کرم جو دین در بخشش مثل اسکے کہاں حاتم ہوا</p>	<p>۹ کیا گئیں مرگ جابین جو ہکو غم ہوا جو مواد شمن کوئی اوسکا بھی اک ماتم ہوا بخل جتنا ہے زیادہ جو داؤتنا کم ہوا آج تک پیدا نہ کوئی دوسرا حاتم ہوا</p>

غزلیات تصنیف ناسخ لکھنوی	غزلیات تصنیف ہرچند دہلوی
لقد جانے گا جو سائل کوئے جانان کا تو دوں	جب سخاوت میری کھلی دے سنہ بالائے زمین
ان نونین عشق کی دولت بڑا حاتم ہوا	تنہا غم کھا مر گیا زیر زمین حاتم ہوا
خاکساروں کو ملا کرتے ہیں چمک کر لب لب	یہ دل دیوانہ او سہیں چمک گیا کب جوڑا
آسمان پیشین میں بہر تواضع ختم ہوا	حلقہ جولان اسی گیسو کا بیچ و ختم ہوا
نا توانی سراوٹھا دیتی ہے سجدہ کب	ذوق عشق ہو سچا کیون نہ اوسکی فہرست
سنگ در تیر انگین میں حلقہ خاتم ہوا	داغ دل بنایا بجائے حلقہ ماتم ہوا
آدمی میں آدمی تم کیون نہو باہم ملاپ	عین حلقہ چشم کا ابرو ہے مرکز کاف کا
حرف کو دیکھو کہ کیا ہم جس بد غم ہوا	ذوق خوبی کا ہم جنسوں سے ہم غم ہوا
زیت بھر مچکونہ سو جھکا چارہ سودا	دلفکاران ازل کو کام کیا جراح سے
بارے کا فور حنوط ابلاغ کو مرہم ہوا	سود مند زخم تن گل کو کمان مرہم ہوا
ہو گیا کو غریبان میں عیان جال جان	نشہ سے اسکے عیان ارض و سما کا حال
کائنات سر و نظر آبادہ جام جسم ہوا	ساقیایہ جام پادہ میرا جام جسم ہوا
ماز پوشتی میں ہونا نسخ مجھے ایسا کمال	تا تھکا کا ملنا کفن انسوس کو ہر حیل
یار بھی ہرگز میرے راز سے محرم ہوا	یار کے محرم سے جب دست نظر محرم ہوا
کل شب فیت میں اک ماتم کردہ عالم ہوا	شعائر کو سوز غم کا دل میں جب عالم ہوا
چاند بھی تار میں ہم کو حلقہ ماتم ہوا	بیچ سے دو در جگر کے حلقہ ماتم ہوا
جوش پطوفان اشک ابدیدہ ہر دم ہوا	اشک باران ابرسان جب دہ ہر دم ہوا
اے تھا اک ہجر کا غم غم جسم عالم ہوا	موجہ سیلاب سے غرقاب اک عالم ہوا
دیکھ کر دو خط شبنم ایک غم ہوا	تیری فرقت سے دل بنجور کو وہ غم ہوا
حلقہ گیسو بھی مجھ کو حلقہ ماتم ہوا	مرغیہ غم کا پٹا کو روئے سے ہر ماتم ہوا

غزلیات تصنیف ناسخ لکھنوی	غزلیات تصنیف ہرچند سرہندی
اپنے سر کو ٹھوکرین لگتی ہیں اپنے پانوں کی	راستکاروں کی طاعت کچھ نہادونگو ہنوز
قد ہمارا ناتوانی سے نہایت خستہ ہوا	تیر کی تعظیم کو گوشہ کمان کا خستہ ہوا
ستبر آئے ہر نظر اشجار مسموموں کی طرح	یوسف مصری کا اپنے بولسیر مر گیا
فرقت جانان میں آنا فصل گل کا خستہ ہوا	کیا تاشا ہے کہ قد مصر ہکو سہم ہوا
نام ہندو دشمن زمانے میں مرا اشعار سے	کیون نہ وزیر نگین کے خط فرمان پر
سب جھکا جب کہ میں انوہ میں جاتہ ہوا	نقش عشوہ ناز سے کندہ نگار تم ہوا
پاؤں میں اوس پاکدامن تصدیق بجا	پاکدامن کے نواسن دیکھنے پائے غبار
جنتی بابوسی کو پیدا پیچھے مر گیا ہوا	خلعت عصمت کا زیبا قد پر چونیم ہوا
حبیب کیا موندھ کھل گئی جب زلف جانان کی	صورت مضمون معنی کا تاشا ایسا
بڑھ گئی گورات تو اوکے عوض دن کم ہوا	کان سے سر آئینہ ہے یا کہ جام جسم ہوا
تاہا بار عارض گل رنگ سب تھی شاعری	ساتھ میں گل گلین کے ہم کر تھے سیر باغ
اب وہ دفتر مثل دوران میں بزم ہوا	حیف وہ دور جان برگ خزان بزم ہوا
نشہ سے میں نظر آتی ہیں سیر نشاتین	پہلو میں بیٹھا ہے جگر کب اٹھائے سے اوکھے
ساقیا یہ ساغر میں رشک جام جم ہوا	جان کے لینے کی خاطر درد دل بھی جسم ہوا
یہ بزم برق بہنہ آد میت سے بعید	دیکھ کر شیدائی ہوں دیو و ملک حور بہشت
سالمابار ان جسم ہر گل آدم ہوا	حسن میں رشک پری ہے گرچہ وہ آدم ہوا
اک پری کے عشق نے مجھ کو سلیمان کر دیا	کیون چوں جام کی طرح لبور سے موندھ لگا
لخت دل نگاہ تو حلقہ چشم کا خاتم ہوا	خط نقش جام سے زیبا خط خاتم ہوا
ہائل ابو کی طرف مژگان برگشتہ نہیں	سیکڑوں خم کھائے گرچہ مار سارا
تیر بھی پیش کیاں ہر تواضع ختم ہوا	حلقہ کامل سے ہم ایک بھی کب ختم ہوا

غزلیات تصنیف ناسخ لکھنوی	غزلیات تصنیف ہر خد سہروہنی
زندگی چشم جان بین خوار رکھتی ہے دلا	کیا کمون درد جگر سے جو مری حالت ہو
دوش پر سبز کیا جب آدمی پیہم	نبض تھوڑی چھٹی سینہ میں مہم
مے کشتی بے فرقت ساقی نے مارا ہے مجھ	دیکھتے ہی اک نظر آنکھوں سے او کو مر گیا
شرابے مانند کل ناگوار اسم ہوا	حق میں میرے وہ سواد مرد کا بھی قسم ہوا
حرف سکھ کے ہوں کیسے پراویج تانہیں	عالی قدرون کو ترقی میں منزل ہو نصب
نرسے جو چسپیدہ دل ہے او سکار تیرے	دو پہر کے وقت دیکھو سایہ خور کم ہوا
آبلے چچک کے جب نکالے عذاریا پر	فرش سبزہ پر قدم گلرونے رکھا باغ میں
بلبلوں کو برگ گل پر شبہ شبہ ہوا	پائے نازک میں پھوپھو قطرہ شبنم ہوا
فاتے سے اپنے شکم پر سنگ باندھا جس کی	سب پریزاں اپنی پروکے ہو گھا عین
وہ سلیمان مان بھی صاحب تہم ہوا	جب لیامانی کا اوس انگشت میر جاتہم ہوا
سنتیں کر کے احسان کرتے ہیں ہم	میکدہ میں کب ہی ہے کشمکش کی کشی
جام اگر خالی نظر آیا تو شیشہ ختم ہوا	وقت مے ریزی کے پیش جام میں ختم ہوا
سب میں اگل ترے آگے ہو خجالت ہے	عارض رنگین کو او کے گر کمون میں گل
ہر ستار بھی فلک پر قطرہ شبنم ہوا	کان کا موتی نہ کیوں پھر قطرہ شبنم ہوا
خلق کو ہمارا عرق آلودہ زلف یار نے	اوس لب شیریں پہ تھا خال سینہ چھنی
اوسکا ہر قطرہ بھی کام آرد بایں ہم ہوا	مرگے ہم بوسے تل شکر میں مثل سہم ہوا
ہو گیا ہے جوش سودا مرا مشہور نام	اوس میں کذبہ حروف نقش داغ غم
حلقہ زنجیر گویا حلقہ خاتم ہوا	حلقہ ہالہ سے مر کو حلقہ خاتم ہوا
عشق اوس نور الی کا ازل سے ہے مجھے	حسن سے او کے پرزادوں کے پیران ہوش
جس سے اے ناسخ ہزاروں سال بعد آدم	رشاخ ہر حیدر ہے بر صورت آدم ہوا

غزلیات تصنیف ناسخ کائنوی	غزلیات تصنیف ہر چند دہنی
عشق کی تسخیر کو ہر شے با افسوس ہوا	۱۹ حضرت جبرائیل نے اوس کو کارا افسوس ہوا
سایہ دیکھا اوس پر ہی کا جس نے وہ مجھ کو	سایہ میں اگر پر بردے کہ جو مجنون ہوا
وقت خال سیدہ کشتہ میں سج سزدن	کیونکہ میں سرشار اوس کے یہ دل مخزون ہوا
موت افسوس کی آئی جیکہ بے افسوس ہوا	خال کے تہ کے سے گویا شہ افسوس ہوا
اوس ادا ہے دھوکے میں حسن کی آٹھ	ماخون سب پرورد پر نہیں رنگِ خوا
ہر جہاں آجواک دیدہ پر خون ہوا	خنجر قاتل کسی کے خون سے پر خون ہوا
نکلنے لگا مثل شہر سنگ صنم سے روشیر	عالی رتبوں کو نہیں کچھ فرعہ دنیا کا
زیر دیوار حرم گواچ میں مدفون ہوا	دانہ انجم نہ گاہے خاک میں مدفون ہوا
بوسہ خال سیدہ تیرے نہیں صاحب اگر	کیوں پسینہ میں نہ مست ناز کی کھوپڑی
ایک دن سننا کہ بنا کشتہ افسوس ہوا	خال کو جو تانے میں نہ شہ افسوس ہوا
امہ تابان میں ہوا لالہ ہوا اس سیاہ	سمجھا میں ہر مار پچاں سحر پر شیر
چو درہ میں شب گر خال کا کل شگون ہوا	اوس رخ رشک سحر چرخ شگون ہوا
چسپ کی جا کوئی دنیا میں نہیں خرم مکدہ	میکدہ برباد طوفان نے کیا اس اشک کے
کیا ہیو دانا تھا کہ ساکن خرم میں اٹلا طون	بچ رہا زندہ مقیم خرم جو افلاطون ہوا
توڑے بند قون کے تارے چاند خلی مایستا	اب شبنم آب خنجر ان ہوا شلیل
لے شہ فرقت ترا آنا مجھے شبنم ہوا	ہاتھ سے اوس کے گلگون کا باغ میں شبنم ہوا
پیم نہید فکری جو خال اس کی سوار ہوا	زیر ریان رکھیں بکسار ان سوار ہوا
نہیں میں تیرے چمن باد ہوا گلگون ہوا	نکست گل گو نہ رام باد سے گلگون ہوا
طوق لالہ کا بڑا اوس کے گل میں کسے	ہو گئی صحرانوردی خضر راہ عشق میں
چاند مجھے شاید اوس کے خستہ ہوا	نقش شہ با کا میرے پر و خیز میں مجنون ہوا

غزلیات تصنیف ناسخ لکھنوی	غزلیات تصنیف ہر خید سدر دھنی
<p>ہے وہ تیغ او سکی نگہ دیکھے اگر سیری غزل طائر بسمل وہیں ہر طائر مضمون ہوا ساتھ زور کے پستی ہمت بھی ہوتی ہے یا ورنہ ناکل سوئے اسفل کس لیے قارون ہوا باغ میں تقطیع اوس سرور وان کی دیکھ سربو کا مصرعہ میری نظرون میں نامزد ہوا اڑد ہے سے بار بآئے د فینون میں نظر کیا ہو اگر نیک کے نزدیک بد بد فون ہوا سکدے میں تن فرے پر انقلاب روزگار جامے سیدھا ہوا شیشہ اگر وارون ہوا میکشور درازاں سے وہ میں صاف ہون جسکے اک پیمانہ سے خالی ختم گردون ہوا بیت ابرو میں اسیر ایسا ہوا چھوٹا بھیر طائر دل بھی ہمارا طائر مضمون ہوا گر گراؤنگا عروج نشا میں تو دیکھنا ایک ٹھوکر میں کمی ٹکڑے خم گردون ہوا کیونکہ لے ناسخ جو راجل دشمن ہو غار کیسے موسیٰ کا علی شہید ہارون ہوا</p>	<p>سرمین وصف پای رنگین یار کا آیا خیال شعر کارنگ حنا سے سرخ و مضمون ہوا چشم گریان میں خزانہ ہے درو یا قوت کا مردم دیدہ تو نگہ ہر قارون ہوا رنگ ہندی سے ہوا گلگون دست گلین پنچہ رگل دیدہ بلبل میں ناموزون ہوا پنختہ معزوں کو تعلق ہونہ کشت دہر جو بھٹنا دانہ نہ پھر زریز میں فون ہوا سکدہ سے اوسکے ۷ لونی کروں میں کسطح گردش طالع سے جام خرج بھی وارون ہوا کیا کمین خورشید روکا ہو گیا ہے عیش داغ انجم سے جو سوزاں سپنہ گردون ہوا خامرا پناہن گیا ہے چون تفنگ صید باز شوق سے نخب ایو سکا طائر مضمون ہوا ہجر نہ رو میں جو لغز زان دل پرورد ہو گئی لرزان زمین اور خرج میں گردون ہوا جو نکالے کون ہے ہر خید ایسا کاروان غرق گرجاہ ذوق میں یہ دل ہارون ہوا</p>
<p>۱۲ موعظ اوسکے نہانے سے بک آب ہوا حباب سحر ہر اک شیشہ گلاب ہوا</p>	<p>۱۳ وہ رنگ التیش سے جس سے شعلہ آب ہوا کہ تاب حسن سے غنچہ خم گلاب ہوا</p>

غزلیات تصنیف ناسخ لکھنوی

دکھائی دیگا فلک ایک یوسف کا پھول
ہمارے رونے سے جسم دفور آب ہوا
ترے بدن پہ اگر ایک بوند غم کی پڑی
رنگ برق مرے دل کو اضطراب ہوا
جو آنکھیں شہ سے رہتی ہیں سرخ پر خون
فراق یار میں کیا بامے انقلاب ہوا
جو یاد بزم میں آئی وہ زگرہ کی گون
نظر میں سا غم دیدہ پُر آب ہوا
نجات ہوگی عذاب حساب سے سب کو
جو پہلے روز قیامت مرا حساب ہوا
جلالہ الت شمسو دے عشق سے جو یہاں
تو واجد اس پہ جنم کالبد عذاب ہوا
یہ رنگ عارض گل رنگ ہے کہ نام خدا
پڑا جو عکس تر آب میں شہاب ہوا
تنگہ سمھتی نہیں اپنے عکس پر اس کی
شجاع حسن سے آئینہ آفتاب ہوا
خلل پذیر ہمیشہ ہے کارخانہ عقل
کبھی نہ خانہ زنجیر یاں خراب ہوا
یہ حسن عشق میں ہر حال میں شریکیم
کہ آیا غمش مجھے اوسکا جو وقت خواب ہوا

غزلیات تصنیف ہر خدیوہ لکھنوی

پڑا تھا اوس کے رخ آتش کی عکس میں
تو سوز غم سے دل بحر آب ہوا
ہے دردناکی ہوئی نامہ کیا شکن سے پیچ
رقم جو او میں مرا حال اضطراب ہوا
نہ دیکھ کر شام جدائی کی گاہ صبح وصال
ہمارے گرد مش طالع کو انقلاب ہوا
ہے خون دل میں کہ جل جائے خس مرگاہ
کہ آتش مری اس چشم تر کا آب ہوا
کیون رات دن کر رہے جو یہ حساب ہم
کہ روز حشر کا پیدا پئے حساب ہوا
نہ آئی موت ہے مر جا تو چھوٹی غم سے
یہ جینا روز جدائی میں اور عذاب ہوا
اس اشک خونین کی نگہ سازی دیکھ کر
کہ رنگین پردہ دیدہ بھی چون شہاب ہوا
جو رشک نہ رکھا پا تو سنگ مر مر
فروغ حسن سے پر نور آفتاب ہوا
خزان سے باغ کی سرسبز سی کی ہو بربادی
کہ خشک ہو کے گل ترکا تن حراب ہوا
ہم اپنے یوسف ثانی کی دیکھتے صورت
نہ ایک بار زلیخا شب کو خواب ہوا

غزلیات تصنیف ناسخ لکھی	غزلیات تصنیف سرحد سرحدی
یہ رنگ بوج ہوا میری آہ گرم سے ہے ہر ایک مرغ ہوا سینگ کا کباب ہوا جہاں نظر میں یہ تار یک تھا کہ ناسخ سودا گور مجھے رشک ماہتاب ہوا	جو شمعرو کا مرے حسن آتشین دیکھا تو جلکے بزم میں پروانہ بھی کباب ہوا فروغ حسن ہر چند رشک مرے رکھے کہ زرد دیکھتے ہی جسکو ماہتاب ہوا
زلف سے کیچھو شازہ کو نہ زہار جدا کاٹ کھاتا ہے جو ہوتا ہے سہارا جدا آنکھ نے لطف ہے پلکین بوج لے یا جدا کس طرح آبلہ پاسے کروں خار جدا دل کو مجھ سے کریں گے ابروئے خوار جدا عضو سے خضر کو کر دیتی ہے تلوار جدا لون جو بوسہ نہ لبوں سے ہو لیا جدا ہے وہ بلبل ہر جو غنچے سے ہو منتقا جدا سر عشاق یہاں بکتے ہیں معشوق دہان کوئی قاتل ہے جد امیر کا بازار جدا آدمی آدمی ہے اور ہے حیوان حیوان تیری رفتار جدا اکبک کی رفتار جدا لاکھوں نے کاٹ کے سر رکھ دیے قاتل کے اونگلیاں ہو گئیں یوسف پہ جو دچار جدا تیغ ابرو ہے جو بے قبضہ کرے خونریزی ورنہ مہل ہے جو قبضہ سے ہو تلوار جدا	عارض سیمین سے کا کل ہنوز نہار جدا گنج سے انس رکھے کس طرح ہوا جدا عارض صداقت خط ہو کو کبے یا جدا گل سے کس طرح بھلا ہو کر ہے خار جدا دل سے ہو کس طرح دھواں ابروئے خوار جدا سیان سے رہی نہیں طاقت تودہ جدا رنگ چہرہ کا ہے گل سے تیرے لے یا جدا تیرا سا کیا بولے گی بلبل کی ہر منتقا جدا سنگ طفلان سے بنا سنگ تیرا زوا جدا میرے سودا کا ہے ہنگامہ بازار جدا ہو رفاقت کہاں ماند و تن ہمراہی کی نا توانی سے ہوئی طاقت رفتار جدا سیکڑوں دلمین میں ہاں کہوں یک نہیں بار و گریار سے آگرین و چار جدا تشنہ آہ دم تیغ ہوا ہوں قاتل ہوں بے غم سے میرے کہاں تلوار جدا

غزلیات تصنیف ناسخ لکھنوی	غزلیات تصنیف ہر چند دہلوی
<p>کیا ہی لچک ہے والد بدلیں ست کا مثل رگ ہو نہیں شستہ زار جدا ہم بغل ہوتے ہی میں جزد بدن جاؤں نہ تن یار سے ہو میرا تن زار جدا نام رکعت ہے کہ بغیر شستہ کہیں نہیں غسل حرم و خانہ خار جدا عیش ہے عاریت سے باغیاں اور بیچ نام کیا ہوں گلچیں سے بھلا گل کی روش خار جدا سرو سامان کر کیا ذکر کہ غافل راگ دن بم سے سحر جدا سر سے دستار جدا بوجھہ اپنا کبھی ڈالانہ کسی پر میں نے ہوئی تعمیر میری سقف سے دیوار جدا سنبڑہ خط سے ہوا میرے حواشی روپوش کرتی ہے حاشیوں کو جد دل زنگار جدا تخلیہ جا بیٹے جس وقت میں میر ہو وصال قبر میں رکھتی ہی کیونکر نہوں غمخوار جدا نا تو لب جام فغان کرتے ہیں مٹھ سکے کرنا ہے جو وہ کافر میخوار جدا گل چلے جاتے ہیں ترکہ تہیں برگ گلبن ہم تہی دستوں سے کیونکر نہوں زرد و جدا</p>	<p>پیر گردن کو میں کیوں طفل برہمن کہوں قشقہ ماہ ہے اور کمکشان زار جدا ہوں تپ سحر سے میں یا نقیبہ ولاغر کب تک کھائی دے ہے بستر سے تن زار جدا اشک خونیں سے بھرے بادہ گلگون انہیں میری چشموں کا ہوا خانہ خار جدا خبر دیوان چمن سے نہ وفادار ہوا لگ رنگ گل گل سے کہاں ہوتا ہے جو خار جدا سیمین برگی کروں پوشاک کا عالم کیا رکھنی زرتار سے ہے طرہ دستار جدا اوس پریدہ کے تپ تار میں جہ دور می ہے پاستل میرے ہوا سایہ دیوار جدا سبز خط کے میں ہوا تیغ نظر مجھے بزم زخم سے ہونہ کبھی مرہم زنگار جدا غمرہ داہ فغان درد کو رکھتا ہوں سبق کس طرح دل سے کروں ہجر کے غمخوار جدا اشک گل رنگ کی سے ہے کر میخواری ہے مردم چشم کو دیکھو کہ ہے میخوار جدا مثل قارون کے خزانہ دریا کوں سے نہ رکھ مردم چشم ہوا دیکھ لو زرد و جدا</p>

غزلیات تصنیف ناسخ لکھنوی	غزلیات تصنیف ہرچند سرحدی
راست گو کو کچھ ایسا کہ زبان میں نہ فوق شمع کی طرح دلا سہ ہو جو سو بار جدا فصل کیونکر کروں دنوں میں گوارا ناسخ گر تجھ سے نہیں جیہ رکڑا جدا	شمع روشن بھی جل آتش رو کی آئین سوز سنیہ ہے جدا اشک شہر بار جدا فتیابی نہ ہرچند کیوں اعدا سے تجھے فصل رہے مدد جیہ رکڑا جدا
پیش تر سے یہاں ہو تو ہر سان پیدا کھانے کے وقت سے اول ہو دندان پیدا ہو گئے دین ہزار دن ہی گل اندام اس میں اسیلے خاک سے ہوتے ہیں گلستان پیدا ہے شبہ سحر بناؤ ٹھوکر دس دستہ بریا صبح محشر نہ تو چاک گریبان پیدا خار غم میں نہ جو نہاں کی ہر ساری عمر سیری تربت سے ہو نخل مفیلاں پیدا گر نہیں ہے وہ پری کیوں ہر جھبو کا چہرہ کہ خدانے تو کیے خاک سے ان پیدا ہم ضعیفوں کو کہاں آج و شد کی طاقت آنکھ کی بند ہو کو چہ جانان پیدا صد مہ دگر جو ہوانا سوزان نکلے جس طرح سنگ سے آتش نہاں پیدا سنگ کسا بر آسٹوریدہ بنے ہوئے پاؤں کے لیے خار بیابان پیدا	۲۴ انہیں کھانے کا حق نہ کیا سان پیدا عمر طفلی سے دہن میں کیے دندان پیدا آئے گردقت فدان او س قدر عذابا خیا کیا عجب آج سے ہو سر و گلستان پیدا دیکھہ گزار میں گل و کو ہوا دیوانہ کسوت گل میں ہوا چاک گریبان پیدا سر میں سودا رکھوں ہوں سنگ بیابان پیدا آبلہ پانی کو میں خار مفیلاں پیدا دیکھہ حسن پر پر و کو کسا پر یوں نے غیرت عور کیا حق نے یا ان پیدا دل سے سکے گیا ہے تاب آتش و شمشیر جان لینے کو ہوا ہر غم جانان پیدا شمع رو کی جو لگی رہتی ہے آٹھ پیر شمع سان دلمین ہوئی سوزش نہاں پیدا کوچہ یار میں رہنے نہ یا کوئی دان جوش سودا نے کیا سیر بیابان پیدا

غزلیات تصنیف ناسخ لکھنوی

غزلیات تصنیف ہرید لکھنوی

ہون میں ہوا گیا غیر کے دل کا دھڑکا
کی میری روزِ نورِ خاصیت دریاں پیدا
طلبِ ششِ حسنِ ازلی میں ہوں وہ گرم
کہ ہوا مضغہٴ دل کیسے میں بریاں پیدا
اوس پریر کو جو ارساں کروں بائے شوق
بیضہٴ مور سے ہو مرغِ سلیمان پیدا
اس طرح خاکِ سیاہ چہرہٴ پر نور بن
خلعتِ شب سے ہو جیسے مہتاباں پیدا
تو ہے خورشیدِ ستاری میں جبینانِ جانا
تیرے پر تو سو ہوا ہے مہکنانِ پیدا
بدلے زار و سجا اوسی چاند کو میں نے دکھا
آنکھ سے گھاتے ہی ہوا جلوہٴ جاناں پیدا
آشیاں میری چمن میں جو لگاؤ اکشر
بیضہٴ زراغ سے ہو مرغِ خوش الحان پیدا
شادی رنجِ ازاں سو ہیں ہم میری ستم
زخم کی طرح مرے لب سے خندان پیدا
روزِ مولہ سے نہیں پیشِ مہربانِ مین
زخمِ میری ہے جو بشر ہوتے ہیں گریان پیدا
آدمی پر ہے تعلق کو جہان میں سبقت
بعد کا نٹوں کے ہوا گوشہٴ داناں پیدا

ہو مرضِ جسکو یہ مرکزِ اوست صحت ہو
تب ہجران کا ہوا ہے کہاں دریاں پیدا
مرغِ دل سوختہ ہے سوز سے رکھے پرآہ
ورنہ پرکٹ کر رہے طائرِ بریاں پیدا
دھیان رہتا ہے پریر کو کاسہٴ انیس
گردِ ششِ چشم کو ہے تختِ بیدان پیدا
جعدِ مشکین میں گوندِ ہا قنبہٴ زریں سمجھ
شبِ یلدا میں ہوا ہے مہتاباں پیدا
دیکھتی کاش زلیخا جو مرا غیرت مہر
ہو نا کلبِ سکویہٴ عشقِ مہکنانِ پیدا
ہے نہاں چشمِ بصیرت سے نظر آتا ہے
ہر جگہ دیکھ لے ہر جگہ جاناں پیدا
نغمہٴ سنجیِ قفسِ تن میں ادسی کیا کیا ہے
طوطیِ دل سے کہاں مرغِ خوش الحان پیدا
دیکھ کر یان مجھ پر کر رہے خند
میرے گریہ سے ہوئی صورتِ خندان پیدا
باعثِ خندہٴ دیگر ہو تولد او سکنا
جب شکمِ والدہ سے لڑکا ہو کر یان پیدا
بچہٴ دستِ خونِ لیا پیرا ہن چاک
ہو قبا کو میری کس طور سے داناں پیدا

غزلیات تصنیف ہر خند دہنی	غزلیات تصنیف ناسخ لکھنوی
<p>حسن پر نور ترا غیرت صد حسد سایہ سے تیری نہ کیوں ہو کہ گنواں چاہ کر کے پیاء چہ غیب سے نشون کی دھوکہ کہ ہے چاہ نہ ادا شاخ فرگان کو نہ کیوں پنجہ مرجان اشک خونیں سے ہوا دادہ مرجان دل جو سودائی مرا عشق پر یو میں وہ رگ جان سے ہوا سلسلہ جہان پوست تن کی دی پوش کمال میں یوں تو گر پوچھتے ہو ہم ہوئے عریان بھولا ہر حید تو کیوں یاد آئی دل سے کیا ہے بہر عبادت تجھ انسان</p>	<p>دیکھ کر تجھ کو ناسخ کی مقرر کئے ہیں دوسری بار ہوا ہے مہ کنعان پیدا ہر شجر نے جو دیا باغ جہان میں یک پھل شجر قد سے ہوا سیب زرخندان پیدا چشم ترین ہے یہ عالم مثرہ پر خون کا جس طرح جسم میں ہو پنجہ مرجان میری زنجیر یہ کتنی تھی تاوازلت بعد مجنون کے ہوا سلسلہ جہان پیدا کیون نہ ہم عالم اسکان میں کریں ترک کیا جب کہ خالق نے کیا ہو ہمیں عریان پیدا تار میں سجدہ مہجود میں ناسخ مقرر سر سے اسوا سطرے ہوئے میں لکھنوی</p>
<p>ناموری شب کو غم یار فرسوز ندیا اک پلک بھی چشم زار فرسوز ندیا یا در خسار کی دلمیں جو رہی ساری صبح تک حسرت دیدار فرسوز ندیا خواب میں یا سو مہر جو لکھا تیرے صبح تک دیدہ بہیدار فرسوز ندیا رات بھر رورو کے چشموں سے بہاؤ اک پلک بھی دل بیمار فرسوز ندیا</p>	<p>۳۹ ساتھ اپنے جو مجھ یار فرسوز ندیا رات بھر مجھ کو دل زار فرسوز ندیا خواب ہی میں نظر آتا وہ شب بکریں سو مجھ حسرت دیدار فرسوز ندیا خفتگی نجات کی کیا کہی کہ خبر خوابم عمر بھر دیدہ بہیدار فرسوز ندیا مرگ اک سوتی تھی ورنہ کرا تا شب کو کہ جہان کو ترے بیمار فرسوز ندیا</p>

غزلیات تصنیف ناسخ لکھنوی	غزلیات تصنیف ہر چند دہلوی
یا دوس لہ کی رہ رہ کر کچھ دلوائی	یاد دوس لہ کی رہ رہ کر کچھ دلوائی
ہجرت میں مجھ کو شب تار نے سو فی نہ یا	ہجرت میں مجھ کو شب تار نے سو فی نہ یا
یہی صیاد گلہ کرتا ہی میرا ہر صبح	یہی صیاد گلہ کرتا ہی میرا ہر صبح
نالہ مرغ گرفتار نے سونے نہ یا	نالہ مرغ گرفتار نے سونے نہ یا
سمجھتے تھے بعد فنا پائیں گراحت ناسخ	سمجھتے تھے بعد فنا پائیں گراحت ناسخ
حشر تک وعدہ دیدار نے سو فی نہ یا	حشر تک وعدہ دیدار نے سو فی نہ یا
باغ میں روندے بہت پھولوں کی خیرین	سینہ پر گل سو میری ہو گل کا خرمن زیر پا
لاکھی اپنے شہیدوں کو بھی مدفن زیر پا	گلبدن جبوقت لاکھی میرا مدفن زیر پا
یہ اثر زنا گشت کا ہے کہ کانِ غسل ہو	دم میں بن جائے کیوں زنا گشت کا سوسہ
ایک دم آجائے گریہ کی معدن زیر پا	سینہ پر گل آگے گریہ کی معدن زیر پا
ہاتھ دڑا تو زمین سے سو شہید ناز فی	دایری دست جھڑن کیا ہے تری پردہ
آگیا چلتی میں قاتل کا جو دامن زیر پا	چاک کر جامہ کو لاتا ہے تو دامن زیر پا
گلشنِ تصویرِ قالی تیرے اوٹھ جائے کٹھن	سوزِ ہجر شعلہ رو سے پسک شعلہ ہون
مورتِ برگِ خزان کرتا ہے شیون زیر پا	کرتا ہے غمِ غسل بانی چل سکے شیون زیر پا
اوسکے تلون کی نزاکت کا رون کیا مین	رومی گل پر پاؤں گر رکھدی مرادہ گلبدن
روئیں ہیں قالمین کہ مانند سوزن زیر پا	رگ سے اوکھ ہو خلش چون لو کہ سوزن زیر پا
وگئی تیری بازوئی مازک کو پتھر تکلیف تیغ	میرے سر پر بیدار دن بھی تیرا احسان
لاٹو اپنے شہیدوں کو نہ مدفن زیر پا	سنگدل لاکھی اگر تو سنگ مدفن زیر پا
آج چھو سکتا نہیں کوئی بھی تجھ کو ہاتھ سے	پاس پر تربت رکھے رکاش کے وہ سنگ
ایکدن روندینگے سب تیرا بھی مدفن زیر پا	سبز چون برگِ خنیا ہو سنگ مدفن زیر پا

غزلیات تصنیف ناسخ لکھنوی	غزلیات تصنیف ہر چند سر دھنی
خاک پر کچے خانی پاؤں اپنے تو اگر	شمع رو کا گر مے پروانہ دیکھے حسن رخ
پنجش خہ نقش پا کی جاہور شین زیر پا	رکھے بے قدری سے رو شمع روشن زیر پا
خاک صحرا چھاننا پھر تابوں اس غبار میں	کاش فرش سبزہ پر رکھے قدم جو سبز خط
آبوں میں کر دیے کانٹوں نے روزن زیر پا	نازک ہے ہلو شتر سبزہ سے روزن زیر پا
زلف جانان یا آتی ہے جو صحرا میں مجھے	یا دہے خار کو میرے کیا فن افسونگری
جادو صحرا ہوئے ہیں مار رہن زیر پا	نقش مسطر سے رکھے ہوا رہن زیر پا
سنگ مقناطیس کی ہولوح میری قسبہ	زنگ سے حندی کے وہ ہرنگ کندک کسبہ
یار کا رکھتا ہے تو سن نعل آہن زیر پا	میرے گراؤس سیم تن کے آئے آہن زیر پا
سرودیکھیں گے جاؤس سرو خرااں کا خرام	ہمارے کب وہ گلاب بہر تماشا باغ میں
بھرنے ٹھہرے گی زمین صحن گلشن زیر پا	رکھے ہندو بی بہار رشک گلشن زیر پا
دوستوں کے روزنہ ہے دل پہن کے نقش تو	سرکشی رکھتا ہے کیوں کھنکھار ساری نظر
ای پری کہنا ہے بیجا بکو دشمن زیر پا	آئے گی اک در خاک دوست شین زیر پا
اس عمارت کو نہ تو سر پر اوٹھا لیا گا	نقش نعل کفش پا دیکھا جو بر کوٹ میں
دیکھ اے فاضل ذرا تیرا ہے سکن زیر پا	سبھی ماہ نو کا ہم سر رو کے مسکن زیر پا
رقص میں آتی نہیں اوسکے گھونگرو کی صدا	کب صد اوقت خرام ہے زنگ کے پلاک
کرتے ہیں سودگانِ خاک شیوں زیر پا	طائر رنگ خاکرتے ہیں شیوں زیر پا
دیکھو اوس سر کو جو جہیز سے بولیں قریا	دم میں زندہ ہو دے اچھا و سچا سے تیرے
طائر رنگِ خاک کا ہوشین زیر پا	طائر قالین کا گر ہو دے نشین زیر پا
دیکھو پائے خانی کو خدا ہی نے کسا	ایک دم میں فیض عکس حسن سیم اندام
وہ صنم پاؤت کی رکھتا ہے معدن	نقرہ خالص ہو جو رائے کی ہو معدن

غزلیات تصنیف ناسخ لکھنوی	غزلیات تصنیف ہر چند سرودھی
ہوں میں وہ بخود پہ دفع صداع وائلہ	صندلین نکات تب غم کا ہوا ہے درد
گر خاسر پہ ناسخ تو چند نہریا	دور کب ہو گر لیں ہر چند چند نہریا
۱۴ کیا مرے روتے سے اک یار کا چہرہ اوترا	خوف سے حضرت طوفان کا چہرہ اوترا
آبِ اشک ایسا چڑھا شرم سے دیا آؤ	سیلِ اشکوں کا جو پایاب جا دیا اوترا
مردے جی اوٹھے جو بیٹا ق سے مینا اوترا	میکدے میں گئے ہم طاق سے مینا اوترا
رند کہنے لگے کہیے سے مسیحا اوترا	دل بیمار کے درمان کو مسیحا اوترا
وزن میں کاغذ تصویر تصور ہے گران	دیکھیے اوسکا اوترا اور کمان تک اوترا
جب سے وہ دھیان چڑھا کیا بدن اپنا اوترا	جب سے غم دل پہ چڑھا جسم ہے اپنا اوترا
ہیں وہ تیرے لبِ جان بخش کہ نظارے کو	قبر پر جانان جو آیا تو پکارا محسوس
ملے صنم مرغِ چارم سے مسیحا اوترا	مردہ تھا جی اوٹھا جانا کہ مینا اوترا
ہم تو حاضر ہوئے لیکن نہ کیا تو نے قتل	چرخ پر دیکھا جو شب عقد شریا سمجھ
تن سے اوترا جو نہ سب بوجھ تو سرکا اوترا	گوہرین مہر کا جھوم کہیں سرکا اوترا
دوہرے ترے کوچہ میں ہم گر بیٹھے	نور کا بتلا ہے اور تسبیہ جوانی کا چڑھا
ہو گئی شام نہ دیوار سے سایا اوترا	آفتاب حسن کا تیرے کمان سایا اوترا
اشکِ حسرت یہ بہر وقت دواعِ جان	خیشم پر آبِ مین پایاب پھرے تیرا
کہ مرے گھر سے جو نکلا چھڑے گنگا اوترا	طفلِ اشک کو دیکھو کہ ہے گنگا اوترا
غم کے خمِ محبوبِ قاتی میں چڑھا جاتے ہیں	سورِ ششِ غم نے دیا آنکھ سے پانی کو سکھاتا
ہجر میں حلق سے اب کیا نہ قطر اوترا	ہجر میں رو تو آنکھوں سے نہ قطر اوترا
یوں فلک سے کبھی اترے نہ شاہِ ثاقب	بجلی سی جلی جھین آنکھ کہ جب کبھی ٹپکے
جس طرح بام سے اپنے وہ بھبھو کا اوترا	زرین پوشاک پہن بن کے بھبھو کا اوترا

<p>غزلیات تصنیف ہر چند سرور شہی پہنچناغہ کی طرح پنجہ جراح جہلا زخم سوزان سے مرے لیکٹ پھانا اوترا دوش پر بار چھاسر کا ہے قاتل تو اوتا جو ہر تیغ سے ہے موت کا آیا اوترا تا کہ تھی ساقی بدست کی کل سیگون چشم آج تک کیف سے اس کے نہیں شاد اوترا ہاتھ سے پھول رکھا گلہ دے جب بگری پہونچے سے پہونچی لچک بازو سے شاننا اوترا سرفراز سے ٹپک خاک میں پامال ہوا نظروں سے اشک سا ہر چند مل لیا اوترا</p>	<p>غزلیات تصنیف ناسخ لکھنوی سب سے بڑے گلہ دے سے یہ نکلا خورشید جب داغ سر شوریدہ سے پھانا اوترا چشم زار میں ہون کو خوار کیا ہو تیغ مگر مذہرت کا تو مری شان میں آیا اوترا کسی حالت میں مجھے ہوش نہ کر کا نام نہیں چڑھ گئے اجڑے سودا کے جوت اوترا بار دامن سے اوکھڑا ہے نہ کیوں تیری آستین کا یہ ہوا بوجھ کہ شاد اوترا نہیں چڑھتا ہوں کیسکی بھی نظر پر ناسخ یار کی نظروں سے افسوس میں ایسا اوترا</p>
<p>۱۱ میں سمجھا سر پہ ٹوٹ کہیں آسمان گرا جب دل پہ غم نہ روکا بار گراں گرا کیا شوق پایہ بوسی مہر ہوا اوسے روئے زمین پہ عکس خور آسمان گرا ہے ضعف ناتوانی سے وقت خوام اوشھا عصا آہ پکڑ کر جہان گرا وہ داویج یاد میں اس نال چرخ کو آیا جواسکے ہیچ میں بیرو جان گرا جوش جنون کو میرا پسند ہے یہ شور و سنگ مر پہ جسنے مارا تو وہ نے فغان گرا</p>	<p>۱۱ شہر پر ہار اونکے نہ اے آسمان گرا جو بگ گل کو سمجھیں کہ سنگ گراں گرا ساقی کے ہاتھ سے جو گرا شیشہ شہر سمجھا میں بادہ کش کہ خرم آسمان گرا مٹی دمان کی لیس گئے عطار بہ عطر اوس رشک گل کے مونہہ کا پینا جان رشک چمن ہوا ہے ہر اک نو نال سہر کٹ کٹ کے تیرے عشق میں کیا کیا جان پانی شکست دل نے بزم شکست گرا بالاے سنگ شیشہ مرانے فغان گرا</p>

غزلیات تصنیف ناسخ لکھنوی	غزلیات تصنیف ہر چند دہلی
آزاد ہیں مہر سے افتادگان خاک اوڑتا پھر اشجور سے جو برگ خندان گرا عالم کو تیرے چاہ زخندان سے عشق ہے یوسف بھی ادس کنوئیں میں سے کاروان گرا پامال جگر یگا مجھے پاسے گاسزا شیشے کی طرح خاک پہ مین ناتوان گرا نفرش رہ سلوک میں افتاد و نکو ہو گیا ٹھوکر نہ کھا کے ایک دن آبِ دال گرا کیا مال رعب فقر کے آگے ہے سلطنت رویامین سے افسر نوشیروان گرا ناسخ نگاہ مست سے دیکھا جو مارنے مانند مست ہر شجر بوستان گرا	کیا دوق زمرہ ہوا صرصر کو مٹسیر پر شور شاخ نخل سے برگ خندان گرا نیکے عزیز و یوسف دل ادس سے کس طرح چاہِ ذوق میں آنکے خود کاروان گرا کیونکر جلون کہ جل نہیں سکتا ہوں اک قدم اب سوراہ صفت سے مین ناتوان گرا طوفان اوٹھا کہ شہر دن کی تعمیر گئی اب آبشار چشم سے آبِ روان گرا بالائے تخت زلیست تلک جلوہ گر رہا مرکز نشیب قبر میں نوشیروان گرا ہر چند مژگان گریہ سے شاخ نہال ہے ٹھیکہ جواشکِ سرخ گل بوستان گرا
جب خرام ناز کو تو اسے بری پکراؤٹھا ہر قدم پگڑی جافتنہ محبت اوٹھا آپ مین دیوانہ پورے ڈالتا ہوں اپنا دست نازک سے زنجیر الصیغہ تھراؤٹھا طرفہ گل اس باغ میں ہیں اور شبنم ہے ہنس کے جو بیٹھا میری محفل میں ہر دکر اوٹھا ہو صفائے دل کے آگے خاک آئینہ کی قدر میری محفل سے مکر رہو کے اسکندر اوٹھا	شور حسن فتنہ زاجب ہے بری پکراؤٹھا بیٹھے بیٹھے بولے سب ہنگامہ محشر اوٹھا ضعف ایسا ہے بنے گرام میری خاک سے کب صدا نکلتا اگر مارے کوئی پتھر اوٹھا سانس بھرا پتے ٹھکانے پر بیٹھے گا بھی اسے دل مخزون نہ دروغم سے غل دکر اوٹھا صاف تن آئینہ رو کیا نظر آیا اوٹھا دست حسرت مار کر زانو سپہ سکندر اوٹھا

غزلیات تصنیف ناسخ لکھنوی	غزلیات تصنیف ہر چند دہلوی
<p> باتوں آٹھ سکے نہیں کیا جاؤں کوئی ہاتھ اپنی زلیست سے اب دل مضطرب دشمن ہے میری گردن کشی مانند شمع افسر ز شوق سے رکھ پند اتنا سر اوٹھا کر دیا ہے یا چشم گردن جانان نیست سامنے سے ساقیا اب شیشہ دسانہ مجھ سے ہوتا ہے لیزم اب جنون بھری اور کوہ عشق کے کتا ہے تو گدراوٹھا زندگی میں صرف کرتا ہو سبکہ دشی مثل قارون خاک میں جا کر نہ بارز اوٹھا چاہیے تعمیر دل جو ساتھ اوٹھا لیگا یوں خرابی کے لیے دیوار اوٹھا یا در اوٹھا ہونہ ہیچو گداورائے خاک مشت نہیں تو یہی سمجھا غبار تو سر لب اوٹھا بات جن ناک مزاجوں نے اوٹھی تھی بوجھ آواز سے سیکڑوں میں خاک کا کیوڑا مصحف رنج کا جو بسہ لیکے میں منکر مجھ سے کہتا ہے کہ اب آں تو سر اوٹھا خاک میں ملتی ہے عزت روز تباہ ہو اس گلی سے بس بہار خاک اسی </p>	<p> وصل ہو گا صبر کر خاموش ہو بیٹھا شور گر یہ ہجر میں لڑے دل مضطرب سر کشی اس بزم میں باعث نقصان کاتا گلگیر ہے شمع کا جسم سر اوٹھا خاک سے میرے بنا ساقی تو جام میکہ یارے نوشی کو لیگا ہاتھ میں ساغر اوٹھا چرخ کب سپری جوانی وقت شکستہ کہکشان دماہ نو کی لیزم دگدراوٹھا آبرو کو خاک کرتی ہے ہوائے سیم بوڑھے گل آگ بین جلتی ہے حرر اوٹھا کیوں نہ خوش قطع ہے معارف قدرت کی بنا جسے کاخ حسن کو دیکھا وہی شہید اوٹھا ہم نشین پہلو میں میرے ہو گیا درد پاس سے جسم کہ وہ آرام جان دل اوٹھا سیم کے سوز سے کشتہ ہوا سیار دل خاک لیجا میں مری مفاسد اب کیوڑا آبروے روئے آئینہ سے حیرت ہے مجھے صاف رو کی کیا ملی ہے خاکیا سر اوٹھا عینے تک کو رسائی کوے جانان نہیں بعد مردن خاک لیجا کے وہاں سر اوٹھا </p>

غزلیات تصنیف ہر چند سحرانی	غزلیات تصنیف ہر چند سحرانی
آنا سن دوس شمع و کا شبنم رقص میں	کیا سخن سنجی سے حاصل جیت مذاں میں
ہر طرف ملکی زری شمع بھی ہر چند سحرانی	فلک کے زانو سے اسی شمع بس اپنا سحرانی
بلبل دل رخ گل رنگ کو گلشن سمجھا	میرغ دل کو چہ سفاک کو گلشن سمجھا
شاخ ابرو کو بھی وہ شاخ نشین سمجھا	تین کو طایر جان شاخ نشین سمجھا
خواب میں یار کا دامن بکڑ کر چھوڑا	چھوڑنا اوس کا گوارا جو نہیں ہر واضح
جون زلیخا اوسی یوسف کا دین دامن سمجھا	دامن دشت کو میں یار کا دامن سمجھا
جب تجلی رخ تابان کی نظرائی مجھے	بعد مرگ آیا جو دھیان اپنی سید کاری کا
شعلہ نور سطور میں روشن سمجھا	لحد تیرہ کو میں خانہ روشن سمجھا
کھائی ہے چوٹ غم گلر دلی دہر اوسے	خوب ہو کا مجھے سسی کی اودا ہٹ دے
نیلگون باغ میں یوں غنچہ سوسن سمجھا	دہن یار کو میں غنچہ سوسن سمجھا
دسمدم خون جگر اوسے روان میت ہر	بے گمان مورچہ خط کا اسی سیرت و فور
اپنے ناسور کو قوارہ کا روزن سمجھا	میں ترا چاہ دقن مور کا روزن سمجھا
دھیان نے اوسکے کیا فضل دل کو پر نور	کس تر او گلی یہ رکھی فاتحہ کو فنق پسند
مشعل مہ سے رخ یار کو روشن سمجھا	شمع معکوس لحد پر جو میں روشن سمجھا
گردن یار پہ ہر چند زلف کو دیکھ	کائے کھائی ہر مجھ فکر سخن اے ناسخ
شاخ صندل یہ لٹکتی ہوئی ناگن سمجھا	دو زبان قلم اپنے کو میں ناگن سمجھا
منزل جانان کے جانے کا گلہ جاتا رہا	ساتھ ملے کا بھی اب مجھ کو گلہ جاتا رہا
ساتھ میں جاتا تھا جسکے فائدہ جاتا رہا	کیا نسیم ہوئے گل کا فائدہ جاتا رہا
دست نشانہ کیا زلفوں کو گرچہ تار رہا	سنبھل جنت ہوئی لیل کی زلف عنبر رہا
پر دل سودائی کا کب سلسلہ جاتا رہا	قیس کی دیوانگی کا سلسلہ جاتا رہا

غزلیات تصنیف ناسخ لکھنوی	غزلیات تصنیف ہر خندہ دہنی
قابلِ نظارہ جان بازی عشق ہے تو عشق کا مجھ کو روں کیا حوصلہ جاتا رہا چند روز آگے نظر آئی مجھ کو اچھری وہ جنونِ عشق کا اب دلولہ جاتا رہا تھا جو ناسخ فرق صبح و شام میں نہا اوسے منہ پر زلف چھوڑی فاصلہ جاتا رہا	ہو فانی دلِ پاکی دیکھ کر ہے جان پہ رنج دل لگی کا دل کو میرے حوصلہ جاتا رہا نالہ و آہ و فغان کا کیوں نہ دلیں ضبط ہو ضعف سے دردِ جگر کا دلولہ جاتا رہا یار سے چشم ہو تو سیڑ آئیں میں دل گو کہ ہر خندہ دور تھا یہ فاصلہ جاتا رہا
چراغِ زیستِ مرا جب تلک کہ روشن تھا فتیلہ نالہ دل تھا تو اشکِ روغن تھا نظرِ پڑا جو مجھے ایک کو دکھ دہقان بسانِ ماہ وہ کافر میانِ حرم تھا گلہ نہیں ہے خرابی کا کچھ کہ مثلِ جاب طفیل اشک ملا اپنا خانہ تن تھا رہی نہیں مجھے اب دوستی حسدوں کو گم ہو وہ دن کہ مرا اک جان دشمن تھا نہ کیوں لطیف کو ہوتی کسبِ نفرت کہ روح کو تنِ خاکی غبارِ دامن تھا فراغِ غم سے ہوا جب سے دل بنو لیب بغل میں مال جو تھا مجھ کو بیمِ رہن تھا جو موجِ رنگ ہے سنبھل تو گردا بد سے رو نشان بھی پاؤں کو کل مجھ کو دشتِ گشت تھا	چراغِ ماہِ جو شب کو فلک پہ روشن تھا لگا فتیلہ نہ اوس میں پڑا نہ روغن تھا ہوا ہے عشق میں یہ کشتِ چشم سے جا کہ دانہ اشکوں سے دامن میں میر تھا چلو جو تیرنگہ اوس کسان ابرو کے بزرگ تودہ کے سارا چھنا ہوا تن تھا ہوئی تھی دل لگی جب سے تھا دلیں بھیتا تا کی ترک دوستی اوس سے کہ جان کا دشمن تھا غبارِ قبر مرا اوس نے جھاڑا دامن سے وہ نازنین ہی نزاکت سے بار دامن تھا اندھیری رات تھی دل جاتا تھا مرا اوس تو کاٹا اوس کو نہ تھی مانگ مار رہن تھا سہال شوق تمنا ہوا شہرِ آور شب وصال مری بر میں شک گشت تھا

غزلیات تصنیف ناسخ لکھنوی	غزلیات تصنیف ہر چند سرحدی
خبر ہوئی نہ شب تار ہجر کی محسوس تمام رات خیال غدار روشن تھا میں عجب حسن کس طرح جھانکتا اس کو کہ چشم شیر تھی دوبار میں جو روز تھا جھلک دکھائی دے وہ شہسوار جیکہ چلا ہمارا پیکر خاک غبار تو سن تھا وہ آشنائے ترا ہے جو غیر ہو سب سے میں شیخ دیرین تھا کبر میں برہمن تھا ہر ایک موج بھی زنجیر ہے دریا میں ترا جو حسن جنوں خیر عکس گن تھا میں الم زن تھا فقط اور تھی سبھی خندا میں عند لب تھا شاید زانہ گلشن تھا ہوا ہے موم ترے عکس رخ سے آئین دیا کبھی گفت داد میں یہ آہن تھا فنا ہے خضر کو لیکن مجھ نہیں ناسخ زیادہ آب بقا سے بھی آہن تھا	شب فراق کی تاریکی کو ہوتی جبرست چراغ داغ جو گھر میں ہمارے روشن تھا ہزار چشم سے وارہ کو تھا گریہ غم وہ خون نشان مر زخم جگر کا روز تھا چلا جو تیز قدم شہسوار آہ جگر فلک بھی ابر سے گویا غبار تو سن تھا تھا تار سنبل زنا رقص تھا گل سے ہمارے موسم گل میں چمن برہمن تھا تھا روز فرقت مر دین میرا وہ قابل خط شعاع سے خورشید بیخ افکن تھا گیا جو سیر کو وہ گل بہار حسن کو کبھی اڑا بڑنگ صبارنگ رو گلشن تھا لباس وہ خون میں مگر تھی کہ تیغ قاتل کا بڑنگ شعلہ دیم تل آہن تھا زمین تھی نقش سر ہر چند تختہ گلزار لگا جو نقش میں گل کر نعل آہن تھا
رات بھر جو سامنے لکھن کر وہ مہارہ تھا غیر تہمتا بایا دامن نظر آ رہا تھا بن گئی گرد آب میل آشاک جان گر دہاد ابر کی طرح میں جس نہشت میں آوارہ تھا	گلشن سینہ میں داغ دل بھی آتش بارہ شعلہ رو کے حسن کا جو دھیان میں نظر آ رہا تھا میں ہوں وہ دھنی کہ صحرا میں مشغول ہر طرف مثل گولاسر سب آوارہ تھا

غزلیات تصنیف ناسخ لکھی	غزلیات تصنیف ہرچند دہنی
تو نے آنکھیں بھیر لیون بیان کا صخر ہو گیا	سمجھ کو پروانوں شب بھرنہ دیکھا بزم
طائر جان پاسے بندر شستہ نظر آ رہا تھا	شعور کی بس فروغ حسن کا نظار تھا
شب ہے پر تو سر لبریز لطافت تھا چین	شمع روشن شب کو محفل میں رتی تھی
پر گل شبو سے جاری نور کا فوارہ تھا	طرفہ زدہ آب ریزان آتشین فوارہ تھا
آسمان کو کچھ جوانی میں نہیں ہونچا مانع	سویا اک دم بھرنہ طفل اشک رو بہا تھا
عرش سے طفلی میں آویزان مرا گھوار تھا	چشم کی گردش سے گوارام کو گوار تھا
کوچہ قافل کو سب کہتے تھے گلشن جنوں	شب کو دانہ خرم قطرے آب کے آنے نظر
نہ تھی میرے لہو کی زخم کا فوارہ تھا	لکشان سے چھٹتا باغ چرخ میں فوار تھا
مجاہد دم لیے کی بھی فرصت نہ دنیا میں ملی	سوز شاہ حسن سے ہم صاحب ذوبت ہو
روز مولد شاہ دیا نہ کوچ کا نقارہ تھا	جو بڑا سینہ میں چھالا صورت نقارہ تھا
خرمی ہوتی ہے بیدار و نکی سیر باغ میں	کیا کیسی خنجر قمرگان کا رکھتا ہے خیال
ہم نے جس گل پر نظر کی اک دل صد پارہ تھا	ہم نے جب پہلو کو دیکھا زخم دل صد پارہ تھا
خواب میں بھی یاز تک ممکن تھا داخل ریب	کب ہمیں قاصد کی ہونا مہ بری کی محتاج
جنوں اپنا خیال اخبار کا ہر کارہ تھا	مرغ شوق دل ہمارے تیز زد ہر کارہ تھا
شب نظر کی میں نے فرقت میں سوئے آگیا	تیغ ابرو صحیفہ رخ نے کیا زخمی مجھے
از دہا تھی لکشان عقرب ہر اک سیارہ تھا	جانب سینہ جو دیکھا دل مرا سیارہ تھا
ای جلدی تو نے بار جسم سے اگر نجات	بار غم سے ہر سبکدوشی کسے اس باغ میں
کب سے میری پیٹھیہ پر یہ خاک کا پستارہ تھا	خار کی بھی پشت پر گل کا بڑا پستارہ تھا
پہلا سیپارہ کیا لکٹ میں جب توبہ شروع	عشق گلہ کا ہوا ہے جسے جی میں جا
دل مرا اوسدن بھی تیرے عشق میں پارہ تھا	دل کو جب سینہ میں لکھا اک گل صد پارہ تھا

عزلیات تصنیف ناسخ لکھنوی	عزلیات تصنیف ہر خند و ہنی
لکھتے ہیں براگیا نے جرم بیخ ناز سے کو چہ قاتل میں ناسخ نام جو بیچارہ تھا جو بوسہ لینے میں کل مجھ سے شیریں میں بڑا لگا کہنے بہت تیرا ہے ان روزوں میں بڑا صدا دین سے کہتے تھے بہت دھنوی نہ اسے جو ترا بھی شمع کا وزی بدن بڑا ہوا ہے خلق میں چرچا بہت بہو دہی ترا کیا نیل کا یہ ماٹ اے جو چرخ کس بڑا میں عاشق زلف کا ہوں شاکس آجرا کوٹھا ترے مرہم سے دیکھ آخرا ہر زخم تن بڑا میں کہتا تھا نہ بیٹھا کر قیو کوئی تو مجھ میں مزاج آخر یہ تیرا مجھ سے اسی پیمان شکن بڑا جو جگر جذب ل لایا تو میری موت پہونچی ہمارا کھیل سارا ہی اسی گل پیرہن بڑا بسر جا کر گردن کا آہوان دشت غریب میں تھارا طو مجھ دھنسی سہی اہل وطن بڑا ہوئے گل زرد سنبل ہر پشان سر دھم شہ ترجی جاتی ہی اسی رشک چمن نگار میں بڑا بنائی کوہ پر تصویر شیریں کی تسلی کو ترافقہ نظر آتا ہے پیر اسی کوہ کس بڑا	زہر کیا کر اوس شیریں کے بھجران میں اس دل بیمار کو ہر چند اور کیا چارہ تھا جو گالی تلخ ذیت ہو ترا شیریں میں بدن بڑا زبان چلتی ہے بدگوئی میں دسکا بھی جان بڑا مری اس آتش ناک کی گرمی چھو کا ہر کر داغ بخسے جگر فلک کا بھی بدن بڑا نکی اوس نوجوان دست کی تہ پیرہن کی تو کیوں مانند دشمن ہواے چرخ کس بڑا مرے پاس آیا جیب دے لیا قلوب سے دل بڑا نہ سنوئی بات کچھ مطلب کی تھا جو ہوش بڑا کیا کل وصل کا وعدہ نہ آیا آج تک جان رقیبوں کا ہے بکاسی وہ سپان شکن بڑا چمن میں گادڑ شبنم اوس ہر شکوہ دھوتا رہے اسی بلبلو پھر گل کا کیونکر پیرہن بڑا وہ بگڑا بار جب میرا بگو مجھ سے کسی سر کلمہ غیروں کا کیا کچھ مزاج اہل وطن بڑا فغان کرتی ہے بلبل باغبان دلیکڑ مینا ہے خزان ہی ہو گیا ماتم کہہ طو چمن بڑا مراد دل کی مایوسی سے ہوا زردگی حاصل نہ جو شیریں جب نکلی مزاج کو کھن بڑا

غزلیات تصنیف ہر خدیو دھنی

پریشانی داغ زلف رکھتا ہر عفویت سحر
 کہیں کیا نافر آہو میں تھا مشک فتن بگڑا
 ہوا ہے آفت جان اگلو اس باغ جنہ
 صبا سے جب کھلا غنچہ وہیں اوسکا دین بگڑا
 شمر کو داغ کے گنے سے ہوتا ہر ضریر بیدار
 تعجب ہے نہ ہرگز خال سر سیب فتن بگڑا
 مرے اوس سیمبر کا حسن صافی درشن
 ہو ہنس کیا کہ زردستی ہو کنہ کا بدن بگڑا
 کمان تاب الیسی جاو سن مے روشن وہ ہمیشہ
 رکھو داغ سیر ماہتاب اپنا تن بگڑا
 بنائی بات بہو تیرنی سنہلا کچھ مزاج اوسکا
 مرادہ شمع و مجھ سے میان انجمن بگڑا
 نہو تیز گدے طائر دل جان بری تیری
 نظر آتا ہر محکو چشم کا ناؤں گن بگڑا
 تیری تیغ لگے کا زخم کاری تھا لگا لگا
 کہ خونریزی سے جسک قبرین میر کفن بگڑا
 نہ آب ابر سے دھو کر صفائی ہو سکی ہرگز
 گل لالہ کا داغون سے اب تک یہ سن بگڑا
 ہے ہر خدیو طبع کو میرے قلم زخم اوستا
 بناتی ہے درست اصلاح دیر دیر کھن بگڑا

غزلیات تصنیف ناسخ لکھنوی

خریداری ہے عالم میں سیم زلف جان کا
 بس آب سودا ترا اسی نافر مشک فتن بگڑا
 مزہ یاد آگیا ہے کس لب شیریں کے بوسے
 تھا را ذائقہ جواج اسی کام و دین بگڑا
 بگڑا جاتا ہے سیب بختہ گردن فرخندہ
 تماشا ہے کہ برسوں میں نہ وہ سیب بگڑا
 وہی گالوں کی رنگت ہے وہی اکھوں کی گردن
 ہوا آغاز خط لیکن وہ نازک بدن بگڑا
 یہ خط مصحف رخ کی قلم کیا خوب لکھا ہے
 نہ کوئی کا تہ قہر ت سحر و اسیریم بگڑا
 بنایا میکشون رات ایسا جوش مستی میں
 کہ عیب نہ زاہد میان انجمن بگڑا
 بنایا تھا ہر محکو گرا یا غیب کو تو نے
 ترا کچھ ہاتھ ان روزوں میں اناؤں گن بگڑا
 بتوں پر گیا ہوں میں بتوں کا نام لکھتے تھے
 کفن دواور محکو موندہ تو کفن بگڑا
 نہیں مکن ضرر شبنم سے رنگ عامہ گل کو
 پسینے سے کبھی اوسکا نہ رنگ پیر بگڑا
 غزل کوئی ہے جبرائیل مجھ سے ایک صبا
 نہیں اس میں قصور اصلاح انداز سخن بگڑا

غزلیات تصنیف ہر چند ہر دہنی	غزلیات تصنیف ناسخ لکھنوی
۱۳۹ قتل ہوئی کو جو قتل میں مراد دل دڑا	سرمیدان عدم کو جو مراد دل دڑا
پہلی ہی قتل کو خنجر لیو قاتل دڑا	بادین کر میں پسین قاتل دڑا
شب سوئی کو چہ مرد کو چل ہم جسم	او کو مرد نے کہا مجھ سے بھی کیا جلد تر
رہبری کو مہر گردن مریشا دل دڑا	قیس جب شبست جنون میں مریشا دل دڑا
سیلاب سرشکون کا ہی دریا پاس	پانوں گرداب بلا سے نہ نکالے میں نے
ہمنا رہوئی کی خاطر مریشا دل دڑا	تا تھ پھیلا کے مرے واسطے مریشا دل دڑا
قافلہ اشکون کی آمد جو مریشا دل دڑا	فتیس پیغام ہی کہتا ہوا اقتدر سے شوق
موج سے لینے کو دریا کی منزل دڑا	ساتھ قاصد کے گیا تھا کسی منزل دڑا
اپنے ماتھوں سے کاٹیں گلا ہم اپنا	یار رہ ہی نہ کرے کس سوا ہر جا دہ
تا تھ میں تیغ لے تو کس لیو قاتل دڑا	اتنی جا بسوس نہ چھو مریشا قاتل دڑا
ہوئی کرطافت پر داڑی تو اڑ جاتی ہسم	اگیا دھیان جو قاتل کی ہم آغوشی کا
کہیں دیکھا ہے کسی نے بھی کہ سبیل دڑا	تا تھ پھیلا کے پٹن کو میں سبیل دڑا
عشق کا کل میں پریر کو ہوا جوش جنون	ا برسان گردید او بھی مریشا قاتل کی
سو مراد دل پابند سلاسل دڑا	برق کی طرح میں پابند سلاسل دڑا
تھا جوش بگردمان پاسبان رو کا او	شمع و جو نظر آیا مجھے اس محفل میں
یار کے کوچہ کی جانب جو مراد دل دڑا	مثل پروانہ جان باز مراد دل دڑا
بار غم سے جو زمین پر لگا گرنی گردون	دل گرا او کی نظر سے تو اٹھانے کو لیے
تھا منہ کے لیے جبش کا حامل دڑا	چھوڑ کر عرش کو ہر عرش کا حامل دڑا
شمع و کا چسنا عاشق جاننا ز مجھ	تو جو محفل سے اٹھارات کو تیرے چھو
دل ہی کہ مرے پروانہ محفل دڑا	چھوڑ کر شمع کہ پروانہ محفل دڑا

غزلیات تصنیف ناسخ لکھنوی	غزلیات تصنیف ہر چند مدھنی
فصل گل آنے نہیں پائی ابھی گلشن میں لیکے صیاد چھری سوئے غدا دل ڈرا جستجو کہ ہمیں تھی وہی تھی اوسکی تپا رات بھر ساتھ ہمارے مکمل ڈرا کام آیا ہے جنون کیا ہی کہ آج آنے ناسخ سنگ اندازی کو وہ حور شامل ڈرا	موسم گل ہے پکڑا نہیں اچھا صیاد دام بردوش تو کیوں سوئے غدا دل ڈرا وہ دراز شکم قرب ہو ادا دل پہ سوار ساتھ اوسکے جون نافرشب مکمل ڈرا رہ گیا ہاتھ کو افسوس سے ملتے رضوان ادھر ہر چند وہ جب حور شامل ڈرا
تو نزاکت سے گلستان کا جہ رخصت مانگتا نگ روئے گل سے اوڑنے کی اجازت مانگتا اگر کشت آرزو کی آبرو میسر رہی برق ہی گرتی جو میں باران رحمت مانگتا اس گنہ پر منتقم دوزخ میں مجکو ڈالتا کوچہ جانان کے ہوتے گرد میں جنت مانگتا جو تری اونگلی ہی فندق سے وہ چشم طورتا تو اگر ہوتا یہ بیضا سے بیعت مانگتا یہ تڑپنے میں فرا مجکو ملا ہی بعد زنج موت سے ملنے کو اور اک دم کی مہلت مانگتا ہے یقین زہر ملا ہل مجکو دیتے آشنا گر میں حال نزع میں بھی جام شربت مانگتا غیر حسرت لیگیا یاں سے کوئی کیا اپنے ساتھ آسمان سے کس توقع پر میں دولت مانگتا	۱۲ کروہ بہم پاس سے جاڑ کی رخصت مانگتا دم کیوں تن سے نکلنے کی اجازت مانگتا کشت میں گر چہ پونجی یہ سیل اشک خیم زار آب پاشی کو نہ دہقان ابر رحمت مانگتا داغ دے دل کا گریہ باغ رضوان دیکھتا اپنے رہنے کے لیے ہرگز نہ جنت مانگتا نور عارض دیکھ کر جلتی تجلی کلیم پنچہ مرگان یہ بیضا سے بیعت مانگتا سیمبر آرام جان سے اکٹھے لگ جاتی اگر پھر دل بیتاب سونے کی نہ مہلت مانگتا بوسہ لب یوسف مصری کا اگر ملتا مجھ قند مصری کا عزیز و پھر نہ شربت مانگتا اشک کر گوہر سے پر ہونے درج چشم کر تو خزانہ فی سیرین قوار کو دولت مانگتا

غزلیات تصنیف ناسخ لکھنوی	غزلیات تصنیف ہر چند سرودھنی
<p>آتشہ اور شہما کردو نو عالم سر خدا کسا سر کیا میں این حشمت دل میں غیر و حشمت مانگتا کہ طلب فرج دیشان کرتا تو ملے آشک راہ ہاتہ تیرا زبسنہ کوئی کہ میں نو بخت مانگتا ہوں دو عمر بختی کہ نہ ہو کا اگر ہوتا مجھ عمر نہ بچا پس آویس میرا خلعت مانگتا میں تیرے زنگہ نہ کام لیتا تیغ کا خندہ بھی ملتا تو دیکھ ہم شہادت مانگتا کہ نہ تو تیرا سر خدا شک غم شہر سر میں کہ میں نہ تیرا نسخہ میں غم شہر مانگتا</p>	<p>دیکھتے ہی اک لطر دل او سکودیا نہ ہوا کیون نہ حسین آہ چشموں میں حشمت مانگتا گنگ ہوتے شور سنکر کیون گوش درق کوس آہ غم میں گر صوبت مانگتا چادر اپنی چاندنی او سکواوڑھا دیتی گر تر سنگ لحد پوشش کو نہ اہت مانگتا کب ملا قاتل میں گواہ کب دیکھ گیا ورنہ او کی تیغ ابرو سے شہادت مانگتا مرنے در در ہجر میں ہر چند ہوجاتی شہنا کیون قضا سے زندگی کی شفاعت مانگتا</p>

ردایم نواب

غزل اپیات

<p>۱۰ بستر تنہائی پر آتی نہیں بے یار خواب آشنا بر چشم سے نہیں آشنائز خواب فرقت جانان میں جس دورہ بھی تھی ہر پاس آنے تک مرے دیکھو رکھو بے عار خواب ہجر مگر وہ میں مری آکھو میں خواب آتی نہیں ہے گل زگس کو دیکھو شاخ سے بردار خواب منزل آرام جان دل جو بام بار ہے آؤ مجھ کو کیون نہ زیر سایہ دیوار خواب</p>	<p>میں نے سیکھا کہ ہر شے ز گریز ای یار خواب میں نے یاد لکھوں کہ جزو آتا نہیں بے یار خواب کہ دیا کیسا خواب اس میں تو سیل اشک نے کیون میری آنکھوں کو آؤ تیرے دیکھو عار خواب بستر گل پر بھی یان بے یار نیند آتی نہیں گرچہ کتنی میں کہ آتا ہے بروئے دار خواب کیون نہ آؤ گرو جانان میں سگ جان پہ چہ ہوا کہ کرتا ہے زیر سایہ دیوار خواب</p>
---	---

غزلیات تصنیف ناسخ لکھنوی	غزلیات تصنیف ہر چند ہر قس
چشم باطن میں تماشا ہے جان بڑا اصل فی الحقیقت دیکھتی ہیں دیدہ بیدار خوا کم جبار سے نہیں شہا فرقت میں پلنگ موت سے بھی مجھ کو بدتر ہے کینچن بار خوا خواب میں کیا ہوں حامل گردن جان بڑا ہو رہا ہے بخت خستہ کا گلزار خوا چشم ظاہر گر ہے روشن چشم باطن کو رہے یہ نہیں ممکن کبھی دیکھے کوئی بیدار خوا خوارج اس در فانی میں ہے غفلت کی دلیل مخل اہل عزائم پائے کیونکر بار خوا خواب میں بھی یار کو آئینہ سرائکار ہے موت کی آہ کرنا نسخ کسے درکار خوا	ہو شیاران اہل کو عالم غفلت نہو عمر بھر دیکھے نہ ہرگز ز بس بیدار خوا رات دن رہتا ہے درد بھر سے بیدار بل مردم پار کو آئی کہاں آئی یار خوا فرقت گلو کو دیکھو کیا کھلا ہے اور گل سیکلی گاؤں کو کر دیتی ہے ہکو مار خوا انتظار یار میں آنکھیں کھلی دن رات دیکھیے دیکھیں گے کب یہ دیدہ بیدار خوا پوچھنا شائستہ کبھی تبیز زلف پار سے دیکھتی ہیں کیوں پریشاں ہو کر خوا دل کو آئینہ میں دیکھا اپنی پسند چال جون زلیخا کب مجھ پر چند ہو درکار خوا

ردیف ت

لمبہ ۳

غزل اپنا

دشمن جان ہے ہمارا سببان کو درد ہو جو آب آشنائی سگان کو درد کسے مجھ دھنسی کے پھینک دوں گے استخوان اک سری سے ہو گئی مجھ کو سگان کو درد ہاتھ میں تیرے نہ ٹھہرے گا وہاں کہ شوق باد رکھ دے فاصلہ پڑا ہے یہ نشان کو درد	۱۵ وقت شب تو کین مجھ میں باسبان کو درد کیا ہو جیلہ آشنائی سگان کو درد شب کو کوئے آشنائی دیکھ کر مجھ کو درد آشنائی ہم کرینگے باسگان کو درد رہناؤ کوئی جان ہو گیا ہے سیل با با طفل اشک زور و دشت کو درد
--	---

غزلیات تصنیف ناسخ لکھنوی	غزلیات تصنیف ہر چند دہشتی
کوئی تہہ بین خاک میں اکھین لکین ہر جا بام	دستگیری پامیری سوز گردون کر سکر
مرنے ہیں علاج پر افتادگان کوئے دست	خاک میں ملتی ہیں سب افتادگان کوئے دست
جی اٹھا مردہ جازہ جو گیا اوس راہ	بار و راوس سوز زمین ہی ہونہ نخل آرزو
کر چکی ہے خلق سو بار امتحان کوئے دست	کر چکے باغبان ہم امتحان کوئے دست
وصف جنت جب کبر و اعظاف منبر شروع	جو کہ جاتا ہے وہاں پھر لوٹ کر اتنا نہیں
صاف میں سمجھا کر تابت بیان کوئے دست	حیف ہے کس سے نہیں پھر ہم بیان کوئے دست
کبت کعبہ کا ادب ایسا کہ رکھتی ہی قدم	تیرے نقش پایہ سر رکھتی ہیں اپنا عجز
پانوں پہ چومتے ہیں رتبہ دان کوئے دست	جو کہ ہیں روی زمین پر رتبہ دان کوئے دست
ساری عالم کو ہے جو اذیتا را نہ رجوع	جیتے جی دیکھانہ مجھ کو قبر دیکھ کر گاہ بھی
مرکز عالم ہے شاید درمیان کوئے دست	مرنے پر ہو قبر میری درمیان کوئے دست
جو وہاں پھونچا وہی آگاہ اوس عالم سے ہے	ہر ستارہ جسکا رشک روشنی دہر ہے
اور ہی کچھ سے زمین آسمان کوئے دست	کس نے دیکھا ہے کہیں وہ آسمان کوئے دست
جو وہاں جانے لگا پھونچا کنا رگور کے	کب کسیکا ہو گئے راوس بارگاہ خشن
رہبر ملک عدم ہیں رہروان کوئے دست	گر گمان دہم و فہم ہوں رہروان کوئے دست
خاک اور قاصد جواب خط کی ہو تجھ سے	منزل جانان پہ پھونچا لگی اونکی رہبری
کاٹتے ہیں اپنی کوئچین سالکان کوئے دست	ساتھ میں ہم اپنے لینگے سالکان کوئے دست
اے اجل اب کرن شہر خوشان کا مجمع	پاسیان کو چمکے اور سکھو و غلام کیون ہوں
کیا گردن ملتا نہیں کوئی مکان کوئے دست	روضہ رضوان بنا ہے ہر مکان کوئے دست
حاملان عرش اعلیٰ کے یہاں ڈرتی ہیں ہوش	دشمن تہہ ہیں کھڑے جو روز ملک دیو پری
عرش اعلیٰ سے بھی بسن لاپے شان کوئے دست	خط خور جاوے شر ہے وہ شان کوئے دست

غزلیات تصنیف ناسخ لکھنوی	غزلیات تصنیف ہر خند دہنی
داغ حسرت میں چراغ دیر وقذیل عدم کون جا دلکش ہے دنیا میں نشان کوئی دوست غیر ہوشیطان تو اپنا نعرہ ہوتیر شہاب ایسی اور ناسخ ہم میں آتش بیان کوئی دوست	شوق دلسر شائق نظارہ ہو کونکر نہ عور خوشنما کب باغ رضوان ہے بسان کوئی دوست خامہ بھی عاجز ہے ہر خند حال کئے لکھنے سے بند ہے موندھہ میں زبان کہ ہو بیان کوئی دوست
ردیف ح لمبہ سحر	غزل ابیات
<p>۹ ہے ناز کی سرفاست جان میں کی شاخ میں سوز عشق سے ہوں چار کس کی شاخ ظالم کو بعد مرگ بھی ہنوا لوان سے رابط خنجر کا دستہ کیونکر گر گدن کی شاخ ہم جوشیون بخت جو گشتہ میں ہیں سیدھی کی طرح نہ جیسی ہرن کی شاخ رکھی چھڑی جو ناز سے اس نے ذوق سب کو ہوا گمان کہ ہے سب ذوق کی شاخ دیکھ جو یہ چنبیلی کی کلیوں سی اونگلیاں وہ تیرے دست و پا کو کہے یا سمن کی شاخ دکھلائی اپنے فذوق پاکی جو نو بہار پاپوس کو چمن میں جھکی نارون کی شاخ مرا ہوں میں کیسی نراکت پہ دوستو ہر جریہ میں ہونا نازک بدن کی شاخ</p>	<p>۹ اونگلی میں سکی نازک گویا سمن کی شاخ پھولوں کو نہ لھی ہے جد چار کس کی شاخ جب اس غزال چشم کا جو رفرہ لکھا خامہ ہمارا ہو گیا اک گر گدن کی شاخ بار بار فیض پاؤں نہ زہار خشک مغز سرسبز ہونڈ آب سے گاہی ہرن کی شاخ عذاب کی لٹکین میں خسار پر جو بے اعت کیونکر کہوں نہ اونکو میں سب ذوق کی شاخ لکھنوی جو اس کے حسن صفا کی وصف کو کیونکر قلم فیض سے ہو یا سمن کی شاخ وہ سرود جو جائے چمن میں قمع شوق سے تعظیم کو صبا سے جھکنا نارون کی شاخ کیونکر نہ سوز سیمین سے ہوں آبلہ شمر ہر استخوان بنابہ درخت بدن کی شاخ</p>

غزلیات تصنیف ناسخ لکھنوی	غزلیات تصنیف ہرچند سرمدی
وصف صباحت رخ جانان لکھوں اگر در کار ہو برے قلم سترن کی شاخ معنی ثمر حروف درق صنعتیں میں گل ناسخ ہے کلاف کمر نال سخن کی شاخ	ہنچہ خانی ادا سکا ہے ہم ہنچہ چمنار اور اذنگلیان بنی میں گویا سترن کی شاخ ہر اک طرح کے میوے ہیں یزدانیہ لگے ہرچند ہے زبان گویا نخل سمن کی شاخ

۵۴	ردیف د لمبہ ۵	غزل ابیات
----	------------------	-----------

۱۲	یار آیا تو ہوئے دیدہ ناکام سفید جیسے ہوں آہ سلطان میں دیام سفید سر سفید اپنا ہے پیری میں گدول سیاہ عین دالاک سیاہ اور لب بام سفید ساک کعبہ مقصد میں تکلف سیری کیون نہ زرداروں کا ہو جامہ احرام سفید شام کو آیا وہ خورشید دم صبح گیا ہو گئی صبح سیاہ اور مری شام سفید ظلمت بندہ میں یون نام ہے روشن جس طرح آئے سیاہی میں نظر بام سفید دیکھ لہذا اثر عالم بیداری و خواب کہ لیا لی ہیں سیاہ اور میں بام سفید پڑی عکس اوسکے رخ سرخ کار ساغر میں ہو خجالت سے حین بادہ گل نام سفید	کیون نہ نور سے جو دن شرمنا کام سفید کاخ حسن آئے تو ہو جائیں درو بام سفید ریشک متاب مرا آئے جو صحت بانی جون لب ماہ نو ہو جا لب بام سفید مری مریم کا ہوا دامن عصمت وہ پاک ریشک تو قیر سی ہو جامہ احرام سفید گل کی شب وعدہ کیا آج سر شام آیا جس سے رو کی جون روز ہوئی شام سفید زرد رنگی شب ہجران کی بدن پر چھائی زعفران ستری ہو جا مہر انام سفید تیرہ بختی سی ہوا وصل نہ محوش کا شب ہجران کر نہون گے کبھی آیام سفید گل سوسن پہ جو ہو عکس فکر وہ رخ صبا گل نسیرین سنا کیون ہو وہ سیاہ سفید
----	---	---

<p>غزلیات تصنیف ناسخ لکھنوی بل کی طول شب فرقت نہوئی اک ہو گئے آہ مرے موئے سیدہ فام سفید گوشتا نہیں جز جامہ رنگین تو آج کفن اک روز لیک کا تجھے خود کام سفید اپنے اس گورے بدن پر نہواتا مغرور رنگ سب رنگوں میں ہوتا ہے بہشت سفید حرف مطلب جو لکھو صاف تو دیتا ہے جواب بھیجتا ہے مجھ کا غزوہ دلارام سفید تیرے محبوب کو قاصد لکھا کیا ناسخ ہو گیا موندہ تراستی ہی جو پیغام سفید</p>	<p>غزلیات تصنیف ہرچہ دہلوی بل کی کیا اس دل مضطر کو پریشانی ہے جسکو ہر دیکھتی ہی زلف سنیہ فام سفید شوق دیدار کی کیا ہو دکھائیں انکھیں انتظار میں ہونے دیدہ نام کام سفید شوب باران سے بھی زہار نہ رنگت بدل رنگ قتاب کی چادر کا نہیں جام سفید حال فرقت جو لکھو تاب کہاں ہے لکھو اس لکھی بھیجا ہے نامہ ای دلارام سفید جانی جانی کی خبر یک نو ہرچہ جودی ہو گیا خون جگر شکر یہ پیغام سفید</p>
<p>موندہ تراغیم سے بہت ہی سیر سفید کھینچیں تصویر تو ہو کا غز تصور سفید کشتہ اک گوری بدن کا ہونے عجیب کیا ہر اگر رہی تاحشر میری روضہ کی تعمیر سفید کیا ترے رنگ خانی پہ چمکتا ہر عجب اس طرح سے نہو خاکستر اکسیر سفید سرخ ہی چہرہ ساقی قدح مری طرح عارضہ ہر مثل قدح شیر سفید خفت وضع یہ بھی دال تلون ہوتا پہنے پوشاک نہ کیوں صاحب شیر سفید</p>	<p>ہو سیدہ سختی مری کشتہ نہ پیر سفید سنگ مر مر یہ جو کھینچیں نہو تصور سفید سیمبر کے غم ہر اوج میں ہوا ہون کیجو آفتسیر سے میری قبر کی تعمیر سفید سیمین تن کے موابوں آتش غم سے جل کر خاک سے میری بنی کیونکہ نہ اکسیر سفید حسن یار کا کیا حال صبا حلت لکھو ہول سے دیکھ کر ہی رنگ تن شیر سفید جب غضبناکی سے موندہ آتش خوں کا ہوا میں تو کیا ہول سے ہون صاحب شیر سفید</p>

غزلیات تصنیف هرچید سرهنگی	غزلیات تصنیف ناسخ نگهمنوی
ده سینه سخت هون گر حال لکھون کچھ	سوچم مضمون جو بیاض رخ جانان کرچھ
خامہ کا چہرہ ہو جون کا غنڈہ تصویر سفید	ہو گیا رنگ مرکب دم تحریر سفید
رشاک خورشید کا میرے کہیں کیا دیکھا	رات دن پیر فلک کی ہر دورنگی فاماہر
داغ غم کھا کر ہوا ہی میرے تیزیر سفید	زردی ہر پر تو خورماہ کی تنویر سفید
شیخ جی بال سیہ کرتے ہو کیوں دیکھنا	موت کو یاد کر رہی تار کفن آنر لفظہ
کب رین کا لریہ پھر ہو دیکھ ای پیر سفید	اس لیر ہونے میں ہوئی بدن سفید
بخدا چاندنی متاب کی ہر جا سیاہ	منہ دیکھا جو غشی سر سر چہرے کو کبھی
پنیر پوشاک اگر وہ بت پیر سفید	ہو گیا غم سر رخ دشمن بر پیر سفید
صحبت پاک دلون کی نہو مودی کو اثر	سادگی میں جو مزا ہر نین رنگینی میں
زہر شیرین نوگر مار پیے شیر سفید	امی صنم دیکھ لو ہوسرخ سر اور شیر سفید
جوش سودا کا مری دیکھ کر اکابر نظر	شیخ ہر رنگ نہرا یہ تری سینہ کا
ہووی دیوانوں پہ کیوں دیدہ دیکھ سفید	صاف آتی ہے نظر سوئی کی زنجیر سفید
پرکان ابرو کے دلین نہنیں آتا ہر رحم	ابرو ان پر ہر گل لال اور مژہ پر ہر عجب
ہو گیا زخم جگہ دیکھ وہیں تیر سفید	سرخ آتی ہیں کمانین نظر اور تیر سفید
چشم جو ہر سو دیکھ زخم سینہ دل	خون سفید لب ہر انساہ زبان کا ناسخ
کیون نہ ہر خند ہوا آب دم شیر سفید	کیجیے قتل جو او کو تو ہو شمشیر سفید
گھر کر دروازہ کو گرچہ کر دیا یار بند	زینست بھر ہو گی نہ یا چشم خیال یار بند
جھانک کر دیکھیں گے کہ ہون وزن دیار بند	نہ نہیں کر اپنے گھر کر دروزن دیار بند
کیا علاج اسکا کروں ہی کیسیکا درد مند	باغ میں جاتا ہر جیند قبا کھو لو وہ گل
آہ کر نہی نہیں ہوتا دل بیمار بند	خوشی ہو جاتی ہر چشم گر بیمار بند

غزلیات تصنیف ناسخ لکهنوی	غزلیات تصنیف هر چند سر دهنی
<p> یوسف تان بو گئی مین کو چه نامی لکنو ایکثرت سیو ای مهر کا بازار بند نمید آئی گی که موت آیسگی هجر مین دیکھی کیونکر مین ایسر دیدہ بیدار بند بار ما گلشن مین سستی مین مری گلبار کک مثل غنچه بلبلون کر بو گوشت سفار بند باب توبه تو کھلا ہے تو سہی جاؤں دین کر لیا ہے تو فر دروازہ جوی خار بند مردی جی اوٹھی تیری ٹھوکر سی زندہ مر کھل گئیں دو چار آنکھیں ہو گئیں دو چار بند قیس سن لیتا ہماری برہنہ پائی کا حال کیا کرین ہر دشت دشت مین زبان خار کفر ایسا ایصنم پھیلا ہی تیرے عین ہر رگون سی باغین ہر ایک گل زندہ بند شیشے مین کرتا ہوں خالی محتسب راغ پنیہ مینا سوں کان ایسر کرون ناچار بند محتسب حرم ز ایسی لڑائی ہر شراب ہو گئی ہر آج راہ خانہ خسار بند کیون نہ سنہ دانی بھون اپنی طفل آراو کا سچ تو ہی ہوتا مین درویشوں مین کم تلوار بند </p>	<p> دیکھی جو گلکار داغوں سی پرند وقت دل ہو دی نقاشان چین کا شرم سی بازار شائق دیدار عارض کون رشک مین جو نہیں کرتے ستارہ دیدہ بیدار بند مرغ دل ایسا اگر ہو باغ مین غنہ سدا طوطی خوشگو کی کیوں سنکر نہ منقار بند جی مین رہتا ہر خیال چشم میگون یا کا کیف غم دل پر نہیں گوہر درخسار بند ایسیاں پہلو بھی پسینان ہر برب دھیان بہن شیشہ دل مین پروردگار چاک کرتی ہی قیامی گل چمن مین کیون صبا کیا کرین فریاد او سکی ہر زبان خار بند عشق میر طفل برہن ہوں کافی زلفا ی رگ جان سی دل شیدا امر آزار بند داستان دوری دلبر ہی ایسی دردناک کون پاس اگر سنی رکھوں زبان لاچار بند جام چشمون مین بھری ہی اشک گلگون سی دیکھو آنکھوں مین مری ہر خانہ خسار بند دیکھیے کس بیخاکا خون کرے خونخوار آج مردم دیدہ ہی تارنگہ سی تلوار بند </p>

غزلیات تصنیف ناسخ لکھنوی	غزلیات تصنیف ہر چند دہلی
باندہ لایا سٹکہ زرتار ستیل افتاب آسمان سیر کر نہیں اوجس ماہ کا دستار بند تیرے تار نکلتے ہیں بیابان ہجرت میں سو ٹھہر رہا ہوتا نہیں مثل لبس فار بند تیری ابرو کسی صورت نہیں ممکن نہ سحر سی ہو جاتی ہے توار کی بھی دھار گھل گئی جادو بیانی بزم میں ناسخ کی آج کر دیا مینے اُوسی تقریر میں سو بار بند	باندہ ہمارا دستار سپر پر گلانی پیکار میرے اویں شک چمن کا غنچہ ہر دستار دل میں رکھتا ہر خیال خستہ زخم جگ خندہ روی کر نہیں سکا لبس فار بند میں ہر ستارات دن زہتا چشم زار اک پاک بھر بھی نہیں بانی کی ہوتی دھار کتاب ہوں ہر چند میں ہر بار طفل اشک کو گریہ سیر کرنا نہیں ہر چشم دریا بار بند

ردیف	غزلیات ابیات
لمبہ ۶	۹۶
جیتو جی جاؤں میں کیونکر کوی جانان چھوڑ کر بلبل نالان کمان جاؤں گلستان چھوڑ کر چاہی دشت میں جامہ چاک ہزار وچ کا دامر قاتل کو لون اپنا گریبان چھوڑ کر وصل جانان میں نظر آیا نہ شعبان مجھ سنبہ کیا دیکھوں خطر خسار جانان چھوڑ کر کاوش غم دور ہو میرے دل ویران سر خارجاتی ہیں کوئی صحرا کا دامان چھوڑ کر روح لیلی کا عبث ہر تجھ کو مجنون انتظار بوی گل کب عود کرتی ہے گلستان چھوڑ کر	آریا ہوں جو نہ بہار حسن جانان چھوڑ کر غم سیر نالان بلبل آسا ہوں گلستان چھوڑ کر پہچہ دست جنوں کے دامن جامہ کو چاک طوق گردن کر لے لیکن گریبان چھوڑ کر ہی مری دانش میں فروغ سیر بھی نہ بڑھنا باغ جنت میں نہ جاؤں کوی جانان چھوڑ کر دامن باد صبا سیر آتش گل تیس نہ ہو غنچہ دل ہوں جاؤں کیوں صحرا کا دامان چھوڑ کر تو چمن میں ہر گل و غنچوں کے نظارہ میں بوی گل گل سیر نکلتی ہے گلستان چھوڑ کر

غزلیات تصنیف ناسخ لکھنوی	غزلیات تصنیف ہر چند دہلی
<p>وصل جان کی قسمت میں پیش ہو دلا جانی ہر اک روز آخر جسم کو جان چھوڑ کر ہو وطن میں خاک میری گوہر مضمون کی قدر لعل قیمت کو پہونچا ہر بخشان چھوڑ کر کوئی قاتل کو چلو دشت میں یوں صحرایم بھاگتی ہیں جسطرح سیرتہ میں دیاں چھوڑ کر ہوتی ہر غربت میں نجات پر طری انداز کعبہ ریخ اوٹھائی کس قدر یوسف کی کنعان چھوڑ کر حور ہر ساقی مرا کیونکہ ہر مجھ پر جام واعطا کر تاہی کیا باتیں تو ایساں چھوڑ کر ہوا آہی وصل جنت میں بھی مجھو یار کا کعبہ خانہ ان ہر جو ماگم حوران چھوڑ کر سانپ کو قابو میں لاکر چھوڑ دینا نہ ہو جان سیر مایوس ہو نہیں لعل جانان چھوڑ کر شکستہ تو بھر تو میں ارداح شکستہ چل سیر میں جسم کیا کیا قہر و الیاں چھوڑ کر اعتبار اصلا نہیں کر ہر جان زیر نگین اوٹھ گیا دنیا سے خاتم کو سلیمان چھوڑ کر زادہ کیونکہ کرون میں ترک یہ دنیا ہو سیر کو آئے تھو آدم باغ رضوان چھوڑ کر</p>	<p>فرقت دلیہ کا دل پر حسرت داران ہر غم نہیں جاتی ہر گرج جسم کو جان چھوڑ کر سر میں سوداؤ کے کیا یا قوت لعل ہو گیا لعل سرگردان پھر کان بہ خشان چھوڑ کر ہر جنوں سدرین پیادہ پار کھون سیر جون بگولا جاؤں کب صحرایم کا میداں چھوڑ کر یوسف ثانی مرا گر جلوہ گر ہوتا وہاں شرم سے یوسف نکلتا شہر کنعان چھوڑ کر حال عارض کو تری کر دیکھہ پاتا اک نظر ہوتا زاہد کیونکہ کافر دین ایساں چھوڑ کر کیونکہ ہر شیدائو دیکھ جو حسن چھوڑ کر کب پر زادوں کو چاہی ال انسان چھوڑ کر عارض صافی سواؤ کر صبح روشن ہر عیاں شام دکھاتا ہر سوختہ پر زلف جانان چھوڑ کر سند شاہی پہ دودن چھوڑ کر جون گدالستہ زمین پر ہو گیا ایران چھوڑ کر تخت تابوت ساتھ اوس کے گیا تیرا کعبہ تخت پر یان کا گدیایان پر سلیمان چھوڑ کر گر مری رشک پر ہی کا وہ سنو دیاں چھوڑ کر دیکھنی کو حور آفرین باغ رضوان چھوڑ کر</p>

<p>غزلیات تصنیف ناسخ لکھنوی</p> <p>بیوفانی بلبلوں کی ہر عیان قصہ خزان باغ ہو آفرین لاشیں گل کو عریان چھوڑ کر شعرو کی بزم میں ہونختہ دل کب ٹلون کیوں پتنگ جا کہیں سر و چراغان چھوڑ کر خندہ اپنی بے نصیبی پر مجھے آئے نہ کیوں سکراتا یار جائے مجھ کو گریان چھوڑ کر نقد جان دیکر خریدی ہر مکان قبر کو اب نہ جائیں گے کہیں شہر خوشاں چھوڑ کر تا کتنی ہے چشم میگوں کیف می ہر خندہ ہو جائیں مینا فر کو کیوں ہم ایسی دوکان چھوڑ کر</p>	<p>غزلیات تصنیف ناسخ لکھنوی</p> <p>آج تو پوشاک پر مریا ہو تو گل دیکھو جا بیکاناش تیری لاش عریان چھوڑ کر روشنی کی سیر خربشہ فتنہ میر کی شعلہ آہلے میٹھو سر و چراغان چھوڑ کر دیکھو فرقت مذکھی ہو جو برق وابر کی خندہ زن جاتا ہر ظالم مجھ کو گریان چھوڑ کر عیش تنہائی ہوا مردوں کی کثرت مجال جاؤں یار باب کمان شہر خوشاں چھوڑ کر مر گیا کیا ناسخ میکش جو ساری ہنشن مسجدوں میں پھر اپنی اپنی دوکان چھوڑ کر</p>
<p>۱۶ کیوں رشاک گل یہ میری ہوندا جان بہار ہر ازل سے حسن گلگون کب ہر احسان بہار دختر زری کھر ہم صحبتی ہر تاک جھانک فصل گل میں کھو دیاستی فرایان بہار ہو گئی ہیں اندنوں تن کو ہمارے مسفینہ عمر کے گلشن کی کیوں سمجھوں نہ پایاں بہار تازہ جان ہوتی ہیں اوس غنچہ دکھائے باغ آب گریہ کا مری ہے آب حیوان بہار غنجائے باغ اوسکی فیض سی ہنری ہر گل آب شبنم ہو گیا ہر ابر باران بہار</p>	<p>۱۶ تو ہی وہ گل ہے کہ ہر تجھ پر فدا جان بہار اس چمن میں ورنہ ہر گل پر ہر احسان بہار اور تیرے بھرتے ہیں بھلا کیا تیرے اوراق گل سے کھینچ رہا رسا اوس گل کا ہر بیان بہار میں ہوا عاشق جو اوس گل پر ہوا آغا خط جو شش ہوا کا ہوا ہی مجھ کو پایاں بہار زندہ ہوتے جاتی ہیں گلکاری مردہ اک قلم آب جو میں ہیں چمن میں آب حیوان بہار گھر رہا ہوں آب بازی باغ حسن دوست دیدہ گریان میں گویا ابر باران بہار</p>

غزلیات تصنیف ناسخ لکھنوی	غزلیات تصنیف ہر خند دھنی
تو نہیں جانا چمن میں گل کو سحر اپن	سرد قد کو حسن کا کیا سرین ہو دہی اوکر
بن گئی موج ہوا موہی پریشان بہار	جدی سسنبیل کہ میں ہو ی پریشان بہار
تیرے روی آتشیں کر کے جاہ تھا فروغ	اسی صبار روشن کیوں ہو جای ابران چمن
کر دیو باد خزان فر گل چرخان بہار	ہو گئی ہین لالہ دگل سے چرخان بہار
گل ہوئی تر مردہ سب مرغ چمن مردہ ہو	شعرو جاڑ مرا جسد کم کہ بزم باغ میں
اگر اوس گل کو نکلیں یہ سب جان بہار	شوق دل سے ہو فدا پروانہ سان جان بہار
کیا غضب ہر شکر محسن کا بشت کر نہیں	دبسم غنچہ چٹکے مرغ غشی سے پھول پھول
ہے زبان برگ سے ہر گل شاخو ان بہار	جذبہ شوق دل سے ہین ثنا خوان بہار
جوش گل اوس شک گلشن کی جہاں نہیں	کس طرح سے تار سنبیل کر سکر اوسکو فرو
بلبلو آلودہ خون ہریہ دامان بہار	ہو گیا دست صبا سے چاک دامان بہار
ہر چمن ہر چش گل میری بدن میں چش خون	کیا ہی رنگین پیر میں ہین گلخدا ران چمن
اسی جنوں سار سے نظر آتے ہیں سامان بہار	ہو گئی چشم تماش محو سامان بہار
لالہ دگل کیا کہ میں منتقاد نازمان تک	حکمرانی کشور گلشن کی اوسکو ہونہ کیوں
باغ میں مانند جو جاری ہین فرمان بہار	پھول نازمان کہ میں جو زیر فرمان بہار
کیوں خزان حسن میں دیکھو نہ خط بہار	سبز رنگ کر میری کیا دیکھا ہر خط سیاہ
اسقدر دلکش کہان گلشن میں ریحان بہار	خط غلامی کا لکھو ہر خطہ ریحان بہار
کیا زمین اب تہ شفق سے ہو گلستان آسمان	برگ گل سے فرش رنگین صحن گلشن میں
دیکھنا اسی باغبان تو رفعت و شان بہار	کیوں نہورنگ شفق سے خوشنما شان بہار
دیکھو اوس گلگون قبا کا حسن و خشت زاراگر	گلبدن کر عشق میں کیا ہو گیا سوداگر
بزمی پر بزمی ہو برنگ گل گریبان بہار	چاک ہوتا ہر گلگون سے جو گریبان بہار

غزلیات تصنیف ناسخ لکهنوی	غزلیات تصنیف هر چند دهنی
نظم ناسخ هر چه مضمونهای رنگین چون	هوا گیا هر چند گلشن بھی دبستان سخن
هوا گوی برگ خزان اوراق دیوان بهار	طفل غنچه شوق سحر هت برین دیوان بهار
نہین ہر سنبڑہ خط عارض محبوب فن ہے	۲۹ عیان کب خط مشکین عذار یار رُفین ہے
ہو تو برین جمع پرواز یہ اگر شمع روشن ہے	دخان اگر ہوا ہی جمع روئی شمع روشن ہے
گریبان چاک گل بھی ہیں جو دیوانوں کی صورت	ہو رشک عالم خواہ گریہ دیدہ ترکا
ہوا ہوا شہ تباہ کو جانان مجھ کو گلشن ہے	برستاب باران گویا گلہا گلشن ہے
کیا کیوں عشق اب رو چھوڑ کر طاق حرم منہر	کیا جو سرود دعوی قدر عنای اوس گل گر
نہین شیر قاتل یہ وبال اسکا ہر گردن ہے	چلاتی شاخ سوار ہی ہوا ہوا سکی گردن ہے
سجائی شمع و گل ساق بلورین بائی رنگین ہے	صفائی سہ رنگ آئینہ ہو رو نہائی کو
کبھی یارب گذر ہوا اوس پہ کی میری مرنے کی	جو رکھدی آئینہ رو پاگو میری سنگت فن ہے
جگہ ہوتا ہر گھڑی مگر کشی سہ تیری فرقت میں	نہ پائین پھول پھول ظالم کبھی گلزار دنیا ہے
مگر گلنگ سبقت لیکے ہوا آہن ہے	شر آتا نہیں ز نثار شاخ تیغ آہن ہے
لگا کر اکٹھے نظارہ میں کر سکتا نہیں ہے	اوس دیکھیں گے اوسے گھر میں یاں پاس گھر
گمان ہر چشم دربان کا در جاناک روزن ہے	لگائی دور برین چشموں سے ہنسی در کر روزن ہے
میں وہ شوریدہ سر دیوانہ تھا جو بعد رو	نہ طالع کبھی بیدار وہ خوابیدہ بختی ہے
چڑھا جاتا ہوں پتھر لوگ اگر میرے دفن ہے	اگر کا سنبڑہ خوابیدہ میری خاک دفن ہے
ہمارے مالہا می پڑا ترکی طہر اڈائی ہے	میں جوش غم سہر گل و کر جو رویا باغ میں جا کر
گریبان چاک ہو گل کا کیوں بل کی شہین ہے	ہنسی گل مسکرائے غنچہ باہم میری شیون ہے
تلی دل کو دیتا ہوتی مڑگان کا ڈور میں	کیوں ان آتشیں زخموں کو سوزن کا جلی ہے
مسیحا ورنہ عاشق ہی محاذ اقلہ سوزن ہے	سیرگی کیا موندھ اسکا ہنس میری زخمیوں ہے

غزلیات تصنیف ناسخ لکھنوی

غزلیات تصنیف ہر چند دھنی

کسیکارو سے تابان یاد دلوتا ہے میر دم
گریگی میری بقیہ ایک شب کو خرمین پر
نذیکھا زیست بھرا دس غرت متا کب میں
چڑھاتا ہوں فلک اب کیا گل متا ب فریق
اویسی صیاد کو گلکشت کا کیا آج ارادہ
ہزاروں بلبلین میں منتظر دیوار گلشن
خبر ہے جلن دتن کی حید گاہ عشق میں ک
جگہ پر مخواہک پر نظر ہے ناوک افکن
شفقت میں مام کو کوئی کھ کھرت آتی ہر
لو میرا نہیں لگا کسی کو نعل تو سن پر
را جو زندگی بھر عشق مجاہد خوش گاہ ہنر
چڑھا جاتا ہیں آہواہی آنکھیں میری فریق
تبھی میری عشق ہے سود کھتا ہوں تیری ہون
عبث باندھی ہر سمت بست پستی گاہ
گر تو تھو ایک دن دو چار آنسو چشم جانان
بجائی سبزہ نگرس کھولتی ہیں میری فریق
کسیکے ساتھ ہو کر گرم سوتا ہوں جستان
تو باد آتی ہو مجھ کو جو پڑی رہتی ہیں گلشن
نصرت بعد مردن بھی چہراک روی تابان کا
نو گنبد کو عوض ہے برج خورشید اپنی فریق

ہے گریہ ماہ و س کریم میں چوں سی جلیں
نکیوں ہوا میں مگر گان کو طعنہ نہ کر خرمین
یگانوں میں ہو کر بیگانہ ہو کر آشت تیر کر
اگر گاہ سبزہ بیگانہ میری خاک مدفن
جو وقت سیر خاک پائے گلر دی پڑاؤ کر
تو رنگ آبادی ہو رخ گلاہی گلشن پر
لگا کر آگ آب بر میں سینہ سر گر نکلا
کہ شرارہ کو فریق برقی شعلہ افکن
دیار یار کی منزل کا رستہ طرہ ہرگز
سواری کر کردن با عمر میں صرصر کو تو سن
جو اوسکو دیکھوں جی جلتا ہی یاد شمع کو
یہ جلا کر کیوں عبث ہو شمع کو تم میری مدفن
میں ہوں طفل برہمن پر چو شیدائے غم میں
ہوئی طعنہ زنی نا کو تو سن برہمن پر
پس لے مردن آبی آب و گل میں دہ شہر بنیا
کہ لبھل کی طرح تڑپتی ہو کر برقی مدفن
جلے کیونکہ نہ دل با دام چشموں کو تصویر
اوسھی شعلہ نہ کیوں رزغن گری روی گلشن
ہو گلکار سی سنگ قبر شکستہ گلشن
رکھ گلر اگر باغ نگارین میری مدفن

غزلیات تصنیف ناسخ لکهنوی	غزلیات تصنیف ناسخ لکهنوی
نمیدانم رخ سحر تو تا یقین قبل غیر بر آید	مری جو شبن خون کو سر بلند می بود گوی ایسی
نه لگ جاگر کبیر اسکالمو قاتل که دامن پر	قد مینوی کو آتا هر گریبان چاک دامن پر
جهان مین تیره دل جو مین هی بوزنج تیر	سفیض بزم مین هوتا هر روشن دلسی تیره
که نازل هوتی بر آفت هوا کی شمع روشن پر	که روغن کو فروغ هوتی هر شمع روشن پر
تصور بھی عجیب دور مین هم هو کبیر لکین	برستا ابر کی صورت هر پانی رات دلی کبیر
لکی رستی هر آنکه اپنی در جانان کر دزن پر	کر رکتی چشم گریان فراق فوار کی کر دزن پر
هماری زخم کو نظار کی کب تاب هر کو	جو کی بند آنکه رشته سوزند کی دامن لهر
تو ای جراح پیل باندھ پٹی چشم سوزن	گمان تھا خیر چشمی کا نگاہ چشم سوزن
مواہون صدمہ بیداری شبهای بچران	مواہون سنگدل کر غم مین پر سنگ چرخ
کبھی سبزہ بھی خوابیدہ ہو گا میری فرنا پر	لکھا دنیا یہ مصرع میری سنگ لوح دفن پر
ہماری ہاتھ سیراں چٹک کر تو گیا جسم	روان ہے ایسا چشم تر سی ہر دم میل اشوکا
گریبان آرا بلبس ایک بھی چٹک مین نامنی	گمان ہے موج دریا کا مری ہر تار دامن پر
تری چلیق ہے فانوس تو ہر شمع کا فوری	جمال یار بے پردہ نظر آئے نہ کیوں ہر کو
گرین کیونکر نہ پردہ اندازد تیری چلیق پر	لگتا نظر اپنا در جانان کی چلیق پر
تب غم سحر ہوایہ حال میرا تیری فرقت مین	کیا تیغ ادا سی بیگنہ ہے قتل قاتل نے
کہ گندا ضعف سحر طوق گران ہے میری گراں	گو کہ ہم جان سی لپہہ را خون سکی گردن پر
کیکا درد ہوتا ہر کیو کب دما ز مین	کبھی دیکھا تھا راقم جگر حسن کی محسوس
کہ جام و گل مین خندان شیشہ و بیل شین	تو اب تک چشم گریان کی ہر میری شین
اگر ہوتا ہر اک انہ بھی دسمین میری قسمت کا	نہ کیوں ہر خند جلکہ خاک ہو دین دانہ انجم
فلک بجلی گرا دیتا ہر ناسخ میری خرم پر	گر گر جاگر برق آہ دل گردن کر خرم

غزلیات تصنیف ناسخ لکھنوی	غزلیات تصنیف ہر چند دہلی
گنٹا ہوں سر کو بوجھ میں کام دوش پر ۱۲	باراوسکا ناز کی سی ہونا کام دوش پر
رکھتا ہر جیسے تیغ گل اندام دوش پر	کا کل جو ڈالو نازک اندام دوش پر
جالی کی آستین نہیں ای نازین تری	پھندے میں سکر کیون پھنس مرغ دل
عاشق کر مرغ دل کو پیہرام دوش پر	صیا و زلف رکھتا ہر چون دام دوش پر
تو وہ حسین ہر دیکھ کر طفل بھی تجھ پر	چلتی چو پایا پادہ ایذا تھی سر ہنر
گودی میں چین اوسے ہونا آرام دوش پر	پایا رہ عدم میں آرام دوش پر
اسی پیکشنوز اکست ساقی کو دیکھنا	معکوس ہر کر کوئی کیا اوس سے ہیکشی
لاتا ہر رکھ کر مثل سبوجام دوش پر	دریا رکھو جناب سے گوجام دوش پر
پاس حرم نچا پیئے اسی پنجہ جنون	مہ رو کے سنگ در کو سمجھ کعبہ مراد
بارگراں ہر جامہ احرام دوش پر	ہر چاندنی کو جامہ احرام دوش پر
تعمیر پر جو مری میں نافہم یہ مگر	تعمیر کالج بھر کی کب پایا رہت
لے جائینگے اوٹھا کے دروہام دوش پر	پتھر تاجاب بھی ہر لیے بام دوش پر
بالوں کا کچھہ اثر بغیر یار نہیں	لچک کر نہ بارسی کیون مثل شلخ گل
ہوتا ہر عکس زلف نسیم دوش پر	رکھو اوٹھا کر گل جو وہ گلہ نام دوش پر
ڈورامری صنم کی جو گردن کا دیکھ لین	چو میں میں ہونچے سے مصحف زخار یا کو
زار رکھیں صاحب سلام دوش پر	پر رکھ سکین صاحب سلام دوش پر
یہ التجا ہر پیر مخان کی جناب میں	نازک سے ہر بارسی ہوسے دوش نیکون
رکھوں میں باق ساقی گلہ نام دوش پر	لشکر جو اسکی زلف سیف نام دوش پر
شیرین کوئی نہیں ہر گھر کوہ کن کل طح	مگر ہوا ہر ترک ادب کو یار کا
تیشہ لیو کھڑا ہوں میں ناکام دوش پر	افسوس ہم ہو دھڑلے ناکام دوش پر

غزلیات تصنیف ناسخ لکهنوی	غزلیات تصنیف هر چند نرنگی
کیا سوخته سخن نیک بدین کالون که رانده اجبار کوئی که زین ارقام دوش پر بس بر او سیکا نقش قدم سبک سجد ناسخ نبی که جسسه ز کله گام دوش	تقی تیغ او سکر دوشن جوهر نقش ده خط قضا کو سمجها میں ارقام دوش پر تا بوت کیون هر چند تخت سلیمان لیک چله جوده پری اک گام دوش پر
بیخطر یون ناسخه دوتا تا بهون لکهنوی دوتا تا تھا جسطح شعبان موسی یار پر ست بنیادی هر ختم اپنی مکان یار مندم هو چاندنی آجانی گردیو ار پر کتی هین سب کیچک ابرو کو چشم یار کھینچی هر تلوار کس بر جسم نے بیار هر مژه برگشته بال ابرو هر خند ار پر میل یخنجر کو چشمت سی هر تلوار پر دور جام هر تصدق هر اگر رفت ار پر خون دل مینا هر می قاست دلدار پر انگه جب سحر گئی ہوئی میان یار پر رونگا بار گراں هر میر جسم زار پر هر نگاه یار هر دم میر جسم زار پر بجلیان که فر لگین هین سیکڑون اک خار پر جیر پر و هو دیوانه هر چشم یار پر هر گریبان چاک هر گل زر گس بیار پر	کیا سمجھ شیدا ہوئی سپه شانه زلف یار کاٹ کھا نیگا رکھی هر ماسه دهن مار اسقدر هر نور بام پر صفائی یار پر دیکھا غش چاندنی هو سایه دیوار هر مجھ افسوس جو مژه چشم یار پر سیکڑون خنجر کچھو اک مردم همیار ماز که قاتل نہ اپنی ابرو هر خند ار پر سیکڑون بالی اگر هین دیکھا تلوار چرخ سرگردان هو اپی گردش رفت ار پر پا بگل سر و چین هر قاست دلدار پر دیکھا شیدا ائی مجھ جو حسن گلگون یار بلبل دل کو ہر نالہ میر هر حال زار پر اشک پھر کیونکہ تھیں ترکان چشم یار پر کب ٹھہرنا قطرہ شبنم هر نوک خار جب نظر آئی مجھے ترکان چشم یار پر حیف کیون بار گراں رکھا سر بیار پر

غزلیات تصنیف ناسخ لکھنوی

غزلیات تصنیف ہر چند ہمنی

زلف کے صد نور زیادہ سحر سے ہیں مجھ پر
 دل سے افزون رات بھاری ہوتی ہے پیار پر
 عاشق و معشوق سب تو ہیں میرے یار پر
 ذرہ کیا خورشید غمش ہے روزن دیوار پر
 جب نکل کر تو ہیں موزوں قامت و لار پر
 تو الف لکھتر ہیں جامی صادق اشار پر
 ناوا تو نکل الم سواہل دولت کو ہر عشق
 خوش ہو تو سب ناخن مطرب لگا جب پر
 ہو گیا میں قتل فرقت میں جج دیکھا ماہ پر
 خون ثابت ہے مرا اس مغربی تلوار پر
 دیکھ کر اوس گل کو بغیر غنچہ بھی چلا نہ لگا
 نا تو کب موقوف ہیں بلبل شری منقار پر
 کوئی جانان میں ہوں پر محدود ہوں دیدار پر
 بخت خفتہ خندہ زن ہے دیدہ بیدار پر
 دور کرتے ہیں نہانی میں صنم موبان کو
 کیچلی برسات میں ہے بار جسم مار پر
 آسمان کا منطقہ ٹھہر لیا ہے جس طرح
 وہم یوں ہو کر گھر کا ہے جہان کو یار پر
 کھودی ہے تصویر شیریں اس لیے فریاد
 روح بھی پٹکا کرے سرشت تک کسار پر
 ایک اشک گرم ناسخ گرز از میں پڑے
 طعنہ زن فوارہ ہو منقار ہو سیقار پر

ضعف ایسا ہی تپ جہان سے چشم پر
 بار غم اب ادھم سگر کب اس دن ہمار پر
 مہر بھی شیدا ہوا ہے نور حسن یار پر
 چشم نظارہ رکھو ہے روزن دیوار پر
 موزوں کیا مضمون کریں ہم قامت دلدار پر
 آہ کا عالم ہوا ہے مصرعہ اشعار پر
 کی گل طرہ تو بھی دستار اپنی تار تار پر
 بے فدا کیا سیم تن کو طرہ زر تار پر
 نام اپنا قاتلا زندہ ہوا ہے بعد مرگ
 آب ہر آب بقا کی تری تلوار پر
 گلشن معنی میں رہتا ہے ہمیشہ نعمہ سنج
 فوق خامہ کو نہ کیوں ٹوٹے ہو منقار پر
 راندن سوتا نہیں جگتا غم مرد میں ہے
 خفتہ بختی خیم کو ہی دیدہ بیدار پر
 موزیوں کو کب سب باد ہر سو پوشش طر
 پوست کی پوشاک پنائی ہے جسم مار پر
 کانسہ سکھوں نہ کاٹے دم میں جو تلوار پر
 بارہ ہر شمشیک تار نگاہ یار پر
 تنگ چشم ہو دی نہ پردہ پوش اہل حکام
 کب لگو سوزن سے طماننا دامن کسار پر
 ہو گیا تار رگ جان رشک تار از غنون
 طعنہ زن ہر چند ہے وہ صوکت قیاد پر

غزلیات تصنیف ناسخ لکھنوی

غزلیات تصنیف ہر خندہ دہنی

رولیت صاد	نمبر	عزل ابیات
<p>بزم گلشن میں کرے کر میرا گل اندام قص بلبل و گل کا کرے کیوں دل نہ بڑا آرام قص بزم عشرت میں ملین ہیں اگر کثر دوست کس طرح سے پھر نہ خوش فجام رکھوں نام قص ہر پسند خاطر زاد بھی خدیا گری دانہ سب کیکار کی ہیں صبح و شام قص یار کی یادوں کی ٹھوکر گریڈ کو لگے کیا عجب کرنے لگو چون مرد و عورت آشام قص سایہ گردش پڑا کیا چشم میگون یا کا ساقیا جو دوسرے کر تا ہی جو کا جام قص شمع کی لوگاتر پنا کی تیری بزم میں دل جلون کا کر رہا ہو یہ دل نا کام قص گر بجز ناقوس اوس طفل پر بہن کل دمان بتکدی میں مست ہو کر لگیں اجنام قص خنجر قاتل کے پیچھے ہوں طبیبان اسطرح مرغ جون صیاد کر رہا ہو زیر دام قص بزم میں بلوایا کوسر مضطرب میں ہو گیا کیا بھرا تباہی دل سے تھادہ پیغام قص</p>	<p>۱۰ آسقد رزیر فلک ای سرو گل اندام قص کر رہا ہو لوگر گردون کو بے آرام قص سیکڑوں میں نکل پڑتی ہیں ہر ٹھوکر گری فتنہ محشر دہے ہر جھکا رکھا ہی نام قص مرغ خوش خوان اس چمن کا ہوں جسکے صحن آسمان طاووس سان کر تا ہو صبح و شام قص لگتی ہیں ہینا گر گردون کو ہزاروں بھی کرین کر تو ہیں سستی میں جب ہم نہ تو آشام قص ہو گیا پیری میں عیش اپنا جواں سو دہ نا تھہ میں عیش کر تا ہو جو کا جام قص دور دامن ہو گیا ہو جھکو مثل آسیا پیتا ہو دلو تیرا ہی بہت خود کام قص گر عوض ناقوس کر رہا کر میں اک ناکہ گردن بتکدی میں ہر طرف کر تے پھیر اجنام قص تو ہو وہ صیاد او ظالم کہ جھکو دیکھ کر کرتے ہیں بدلتے پنوں کے اسیر دام قص جی او تھو مردی ہزاروں نگر گھنگر کی صدا واسطے زندون کر لایا موت کا پیغام قص</p>	<p>۱۱ بزم گلشن میں کرے کر میرا گل اندام قص بلبل و گل کا کرے کیوں دل نہ بڑا آرام قص بزم عشرت میں ملین ہیں اگر کثر دوست کس طرح سے پھر نہ خوش فجام رکھوں نام قص ہر پسند خاطر زاد بھی خدیا گری دانہ سب کیکار کی ہیں صبح و شام قص یار کی یادوں کی ٹھوکر گریڈ کو لگے کیا عجب کرنے لگو چون مرد و عورت آشام قص سایہ گردش پڑا کیا چشم میگون یا کا ساقیا جو دوسرے کر تا ہی جو کا جام قص شمع کی لوگاتر پنا کی تیری بزم میں دل جلون کا کر رہا ہو یہ دل نا کام قص گر بجز ناقوس اوس طفل پر بہن کل دمان بتکدی میں مست ہو کر لگیں اجنام قص خنجر قاتل کے پیچھے ہوں طبیبان اسطرح مرغ جون صیاد کر رہا ہو زیر دام قص بزم میں بلوایا کوسر مضطرب میں ہو گیا کیا بھرا تباہی دل سے تھادہ پیغام قص</p>

غزلیات تصنیف ناسخ لکھنوی	غزلیات تصنیف ہر چند سرودھنی
ہاچو گانے کو رتبہ کیا ہی اوسکے سامنے	گر ہوا می کوئی جانان کا ہو نہ فن پر گذر
ہر سخن اوسکا ہی ناسخ غنا ہر گام تمیں	چون بگولافاک کو ہر چند ہو ہر گام قص

ردیفیت ع	غزل ایک
نمبر	۲

۱۲	رکعتی ہیں گل عشق رخ شوق قد جانانہ شمع	۱۶	گر کرئی نظارہ محفل میں رخ جانانہ شمع
	گل ہو تو ہیش شکل شبیل صورت پروانہ شمع		خاک ہو وی جل کو سوز غم سی چون پروانہ شمع
	کیونکر اسکو آنسوؤں کا تار ٹوٹے ایک دم		کیون نہ جھک دوغ کھاؤ دل نہ جان ہر مغلط
	کتنی جو میری زباں حال سے افسانہ شمع		عشق کا اوش شعلہ رو کو گرسنی افسانہ شمع
	دیکھتی ہی قامت جانان کو حیران ہیں تمام		بہ سبب کرتی نہیں زہنا گر یہ رات بھر
	فاختہ شمشاد بیل شاخ گل پروانہ شمع		گر درہ سی صفا کرتی ہی پر پروانہ شمع
	اوسکی نور رخ کو آگے بوشان بزم سے		شمع کو کتب شنائی پر ہی پروانوں کے دھیان
	اور جوتی ہی بزمگ سبزہ بگیا نہ شمع		جان دیتی ہیں تبش پروانے بگیا نہ شمع
	شرم سی اوڑ جائ شعلہ کیون جگنو کی طرح		حسن بگھلا کر او بھاتی ہی دل پروانہ کو
	دیکھو محفل میں جو نور فندق جانانہ شمع		شام سی کرتی ہی بزم حسن چون جانانہ شمع
	اسکا ٹالا موتیوں کا دو دکنی شعلہ تاج		فوج پروانوں کی حاضر آکر ہو دربار میں
	رکعتی ہی تخت لگن میں شوکت شامانہ شمع		بزم میں کرتی جلوس تہ شب شامانہ شمع
	کیون تیس شبیہ دونوں فنون کو دو شمع سے		جان شاری کیون سوز دل سی پروانہ کرن
	شمع کا شعلہ ہی چہرہ قامت جانانہ شمع		آتشیں ہی کیا بھوکا سا رخ جانانہ شمع
	کیا موثر ہی میری سوز و رونا کا باجرا		نور حسن فوجانی پر ہی کرشش بزم میں
	ہو زبان افسانہ گو کی کتنی ہی افسانہ شمع		کب سی پروانوں کا کچھ بیان نہیں نہ شمع

غزلیات تصنیف تلخ لکھنوی	غزلیات تصنیف ہر چند سرحدی
<p>کیون نہیں ہوتا تجھے غم عاشق جاننا زکا دیکھ روتی ہو بروی لاشہ پروانہ شمع ایسی تاریکی ہو گم ہوتا ہے نور آفتاب کب ہو ممکن کر سکے روشن ہر اکا شاد شمع اسی لیے اسی شمع و فانوس میں گنتو ہیں بند جل جانی تجھ پہ اگر صورت پروانہ شمع ہوں وہ پروانہ کہ در تک با وجود غزلنگ کلی ہتھ بال کو محفل سی قبا بانہ شمع جل ہی میں جو ہر آئینہ پروانوں کی طرح آئینہ فانوس عکس عارض جانانہ شمع سر پہ سوزاں آغ سودا پاؤں میں نجر اشک تیری محفل میں کھڑی ہو صورت دیوانہ شمع گرد کھاؤ اپنی بالی کی وہ بجلی کا فروغ ہو بزم نگ ماہی بواب بتیا بانہ شمع کچھ فقط کوئی نہیں ناسخ دل و جان ستار بزم میں پروانہ ہیں لعل صاحب خانہ شمع</p>	<p>جان نثاری پر تو اچھا ناز کیون کرنا ہو دیکھ سوز غم میں تیری شب بھر جاتی ہو پروانہ شمع تیرے بختی میری حسرتی ہو شب ہفتاب پر کیا منور کر سکے گی تو مرا اکا شاد شمع کس گل رشک جہن کو سوزی کھانی ہو گل گل بنا فی اشک کے رو کر جو ایسے پروانہ شمع لو میں کیا آتش شمع کی لگی او کو لگن سراوٹھا کر دیکھو مجلس میں قبا بانہ شمع برق جون موسیٰ گری بتیا بانہ شمع دیکھ لے کر وہ تجلی رخ جانانہ شمع منہ سے کچھ کہتی نہیں مٹی ہو خود زار زار شعلہ کو حسن کو ہی دیکھ کر دیوانہ شمع سوز سو جاتی ہو اور کھتی ہو دل کو سب قرار رات بہر روتی ہو محفل میں ہما بانہ شمع فیض سے روشن نفس کی دور ہو ہر چند تیر کی رونق خانہ کیون ہو جو صاحب خانہ شمع</p>
<p>۷۴ بصل میں کبھی رونق محفل ہو تو اوغچک شمع آہ و افواج سوزاں ہو میان آنگار شمع شعلے عارض دوز فیض میں سانچہ میں دھلے کیا تفاوت ہو میان دبران سنگ و شمع</p>	<p>۱۷ محفل ہجران اور کیا چاہی ہے چاک و شمع داع سوز سینہ و نالہ ہو خوش آہنگ شمع آتشین رو شکل کا داغ جیتے جی رہا بعد مرن بھی رہی تربت پہ لوح نگ شمع</p>

غزلیات تصنیف نامحکمضوی

نگ فرش اور شمع پائیں کو مہر و نون دور
کیونکہ کیونکہ دیدہ حسرت سی سو رنگ شمع
روشن او کی سینہ پر نو سے ہوتی ہی شمع
نور میں کیساں ہو وہ آئینہ از رنگ شمع
دماغ سوزانچ پافت شعلہ ہوا سپر وبال
شعلہ و کیساں ہے میرا عاشق رنگ شمع
کھینچ کر آتش تیری خساںش رنگ کا
کیا عجب پیر رنگ ہو کر خامہ اثر رنگ شمع
گوری گوری او گلگون پرفروں کا رنگ
قدت حق سی ہی تاوام گل اور رنگ و شمع
شعلہ خساں رنگین ل سو تھاجو مگو آنس
بعد مردن بھی ہماری سینہ پر ہی رنگ شمع
حسن یوسف سی ہوتی پر نور ایسی راہ مصر
روشنی میں تھا برا بیل ہر فرنگ شمع
گیسو شبنم خط سبز و روی آتشین
ہو شب تاریکے رخا نوس مینا رنگ شمع
بار میرا سنگدل ہی اور میں ہر دم و دل
دیکھ لو جسے کہ دیکھا ہو نہ وہ رنگ شمع
خاک پر جا کر اندھیری قبر زمین لٹی ہو شاہ
جانتی جب ہم کہ لیا تو ہواں اور رنگ شمع

غزلیات تصنیف ہر خند سر و جھمی

پاؤں نگ فرش ہر این شمع و مہر و نون دور
چشم حیرت کی دیکھو کیونکہ سیت رنگ شمع
نور روشنی نہ تھا کا غیرت خوشید بہت
کب برا برس میں ہون شعلہ خوش رنگ شمع
کتب مجھ کو کا سوز سینہ آبا شاک چشم سے
عمر ہر جلتوری ہی ہر عاشق رنگ شمع
ہر نقش سقف اور جلوہ کنان ہی ہا ہتاب
شب کو اتنی ہر نظر انگوٹھیں چرخ اثر رنگ شمع
چنگ شمع بخت بزم عیش میں ہر بیان
فرش خاک دماغ سینہ مر کو ہوا اور رنگ شمع
شعر و ہر سنگدل کو عشق میں ہم مر سکے
یا ر تو تم رکھنا لحد پر میری لوح رنگ شمع
راہ صحر آتشیں تا کوں کہ وہ روشن ہوئی
نور میں کیساں ہر نون میل ہر فرنگ شمع
غور کر دیکھا جو شب کو میں نے چرخ و ماہ تاب
یاد آیا بار کا خانوس مینا رنگ شمع
سنگدل کی روی نابا کج ہی دلین خیال
جلوہ کھنوی میں میری سینہ میں کیساں رنگ شمع
خیریت شعلہ حسن عارض دل و لہر ہے
آتش ہر رنگ گل کو میں گل اور رنگ شمع

<p>غزلیات تصنیف ہر چند ہر چہ مرد چنی خوبرو پایا نہ پایا پاؤا پس نے دوسرا غیر کہ تھون جلیکے سر کے پانک شمع مازنین ہر حسن شن پر ہون پر واسنے فدا جنش لوسوا دہی ہے جو شوخ و شنگ شمع مر گیا ہون مرغ کھا کر اس رخ گلرنگ پر میری تربت پچی رکھ نام گلی خوش رنگ شمع خال کا کتنے معاہدے حل مستی نہ ہون دیکھو یوں معنی شب کو رکھ کیا مٹی فرنگ شمع آہ و گریہ غم میں لیل و شب کو چن کاروان مہل سینہ میں ہر چند ہر صدائے رنگ شمع</p>	<p>غزلیات تصنیف نام لکھنوی شمع سان جلیا، سوئے عشق سے تہا نہیں ایک ہی میری وفاداری کا پائو لنگ شمع بزم میں ہر شب اوی کر شکستے جلتے ہے یہ شاعر کیا نسبت رخسار شوخ و شنگ شمع عاشق او پر مرقی ہیں تو بین جی او پر تنگ جو برابر شان میں روئے اشک رنگ شمع مقام ہی تاج ہے جو بجو جواب سیر نجات سامنے رکھنا ہون انی نئے فرنگ شمع مخالفا ایک لایا تو نام لکھ پس محل روان گوش چشم انی لگاؤ بر صدائے رنگ شمع</p>
---	---

<p>غزل - ایات ۱۵</p> <p>شب تارونکو نظر آئی مجھے روشن چراغ یہ کون کاں چن کی دیوار کی روزان چراغ آہ کہ یہ چہ چہ پر جان کا جاوہ کدکشان رمبری کو واسطے تاری ہو روشن چراغ ہی دراز سیہ فائق شب دیجور پر کب منور ہو اگر ہو مہر کار روشن چراغ کیا ہواؤ آہ شب ہی مری او سکون خط مہ کار کھتا ہی فلک جو زیر پر این چراغ</p>	<p>روایت نمبر ۹</p> <p>جسے کچھ ان میں ہوتی خیر کار روشن چراغ ہو تین بن جائیں دیوار کی روزان چراغ جسے کچھ جسے مشوقین پر عاشق بین شار گردہ میں پروا بھی جسے کہ ہر روشن چراغ جوش و خروش کیا ایسا مجھے نقش قدم خانہ برنجیر میں ہونے کے روشن چراغ روشنی ایسی ہی او سکے سینہ پر نور کی ہو گیا مجھ کو نصیر ہے زیر پر این چراغ</p>
--	--

غزلیات تصنیف ناسخ لکھنوی

غزلیات تصنیف ہر چند ہر دو صحنی

ہیں جو روشن طبع تھیں اوسے یہ کار و نکو ہے
چور کو جھپٹتا آتا ہی نظر دشمن چہ راغ
روشن ایسا اوس گل عارض سے ہو بتان بزم
تیرہ آتا ہی نظر مثل گل سوسن چہ راغ
ہیں جو عمدہ اوسے مفلس بہرہ ور ہو تو نہیں
آتش یا قوت سی ہوتا نہیوں شش چہ راغ
نما کو آیا جو یان زخم دل سوزان مسیح
بہنہ گیا رشتہ فیتلہ چشمہ سوزن چہ راغ
کردون روشن آتش دل غ جلانی سے اگر
برق سان کر نو لگی بیتابی و شیون چہ راغ
جھڑتی ہیں سنگ لحد سی یاسین لگتی ہیں شرر
میری تربت پر جلاتا ہی تیرا توسن چہ راغ
کوئی پروانہ جلو کا تو جلو کا غم سے میں
دوستو ہرگز نہ تم رکھنا سر مدفن چہ راغ
ہوتی ہی نور خردی اہل غفلت کو گرینہ
بیشتر انسان بجاتو ہیں دم خفتن چہ راغ
داغ حسرت جل اوٹھا گلگشت میں تیری نیر
آتش رنگ چمن سی ہو گیا روشن چہ راغ
سہونک ماری غیچہ لب سی اگر وہ رشک گل
بزم میں پھیلائی مجھ کر گشت گاشن چہ راغ

شمر وہن جب نظر آتا ہی جل جانا ہی دل
ہو شب فرقت میں یار و جان کا دشمن چہ راغ
تیرہ بختون کو نہ اوس بزم میں ہرگز فروغ
روشن اپنا کر سکے ہی کب گل سوسن چہ راغ
سوز ہجر شعلہ روی شعلہ زنی لہین سیر
کے طرح دل غ جل سے پھنکے نور روشن چہ راغ
کیا لگے جراثیم کا نچاز خم آتش ناک پر
نچبشاخہ ہاتھ ہوا اور روزن سوزن چہ راغ
چشم ترکی آب سین سے جذب گریہ اسقدر
اشک روغن میں بڑی کر نو لگی شیون چہ راغ
جب سوار او سپر تیرا وہ روی تابان دیکھ کر
سب لگو کہنے کہ رویشن سے ستروسن چہ راغ
چھک رہا ہی باد شعلہ رو میں پہل ہی جسکر
دل جلے گا کیون جلاتی ہو سر مدفن چہ راغ
رات دن رہتا ہی روشن کب بجھائی تو بجھے
داغ سینہ کا نہ بجھتا ہے دم خفتن چہ راغ
مشعل مشاب کھاؤ دیکھ کر سینہ چہ راغ
عارض پر نور جاناں کا ہی وہ روشن چہ راغ
دم میں بجھ جائے گل نور شب کب روشن رہے
داغ سینہ سی جلاتی میری گر گاشن چہ راغ

غزلیات تصنیف ناسخ لکھنوی	غزلیات تصنیف ہر چند مرثیہ
کیون نہ پیر فلک کا تعلق ظاہر حسی پر	کب تک بجاؤں اس تعلق کو کب بھڑکے
دن کو جب غم غم کر رہا ہوں چارغ	دفع تو دل میں جلائی رہی دل کو دل چارغ
ایسے کل سہندری آئینہ میں دیکھا جو منہ	خون پر و انون کا کرتا ہی ستم سی بات بہر
بن گیا عکس فرغ حسن آہن چارغ	قاتل جان ہو گیا جو نہ خبر پہ چارغ
جیش بستان میں ہو صاب کا شایخ شعلہ پر	ایک دم میں مٹا جاتا اوسکا پھونک سے
چاک ساز و جاتہ فالوس راہ ترن چارغ	قدرت حق کی بنا ہر چند نادک تن چارغ

ردیعت کہ	غزل
نمبر ۱۰	۲۳
دیکھا تری فرس کا جو ای شہسوار رنگ	مکھنوں سے تیری اس کا ای شہسوار رنگ
گرہ دون کا اڈ چلا ہی بنگ غبار رنگ	لاؤ نہ اوسکو پاؤں کا کیونکر غبار رنگ
ای گریخون سی آب دہنہ اشکبار رنگ	وامان صحرا ای چشم اشکبار رنگ
لاؤ بنگ گل برگ ابر بہار رنگ	خونریزی تو تیری گویا ابر بہار رنگ
دکھلائی تو چمن میں جو فصل بہار رنگ	کھن پانکھیری خون سے اشک بہار رنگ
رشت میرے کتنی ہے صحر کو خار رنگ	لاؤ بنگ گل ہیں صحر کو خار رنگ
تورہ ہی آفتاب جو پر تو پرے تیرا	ہی اوسکے سلسلے گل خورشید زرد و رو
جلجلائی لالہ زار کا ای گل عذار رنگ	رکتا ہی گل بدن کا وہ زیب عذار رنگ
سارا جہاں سیاہ ہی آنکھیں میری سفید	سرخ آنکھیں پھر میں رنگ تن ہی زرد
دکھلائی ہی تو زو رشب انتظار رنگ	اور کیا دیکھا ہی وصل کا اب انتظار رنگ
منہ لال ہی جوشہ دولت ہی خوشنہو	میگوں لبوں کے بوسہ نے غمور کر دیا
کچھ اور ہی دکھائی گئی کجگو خار رنگ	دیکھا ہی دیکھا فائدہ کا اور کجگو خار رنگ

نغزلیات تصنیف ناسخ لکھنوی	نغزلیات تصنیف ہرمنیہ سروجی
آتش رخان دیر اگر بھگو دیکھ لین	دو دو بھگ تو آتش فم سے ہوا مسیحا
اڑ جای عاصون سے رنگ بشار رنگ	پیرا و سکا سرخ مکتبا کیوں یہ شرار رنگ
کیوں ہونہ جای اہل جہان کا ہوسفید	صبح سفید و شام سیاہ رنگ کتنی سہت
الفت کا کر گیا ہر جہان سے فرار رنگ	نیرنگیوں کا نام رکھوں میں فرار رنگ
اوس آفتاب رو کے ملائین جو ایک دل	رنگہ زرخ رکتے گو یک شکا نیل سکا
بدلی خاک کے صورت خربا ہزار رنگ	دنرات میں یہ رنگا ہے لیکن ہزار رنگ
گلشن میں تیری گل گل مرخ کا جو ذکر ہو	دیکھیں گل شباب جو گلہ کو باغ میں
کر جای ساتھ بوسے گلون کا فرار رنگ	مٹل ہوا ہوا رخ گل کا فرار رنگ
ہو تو میں تیری رائے گل سسج یا سمن	سرخ و سفید سیاہ جو آنکھیں ہیں پیار کی
گھٹیا ہمارے شہم کو بے اختیار رنگ	دیکھتے سے دل کا بدل جو بے اختیار رنگ
جبہ میں جو رنگ نہ ہو ہی کہان ہوا بیخ میں	فصل بہار باغ بود دیکھتے تیرا عذار
نیربان مجھ کو پت گل ہے بشار رنگ	شبہ ای ہو کر سرخ گل کا بشار رنگ
یاد گلشن شباب کی رنگین فرا جیان	اودا کیا لبون کو زبان کو کیا ہے لال
جب شام کو شفق کا ہوا آشکار رنگ	پان و سی نے کیا کیا کیا آشکار رنگ
سرخ و سفید رخ ہے چشم سبز خط	آیا عجب جو دیکھا گل مہدی یلغ میں
آئی ہن ایک گل میں نظر بھگو چار رنگ	ایسا نہ اور گل رکھو ہے پانچ چار رنگ
زنجیری اثر میرے رنگ شکستہ کا	وہ تیرہ بخت ہوں میری تصویر گر کچھ
مافی مخبری شبید میں گر لاکھ بار رنگ	رنگین ہو وی دی او تو گر لاکھ بار رنگ
انکھیں جو روقور و قومی لال ہو گئیں	ابر بہار سانجے میری چشم خون رخسان
ہنکر وہ بوسے داہ ہی کیا آبدار رنگ	ایسا گل چمن میں نہیں آبدار رنگ

غزلیات تصنیف ناسخ لکھنوی	غزلیات تصنیف ہر چند سرودھنی
<p>ای رنگ سرور رکھتے ہیں مانند فاختہ خاکستری لباس کا ہم خاک ارنگ اوس گل کی کیا کمون میں تئون مزاجیان ہوتی ہیں ایک رنگ سے پیدا ہزار رنگ اشکوں کی شست شوئی سیاہی نہ کم ہوئی کیا پختہ رکھتے ہیں مری شبہات و نارنگ جسد سے ہر گلال اوڑانے کا جھکوشوق تیرے شہید ناز کا لایا غبار رنگ گہم رخ گاہ زرد کھمبی سے سفید آہ پاتا نہیں کوئی میرے منہ پر قرار رنگ یاد آگئی ہے ہر گورگ گل سے وہ کمر ای اشک خون ہمارا گریان کو نار رنگ ناسخ ہی میرا سدا شد کی زمین اک حنی بشفقت کو باندھا ہزار رنگ</p>	<p>آئینہ پر جو خاک ملین رنگ رو ہوسات خاک ہو صفای کا کہیں ہم خاکسار رنگ ہر برگ میں ہے اسکی رنگت جدی جدی اک پھول عشق کا کھمبو دیکھو ہزار رنگ دھون سے آب کو اوٹھے او را بیداری ہو کیا پختہ کا لارنگ ہے گیسو کو یار رنگ دیتا ہے سبز بخت یہ رو کو آب و تاب لاتا ہے رنگ پان سے مٹی کا غبار رنگ دو روزہ حسن پر نہو بلبل نوشہ فیتہ رکھتا نہیں ہے چہرہ گل کا قرار رنگ خون جگر سے نکلیں ہے وہ آنسوؤں کا تار رکھتا نہیں ہے ایسا رنگ گل کا نار رنگ ہر چند چمن میں دیکھ تو رنگت بہار کی غنچوں گلون سے رنگتا ہوتا ہزار رنگ</p>

روایت لون نمبر ۱۱	غزلیات ابیات ۱۹ ۲۵۸
<p>جو بگناہ ہیں ناکام بھی خون حرام نہیں مقام عشق یہ ہے کعبہ کا مقام نہیں نگار تین زبان ہوں لبان زخم وہاں وہاں زخم سزاوار الیتام نہیں</p>	<p>جو بوسہ میگوں لبون کا لون کچھ حرام نہیں یہ بزم میکدہ ہے شرم کا مقام نہیں شہ تیغ نگہ ہوں میں کیا کرے جراح ہمارے زخم کو مرہم سے الیتام نہیں</p>

تغزلیات تصنیف ہر چند سر و جتنی	تغزلیات تصنیف ناسخ کتھنوی
خدا کے واسطے مجھ کو نہ قتل کرا ہی بہت کہ روز حشر میں کیا اسکا انتقام نہیں نہیں رہائی میں قہر یار کی شکل یہ اپنی آہ جگر کی کہ نہ بام نہیں میں ہوساوس لب لبو کیوں کیوں ہوں کہ نشہ شرع میں اس جی کا کچھ حرام نہیں رقم قلم نے کیے گوہر ہر ہا و فست حکایت غم حیران ابھی تمام نہیں خفا ہے یار یہاں تک ملے جو رستے میں کیا منہ سے بات کری تو بت سلام نہیں فراق یار میں ساقی کو میکہ سے نہ کام یہ اشک چشم میں کیا شراب و جام نہیں ریاض و بہر میں خندان مدام کب کوئی فسر وہ کیا گل خورشید وقت شام نہیں جرج کے ساتھ بھی نام و کے نہ جرات ہو کہ کام تیغ کا کرتا کہیں نیام نہیں سنا وجود سے مشہور نام حاتم ہے ہزاروں مر گئے ہر چند جہان نام نہیں	جو مجھ کو باریے مارا تو غیر کو کر و قتل غریب واسکے سوا اور انتقام نہیں عمر جس میں کیونکر ہو مجھ کو بیم نروال تو آفتاب فلک ہے چراغ بام نہیں نہیں حلال کوئی شے یہاں بغیر شراب اسی طرح سے بجز توبہ کچھ حرام نہیں تمام صفحہ عالم ہے ایک ہی صفحہ سہ کتاب کا یہ اک ورق تمام نہیں نہ سجدہ در جہان سے سڑوٹھاؤں گا یہ وہ نماز ہے جس کا کبھی سلام نہیں تمام خلق ہو گردش میں چسپ مینا ہے بس ایک قابل گردش ہمارا جام نہیں محال پری میں ہے لطف نوجوانی کا چراغ صبح میں نور چہرا غ شام نہیں جو خیر چاہے دلا کر عشق ابرو سے یار یہی ہے تیغ کہ جسکے لیے نیام نہیں زمانہ محو ہوا دل جو ہر کسی پر محو - + مری نگینی میں ناسخ کسی کا نام نہیں
بناہیں دوستی کیا دوست رسم و راہ نہیں وہ کون دل ہر کہ حسین کسی کی چاہ نہیں	۱۰ سوای مکر زمانے میں رسم و راہ نہیں وہ کون جا ہی جہان زیر کاہ چاہ نہیں

<p>غزلیات تصنیف ناسخ لکھنوی</p> <p>مین گو کہ حسن کے ظاہر میں مثل ماہ نہیں ہزار شکر کہ باطن مرا سیاہ نہیں ہوئی ہر محو و جرس سے یہ بات اب ثابت شکستہ دل جو ہوا اس کے لب پہ آہ نہیں جگر کے دماغ میں بلطف گر نونا سور جہان میں کون ہے وہ باغ ہمیں چاہ نہیں ہمیشہ کام میں غیروں کو رہیں سعادتمند ہمسا کو اپنے لیے فکر غرو جاہ نہیں عبث ہی یار کو مجھ دل جیل کو قتل کا سوچ چارغ کشے کا کئی بھی راہ خواہ نہیں سفید و کفر مرده و سید ان متناہ شب لکھنوی میرے ہر سو سے سیاہ نہیں جہاں بزم صہب میں ریشہ سبز قدم میں کیا کیا رسکوا و کٹا رہا کچھ گیا نہیں گر اتحاد میں عزیز و کبھی مہ کنعان ہنوز چشمہ خورشید بھی وہ چاہ نہیں ہجوم فوج مدد کی جہاں میں آماج سوا حق قلعہ مرفہ کہیں بنیاد نہیں</p>	<p>غزلیات تصنیف ہر حنفیہ سرور حنفی</p> <p>کیا سوز عشق میں مر رہو کے چڑا ناہ نہیں جگر میں دیکھ تو داغ اس کے کیا سیاہ نہیں کیا ہے درد جہاں کی فوجان کو بیتاب وہ کون وقت جو دل سے ہمارے آہ نہیں گریبے کیوں دل شہنشاہ لب بون ترسے جوتاب ہو با لب یہ ویسا چاہ نہیں سبھی میں ہا لب اس کی ملی ہی قسمت سے وہ کون ہے کہ جو خواہاں غرو جاہ نہیں جو شمع میں جل جل کر جان کو تھامے تو اپنے خون کا پردہ داد خواہ نہیں چارغ ماہ بیکار روشنی نہ ہو مسرگزر کہ ایسا پس شب بزم ہمارے سیاہ نہیں ہر سبز رنگ کو رخ پر یہ سبز خطا نہیں وہ گرد جاہ و قوس کے جھاگیاہ نہیں نہ دوست گنہ گار نہ آخر ہو جان کا دشمن وہ دوست کیا ہی چاہت کی دین چاہ نہیں ہر تیغ ابرو کا ہر حنفیہ قبر میں بھی خیال تو مر کے زیر زمین بھی ہمیں پناہ نہیں</p>
<p>۱۲</p> <p>مثلاً اس کا ایک گل جنت کو گلشن میں نہیں روشنی اوس رخ کی مانند ہر روشن میں نہیں</p>	<p>۱۳</p> <p>۹۹</p> <p>کیا وہ لالی میں ہے جو اوس گلشن میں نہیں ہاں مگر داغ یہ رخسار روشن میں نہیں</p>

غزلیات تصنیف ناسخ لکھنوی	غزلیات تصنیف ہرچند سرودھنی
<p> بگدا ز دل نہیں ممکن کہ ہو سیر سلوک دیکھو او تراہروانی آب آہن میں نہیں کیا فقط تیری تجلی ہی ہو سوسے قرار کون تہہ پڑکائی جو فلاخن میں نہیں دیکھنا جذب سا جہان مری مری کے بعد گوشت تو کیا کوئی ہڈی بھی مدفن میں نہیں وہ تو اس غارتگر دیر و حرم کی یار ہیں یہ سب ہی ربط جوش و برہن میں نہیں بھیرو انکاری بنو عشق کے اعجاز سے داغماؤ اشک گلگون میری دامن میں نہیں کس کو یاں پہنچا سکے تیرا کوئی گرد نہ کون ہو وہ ای جمل جو تیری جوش میں نہیں سب کی یان پر شراب مرغ ز کشت عمل و انہی سب ز اہل اپنے خرم میں نہیں کھا گیا میرا صبر بولے بے اعتدال راہ بندہ واجب ہو ممکن جوش میں نہیں ہوں اسے بے خجست کرنا وای جوش جنون طوق کوئی جز گریبان میری گردن میں نہیں یہ تعہد حق سر رکٹ کر گرا چو پاؤں پر پر نیچم ہے ہاتھ اس قاتل کو گردن میں نہیں </p>	<p> غزلیات تصنیف ہرچند سرودھنی خرم میں ہی کو اک دم میں جلاؤ مثل برق آتش فروزی کیا آب تیغ آہن میں نہیں کیونٹ بومری سو توڑو شیشہ عشرت مرا کیا کلون مرگروں کی فلاخن میں نہیں ہو گئے مرگروں آہن جان سے ہم جدا ہفتشیں جزو دول اب کوئی مدفن میں نہیں دمدم ہی خرم میں اوس بت کو وہ نالہ میں ایسا والہ شورنا قوس برہن میں نہیں چاک کیا دست جنون کے اک گریبان کو کیا تا تک باقی میری جہاد دامن میں نہیں نابک مرگراں سے ایبرو و کانچ ل ریش ہے حفظ میں اس تیر و ز نہار جوش میں نہیں دل جلو کا سبز ہوتا ہی کمان کشت عمل ایک دانہ دیکھتا میں کرم میں نہیں ہی او کو غیر دن کے الفت او ہمسے دشمنی یار کو پہچان اب تاکہ دست دشمن میں نہیں سوز غم فرشتیں رو کی جلاپا ہے مجھے شعلہ سان کیا طوق آہن لال گردن میں نہیں ہو گیا دیوانہ دل طفل برہن دیکھ کر طوق ہی میری لیے زنا گردن میں نہیں </p>

غزلیات تصنیف ہر چند ہر چنی	غزلیات تصنیف نسخ لکھنوی
سوز غم و جلیبی ہر چہ شب کو شمع یون روشنی جو رخ پر او کے روز روشن ہر چہ	نشتی بیکرین تو ذرات عالم میں گواہ کی طرح خورشید شمع روز روشن ہر چہ
<p>۱۳ خواب چشم بونک ہماری آشنا ہوتا نہیں ہجر میں جان جا وصل دل رہا ہوتا نہیں غم نہانی زکھون نشو نما ہوتا نہیں حال دل سے آشنا وہ آشنا ہوتا نہیں دھیان حسن نہ لقادل سے جدا ہوتا نہیں وہ صنم تو مدہ بان بہر خدا ہوتا نہیں جدید شکیں نے سادل لہر دل پر چڑھ گئی زہر قاتل سے بہر کیا اثر دہا ہوتا نہیں کب مسیر مرتبہ عالی فرمایہ کو ہو ہمسفر نش مشجر بویا ہوتا نہیں کب گئی ہی گرمی سوز جگر فرو پہ بھی سبزہ میری قبر پر نشو نما ہوتا نہیں در دول کامیری جب لکھتا ہو وہ قمر طاق کیا صرغیم کو خامہ پر صدا ہوتا نہیں روی روشن کا تصور راہ چشم بونک چشم جون مردک یکدم جدا ہوتا نہیں بختبان ازل کو مرلندی ہے نصیب سبزہ چاہ زرخندان زیر پا ہوتا نہیں</p>	<p>۱۳ دل شب کو صنم سے اپنا آشنا ہوتا نہیں نگ صفا طیس ہرگز کمریا ہوتا نہیں خط تو رویار پر نشو نما ہوتا نہیں سبزہ بیگانہ گل سے آشنا ہوتا نہیں تو بھی آغوش تصور سے جدا ہوتا نہیں ای صنم ج طرح دور اکدم خدا ہوتا نہیں ہیں جوانی میں جو ظالم ہوگا اظلم پری ہیں کوئی جز ماہر کمن سال از دہا ہوتا نہیں نقصر سے ایسی میری خاطر کو ہی پسیدگی محو اعضا کو نشان بویا ہوتا نہیں دانہ باروت نبتو ہیں میرے جسم امید تاناہ برق او پر گری نشو نما ہوتا نہیں نشہ عرفان میں جب تکا دل ہی قیل و قال تاناہو بیوزیا غریبے صلا ہوتا نہیں ہیں گیا تصویر پر دل میں تصویر یار کا آئینی میں جا کو عکس اس کا جدا ہوتا نہیں تو ذیون کو روند تو پھر تو ہیں ہم جنت میں کب صرخا منہ پلان زیر پا ہوتا نہیں</p>

غزلیات تصنیف ہر چند ہر دھنی	غزلیات تصنیف ناسخ لکھنوی
<p>لاد و گل سب برنگ سبزہ بیگانہ ہیں اس چمن میں کوئی اپنا آشنا ہوتا نہیں ایک دن کرنی ہو سکو قتل یہ تیغ قصا قتل و ادس کے بری شاہ و گدا ہوتا نہیں جذب الفت اسکو گنتی ہیں نہ مول کر حیدا شیرین بھی آب ملکہ بھر جدا ہوتا نہیں ہم ہرچہ ہر چند و اس تکت کو چاہا تکتھی پر یہ سینہ سے جدا بند قبا ہوتا نہیں</p>	<p>بارغ عالم میں برنگ سبزہ بیگانہ ہوں غیر پامالی کوئی یاں آشنا ہوتا نہیں ہو سر سلطنت یا تختہ تالوت قبر پردہ مانع و دل مرا شاہ و گدا ہوتا نہیں بحر وحدت میں ہوں میں گو سر گیا مثل جاب چوب کیا تلوار کی پانی جدا ہوتا نہیں نسخ ہین یونانی مشوقان عالم یار کے کون گل ہو چکا پر اپن قبا ہوتا نہیں</p>
<p>وہ رشک مہر مرا میری پاس یہاں نہیں تیرہ جہان نظر میں کیا جو ان آسمان نہیں رشک قمران کوئی حسین جوان نہیں گرد و غبار و عوڈہ کر کہا دیا یہاں نہیں تن میں جان با جو وہ جان جہان نہیں گلزار دل میں میری کیا فصل خزان نہیں ہے انتظار آہ عیب کلام کے دم آگیا ہو انگوٹیاں تن میں جان نہیں سینہ میں بلوغ و مرغ نہ کیونکر کھلا رہے کیا آب انکاس چشم سو میری روان نہیں مسحوبین تیرے زابہا ہم جائیں کس لیے نعرہ زنی ہو کیا چمن صوت اذان نہیں</p>	<p>۱۸ رقت کبھی کسی کی گوارا یہاں نہیں جس سرزمین کو ہم ہیں وہاں آسمان نہیں عشرت کی جا ہر لاکھوں ہی طفل جوان نہیں پیری میں بھی خیال اصل کا یہاں نہیں دور روز ایک وضع پہ رنگ جہان نہیں وہ کونسا چمن ہے کہ جسکو خزان نہیں دشمن اگر وہ دوست ہو آہ تو کیا عجب یاں اعتماد دوستی جسم و جان نہیں ہر گل ہر اس چمن ہی گریزان برنگ بو سرو چمن ہی کون جو سرور و ان نہیں صبح شب وصال ہے دم توڑتا ہوں میں لالان ہی میری غم میں موزن اذان نہیں</p>

<p>غزلیات تصنیف نامحکم موی مطرب کی نغمہ گوئی کی درکار کب سمجھے کیا نے نواز میرا ہر اک استخوان نہیں ہم چشم ہو نہ چشم سے تیری مہون کو چشم وہ منہ کیا جسے چہ بتا تیرا آستان نہیں ہوتا نہیں ہے صاف تون کو غبار دل آتش میں ہل کو کبھی دیکھا دھواں نہیں گل زخموں کے کری میری گل چینی ست آہ میری چمن میں کیا ہوا اگر باغبان نہیں چاہہ دقن میں یوسف دل میرا اگر گیا نکلے غریب کو کیونکہ کوئی کاروان نہیں گلرو کی ہون کیا تنگ دہانی کو وصف گو غنچوں کے منہ میں بلبلو گویا زبان نہیں کیا گوشت پوست چھوڑی نہ کھاؤ مٹی استخوان رکتے زمین گور سو کب یہ دہان نہیں خندان کوئی رہ سکے اس باغ میں ملام ہاں اک بہار سرو کو جو خندان نہیں سرمونہ وصف ہو سکے اک موی زلف کا شان کی یون تو دیکھیے کیا تنو زبان نہیں اوس گل کو پش عشق سی وہ زرد رنگ ہون ہر رنگ میری زرد گل زعفران نہیں</p>	<p>غزلیات تصنیف نامحکم موی زقار نازنین پہ لچک جاتی ہے کہ بس گویا تیری کمر میں صنم استخوان نہیں آنکھوں سے فائدہ جو نہیں تیری گرد راہ حاصل حبیب سے کیا جو تیرا آستان نہیں بولا جو بوی گل سے ہوا یا بلے دماغ کہتا ہی کون آتش گل کا دھواں نہیں خود روہیں کس طرح گل خیار و سرو قد ہے کون باغ جسکے لیے باغبان نہیں حاصل تجھے بصارت مقبوع ہو اگر یوسف بنیہ کوئی یہاں کاروان نہیں منعم کو فکر میں بھی ہلا نہیں کبھی کبھی تنہا برای لذت دنیا زبان نہیں تصرف تیغ ابروی قاتل ہر دم کے ساتھ گویا دہان زخم ہو تیرا دہان نہیں پیر مردہ ایک ہے تو شگفتہ ہے دوسرا باغ جہان میں فصل بہار و خزان نہیں ساقی لگانے رکھ میری منہ می ختم شراب دیباچی کی مچھلی ہے میری زبان نہیں رنگ بہار زرد ہوا تیرے ساسنے باغ جہان میں غیر گل زعفران نہیں</p>
---	---

غزلیات تصنیف ناسخ لکھنوی	غزلیات تصنیف ہرچند سرودنی
جنگے سروں پہ آپ گس ران رسیم ہما اونکا بھدین کج کوئی استخوان نہیں دھوکا نہ کھاظرون وضو کو تو دیکھ کر مسجد پرے فروش کی تلخ دوکان نہیں	اوس سحر کو سوز میں ہون موم تن گھلا باقی بدن میں شمع سا بج تلوخا نہیں ہرچند تن سی جان گئی ہم خاک میں جس میں کہ وہ متلع تھی باقی دوکان نہیں
پھونچا شان پہ اوسکا بھی میرا سر کمان ۱۱ نخل مراد عشق نے پایا تھر کمان طول شب فراق کے مشکون سے فائدہ میں جان باب ہون بجکوا امید سحر کمان ترکیب کو کمال ہے تاثیر ز احدا بے بادہ ہی دعا ی قوج میں اثر کمان جاتا ہے صید گاہ کو وہ پھوڑ کر مجھے ای مرغ روح میری لگو بال و پر کمان آنکھوں میں منتظر ہیں بٹ پارہ ہا دل آتا ہی ناوک نگہ یار اوھر کمان ہو خاک کوئی منتظم ظالم سے منقطع حلقوم آب تیغ سے ہوتا ہے تر کمان حاصل نہیں ہے دشت تننا کو غیر یس اس باغ میں چپاڑنے پایا تھر کمان ظالم کو اس مرض بھی ہوتا نہیں گزندہ ہو نخل میوہ دار کو رنج تر کمان	ز انوپہ سرو قد کے پھونچتا ہے سر کمان سرو مراد دل کو میسر تھر کمان روشن دنوں سے ربط نہو نہرہ بخت کو خفاش دیکھ سکتا ہے نور سحر کمان روز وصال ہو نہ ز نہار ہو نصیب اپنی دعا ی نیم شبی میں اثر کمان تو چاہے بعد فوج کے صیاد نے اوسے اوڑ تو پھرین گے دیکھتے ریشہ پر کمان دیکھے ہی کیونجی وھر کو تو اچھو شوق دل بہولا ہے میری یاد وہ آؤ اوھر کمان جب پونچھے اشک تین جن یا کی موج ہو گریہ سے ابھی دامن تھر گاہ ہے تر کمان اوس سرو قد کی دوستی میں پایا کچھ نہ چل الفت کو نخل میں ہوا پیدا تھر کمان پاؤں نہ عالی پایہ فرومایہ سے ضرر طوبے کا نخل آتا ہے زیر تر کمان

<p>غزلیات تصنیف ہر چند ہر چندی حاصل شب وصال نہ تار و زخم ہوا ہو شام ہجر کو میری نور سحر کمان نظارہ کی تیری نہیں سنن فر کو تاب و کیچین جو نور حسن کو ایسی نظر کمان ہر چند او کو عشق قیون کو پاس ہے رکھتا ہر دور و دوری تو تیری خبر کمان</p>	<p>غزلیات تصنیف ناسخ لکھنوی نفرت شب وصال سحر سے نگر دلا اکدن شب فراق میں ہے یہ سحر کمان ہو تیری کر کی صدم ہے عبت تلاش جس کو خدا چھپائے وہ تو نظر کمان عاشق ہر پر بھی نہیں فرقت ہوئی نصیب ہو اضطراب کی مجھے ناسخ خبر کمان</p>
<p>۱۳ ظلم ضیاء کا ہم یاد کیا کرتے ہیں جس کو بکڑین نہ وہ آزاد کیا کرتے ہیں انہی لیے کو جو ہم یاد کیا کرتے ہیں قیس کی طرح سو فریاد کیا کرتے ہیں حالم وصل کو جب یاد کیا کرتے ہیں ہجر کے ہاتھ سے فریاد کیا کرتے ہیں روز و چرخ کو جو ہم یاد کیا کرتے ہیں وصل کی شب میں بھی فریاد کیا کرتے ہیں یاد کر تیری وہ رونق بزم اسے دلبر اپنے ویرانہ کو آباد کیا کرتے ہیں چاٹو اپنے لبوں کو ہن مژہ دلو کر نزدت بوسہ جو ہم یاد کیا کرتے ہیں وود و دل مثل گبول ہو گویوں سرگردان و سبدم آہ کو بر باد کیا کرتے ہیں</p>	<p>۱۴ قامت یار کو ہم یاد کیا کرتے ہیں سرو کو صدقی میں آزاد کیا کرتے ہیں زلف شبرنگ کو ہم یاد کیا کرتے ہیں شب تاریک میں فریاد کیا کرتے ہیں نگہ یار کو ہم یاد کیا کرتے ہیں دیکھ کر برق کو فریاد کیا کرتے ہیں کو چہ یار کو ہم یاد کیا کرتے ہیں جا کو گلزار میں فریاد کیا کرتے ہیں گر جو فریاد بھی ویران تو تصور میں ام خاندول کو ہم آباد کیا کرتے ہیں ریشک سو لیتے نہیں نام کہ سچ نہ کوئی دل ہی دل میں تو ہم یاد کیا کرتے ہیں گد ز جو ہم کو چہ کا گل سے صبا کو جھوٹے انکست گل کو جو بر باد کیا کرتے ہیں</p>

غزلیات تصنیف نسخ لکھنوی
 ہوؤ ہر چہ جانی کتبست میں پر پرو خوریز
 کیا یہ جلا وطن کو اوتا و کیا کرتے ہیں
 بچو ناکے میں نالہ سوزان اگر چاہیں
 ہم فقط خاطر صیا و کیا کرتے ہیں
 ہوتی ہے آنت خط قمر خدا سے نازل
 ہستم ہم یہ جو بیدا و کیا کرتے ہیں
 ملک الموت اگر کیسے نہیں تو ہے بجا
 قتل بڑتین پر نیا و کیا کرتے ہیں
 تو یہ صیا و جو وار کے تجھ پر لاکھون
 طائر روح کو آزاد کیا کرتے ہیں
 انتقام اسکا کہیں نہ فلک ڈتا ہوں
 جو ڈر و عدو کے جوہ شاد و کیا کرتے ہیں
 یراد یوان ہے کیا سانہو ان کے نسخ
 چو کہ فرمان پر ایراد کیا کرتے ہیں

غزلیات تصنیف ہر چند ہر چند
 تیر ہی طبع نے انصاف کچھ نہیں پیدا
 تحسین ہر شعر پر اوتا و کیا کرتے ہیں
 ہونہ زنا اقص میں ہمیں نعمہ سخی
 ذکر میر جئے صیا و کیا کرتے ہیں
 رعد اور برق کی عرش نہ سمجھ کر دو ہیں
 درو دل حسن میرا بیدا کیا کرتے ہیں
 ہی پر رو کی جو صورت کا تصور دل میں
 بند شیشہ میں پر نیا و کیا کرتے ہیں
 بوسبب مرد کو قمری نہیں بڑی ثمری
 سر گر انبار کب آزاد کیا کرتے ہیں
 روز حیران کا شہ وصل سے لون کا بد لا
 دل کو ہلا کے یون ہی شاد و کیا کرتے ہیں
 جسے بیت ابرو و موش کی ہر دھیمی ہر چند
 مطلع ہر پر ایراد کیا کرتے ہیں

۱۵ کیا بکھر حسن کی ہو کر چرخ و تاب میں
 یہ بختیاب کب ہے ہلا سوج آب میں
 ہو چھبھیں چھبھیں یہ مہموم زندگی
 اکدم جا ہوا ہی ہوا ہے جاب میں
 صبر و ریزی ہیں مجھ کو یہ اک رشک جو رہنے
 مصروف ہیں ہزار فرشتے حساب میں

دریا ہوا ہی موجوں کے جو چم و تاب میں
 کھولی ہو زلف یا نہ کیا او سکی آب میں
 سیلاب اشک دیدہ ترین ہیں جہیز زن
 دیکھا نہ تو دیکھ لو دریا حباب میں
 جرمون کا میری ہونہ محاسب کچھ حساب
 روز حساب بھی وہ نہ آئین حساب میں

نخلیات تصنیف ہر خدیجہ حنفی	نخلیات تصنیف ناسخ لکھنوی
خرمین میں ہوش دل کو دہن آگ لگ گئی	تعمیر ہے کہ یار کی پڑ جانے کی نگاہ
دیکھا وہ حسن شعلہ نشان جب کہ خواب میں	بجلی گری ہر رات کو کل مجھ پر خواب میں
اوس تیغ زن کی وصل کی ہلک ہوئی امید	تاواریری حلق چہرست نے پھیر دی
دیکھئے جو ہنئے عاشق موشوق ڈاب میں	کیجا جو دیکھئے عاشق موشوق ڈاب میں
تپ ہجر سے ہوں ناتوان نکلے نہ منہ سواہ	شب سوز یاد صبح جاری ہوئی سیاہ
ایسا ضعیف ہو گیا عہد شباب میں	جو شب میں کیا نہ کیا تھا شباب میں
ہمسہ ہلال چرخ کے ہونفیس عکس سے	نسبت ہو کیا ہلال کو او کی رکاب سے
میرہ رو رکھے جو پاؤں خنائی رکاب میں	خالی ہلال پاؤں خنائی رکاب میں
شیرین ہے یا کے لب میگون کا فائقہ	ہم مست بھی ہیں تارک لذات زاہدا
طنخی نہیں ہے ساقیا کچھ اس شراب میں	اکہن تو دیکھ کیسی ہے لذت شراب میں
وہ جذب عشق گل ہو دل عندلیب کو	سو داؤ چشم پار کی ہو یہ بھی ایک لیل
ہو بو ہو گل عجب نہیں اوس کے کباب میں	خشکی کمال ہے جو ہر ن کے کباب میں
اس جرم پر گھلون کا کیا تھا جہن میں خون	بحر فنا میں مجھ سے سائل زبان موج
باد صبا کو قید ہے برج حباب میں	ہو روح جسم میں کہ ہوا ہے حباب میں
میرہ رو ہو پاس رات ہوئی نوشی میں بسر	صبح شب وصال کی ہوتی ہو ہم کمان
دیکھوں میں آفتاب اسی آفتاب میں	ہو زہر ہر ساقیا قدح آفتاب میں
دریا دنون کا مرتبہ پاؤں نہ خشک مغز	کیا پڑ گیا ہو عکس تیرے چشم مست کا
اوس تھتے نہ موج دیکھی ہو گوہر کی آب میں	نرگس کی شاخ بن گئی ہر موج آب میں
آزاد کو بھی مید ہے اس بحر و صحر میں	بحر فنا میں ضد ہر تعین سے یکدگر
زنجیر موج رکھتی ہے پاسے حباب میں	پانی جو موج میں ہے وہی ہے حباب میں

غزلیات تصنیف ناسخ لکھنوی	غزلیات تصنیف ہرید پانچ
پیارا رہے چاروں کو کاویہ میں قیاس تمواری طرح ہو اگر غرق آب میں ناسخ اب اور ایسی غزل اس میں ہے لکھ جہاں تاجہ جانی شمع کوئی انتخاب میں	دریا میں ہر شتاوری اس سیاہ کی کا کل کا ہو خیال جو چشم پر آب میں جسم کتاب حسن رخ یار کی پندہ صی ہر چہ را پاکتہ خال انتخاب میں
عکس او کو زلف کا نہیں جام شراب میں بال آئی ہیں نظر ترس آفتاب میں مستون کا عیش تلخ ہے دیر خراب میں یہ رمز ہے جو ہوتی ہے تلخی شراب میں خواص اپنی فکر ہوئی جب کہ آب میں دریا و موج زن نظر آیا حباب میں آئی قیامت او تو لگایا ہر منہ سے جام ہی اتصال ماہ میں اور آفتاب میں غفلت کو اپنے طالب دیدار آپ ہون سیرای چہرہ جو نہان ہو نقاب میں دیکھیں ثبات اہل زمین آسمان کا ہو صاف آسمان میں نقشہ حباب میں ہر جی میں آفتاب پرستوں سے پوچھیے تصویر کیسی ہے ورق آفتاب میں عاشق نہیں ہے کون در گوش یار کا عالم ہو غرق ایک ہی موتی کی آب میں	۱۵ ابرو کا تیری عکس نہ جام شراب میں ہر جلوہ گر ہلال رخ آفتاب میں سرسشتگی نصیب ہو دیر خراب میں ساقی تو دیکھ دوور ہر جام شراب میں دھیان ہو جو روی رخشان کا چشم پر آب میں جلوہ ہوا آفتاب کا برج حباب میں ملتی نہ ایسی روشنی نور او کو کسک سایہ اوسی کو حسن کا ہے آفتاب میں عارض ہی او میں یار کا جو رکشا آفتاب ما شماعی بن گیا رشتہ نقاب میں سید اب دریا دل سونہ کم ظرف ہو سکے پانی کسی نے دیکھا ہو جام حباب میں دیکھے فروغ حسن کیا چون دریا جو چشم برق سایہ ہے او کا نور رخ آفتاب میں جلتا چراغ چشم ہے دن رات دیکھ لو روغن کا ہوا شمع کی مشکور ہے آب میں

<p>غزلیات تصنیف ہرچہ برہمنی باکون کو کجروہرین تر دامنی نہیں خشکی ہمیشہ رہتی ہی گوہر کی آب میں باغِ فلکات باد صبا کو نہ فسیض ہو سو گھمے کیا و شبوہی نہ گل آفتاب میں دیکھا کیا پیچ ناوت مری خبر حسن کا گرداب کس طرح نہ رہے اضطراب میں دن کو گرہے دور رہے کچھ عجیب نہیں شب کو بھی وہ نہ پاس میری آؤ خواب میں کب خفتہ بخت کو میری اک شب جگر نصیب دیکھا نہ ہمنے مر رو کبھی اپنا خواب میں اوس بجز حسن کو نہ دن غیر و نکو دیکھنے تنہا ملو لگا اوس سے بین قصر حباب میں ہر چند آبرو ہو پس مرگ میری خاک گرد اے کوئی جو بجز کرم بو تراب میں</p>	<p>غزلیات تصنیف ناسخ کفصومی ساغرین کس پرچ گلگون پس ہے عرق موتی جو اگل میں ہے تو شعایہ ہے آب میں ہو تو ہین بڑا اوس گل برفا کے حضور تما شعاع خار گل آفتاب میں - آرام سے نہیں ہے جو پھر خدا سے نہ دیکھو ہے مرغ قبلہ نما اضطراب میں بیدار دل جو ہین ان نصیحت فرستے ہو ضرر یوسف ہوا تاروان کا سجدو خواب میں غفلت سرا ہو ہرین ہی غافلون کی جا انسان دور دور سے آؤ ہین خواب میں عبرت کو واسطے یہ قدرت نے غافلو کچھ شبیہ افسر شاہی حباب میں آنا نگہ خاک بابہ نطنہ کیا کنند ناسخ جو خاک رہنڈر بو تراب میں</p>
<p>۱۹ گلرو کا دھیان ہے میری چشم پر آب میں رومال اشک شونی سے ڈوبا گلاب میں ہو مت مفل اشک کا کیف شراب میں میگوں لبون کا دھیان ہے چشم پر آب میں جز رنگ کچھ نہ آب ہے بجز خراب میں پانی نہ نشہ لب کو ملے اس شراب میں</p>	<p>۱۹ آتش گل کی شکل میری چشم پر آب میں ہشکون میں بخت دل نہیں گل ہین گلاب میں دونی بہا حسن ہی کیف شراب میں بھڑک نہ کیونکر آتش رنگ گل آب میں ساتی کمان شراب ہے دیر خراب میں پانی کی ہی تلاش عبت اس شراب میں</p>

غزلیات تصنیف ناسخ لکھنوی	غزلیات تصنیف ہر چند سرودھنی
ہم عرش تک پہنچتے ہیں کیف شراب میں دشوار قطع راہ نہیں آفتاب میں اوسکی نگاہ بھرتی ہے چشم پر آب میں گویا کہ برق کو ندر ہی ہے سحاب میں پہنان ہو وہ بہار ہوا سکی سحاب میں نسبت ہو کیا شراب میں آفتاب میں روشن ہو داغ گر یہ چشم پر آب میں پوشیدہ آفتاب نہیں ہے سحاب میں کرتا ہو اک خیال شرب کو خواب میں ہوں کیونہ مست باد غفلت شباب میں دریا ہوا ہر رشک فلک عکس یار سے خوشیدہ جلوہ گر ہیں بروج حباب میں دم بھر پر نرم عیش غنیمت ہے ساقیا ہم بادہ خواری کرتے ہیں جام حباب میں بردھ زلف پارا کو بھتی ہے بار بار کیونکر ہے نہ موی کمر پستیاب میں ہر رات چودھوین مجھے ساقی پلا شراب روشن ہو آفتاب شب ماہتاب میں لیتو ہیں رنج مرشد کامل مرید کا ماہتاب میں ہو داغ جلن آفتاب میں	بس روشنی ہو ساقیا نور شراب میں ممکن نہیں کہ تیرگی ہو آفتاب میں ابر و کاو حیان رکھتا ہوں چشم پر آب میں قوس قزح یہ جلوہ نما ہے سحاب میں برق نہ رخ پر مہر چھپا ہے سحاب میں ظاہر ہوا تھا نور ضیا آفتاب میں دیکھا کیا جوش طوفان کا چشم پر آب میں لرزہ ہوا سے پڑ گیا جسم سحاب میں آیا جو آہو چشم نظر شب کو خواب میں ملنے کو اوسکے اوسٹھانگ سے شتاب میں دست خانی دھوڑ جو گلہ زنی بحر میں رنگین ہو لالہ کا ہوا عالم حباب میں ہو بحر حسن یار میں کب بوجہ اوٹھ سکے ساقی اسی شراب دے جام حباب میں ہنگام غسل دیکھی ہے کاکل جو بحر نے موجوں سے مثل مار ہو اپنی تپاب میں کب ہسری ہو صاف رخ رشک مہر سے داغ کلفت کا عیب ہو اماہتاب میں جلتا تمام دن ہی ہو اہل کو شعلہ رنگ کس حسن شعلہ رو کا ہو سوز آفتاب میں

غزلیات تصنیف ناسخ کے معنوی	غزلیات تصنیف ناسخ کے معنوی
<p>جب سرو قد کے پار کھانسی سے کہیں کو جھکا عالم کمان کا ہوا تم ہو رکاب میں گر چرخ تک رسا ہو میری آہ آتشین کیون لگاؤ تھے نہ آتش آبِ حباب میں آگے نکلیوں اوبال میں مانند خم سے ٹپکے جو اشک آتشین جامِ شراب میں گھڑو کے دو عذار کا مجھ کو عرقِ پلا جو دل کا درد و وجوہ پیوں گلاب میں قاصد بجاؤ نامہ دی تو خط کو یہ تو جا کے افسانہ درد و غم کا لکھا اس کتاب میں ہر چند عشق کرتا ہے عشاق پرستم کب رحم اس جناب نہ شب تاب میں</p>	<p>سب بولے برجِ نوس میں اخل ہے آفتاب رکھا جو اسنے پایِ خانی رکاب میں بالوں میں یوں وہ گوشہ ابرو نظر پڑا ہو جسطرح ہلال نمایانِ حباب میں بے یار جام میں میرے آنسو ٹپک چڑھ پتھر میں جیسے پانی ملا کر شراب میں چھوڑی نہیں عذار عرقِ ناک پر وہ لہجہ گو یا کہ تو نے مشک ملا یا گلاب میں کیون بال جوڑی کا ہے خطایا میں کمان ہمبے صنو لگا ہے یہ کیرا کتاب میں ناسخ نہیں ہے اس کے سوا فخر کہیہ مجھے ہوں امست جناب رسالت تاب میں</p>
<p>کا کل چچان کا رہتا دھیانِ جو خواب میں بانہی عیاں یہ سیہ کی کیا دل بتیا میں درد پہلو سے میرے بے حسنی دل بتیا میں اضطراب ایسا نہو آتش سے بھی سیاب میں فرقت بحرِ حسن میں دل و مہم ہے مضطرب اضطرابی ایسی کب ہو گردشِ گرداب میں نقری زنجیر کی پرتی ہو سینہ پر جھٹک کوندی ہو برق یہ آئینہ متاب میں</p>	<p>اگیا تھا رات گیا وہ ماہِ کامل خواب میں چاندنی کا جو اثر زخمِ دل بتیا میں جو خیالِ سحرِ عارض دل بتیا میں رہتا ہے اسیرِ جوفی ایمانِ سیاب میں استقرار و فوہین آغا شہباز میں نشا کہ خود نشید و ہوا اشک کے گرداب میں چاندنی میں منہ کی بے یار جو سیر میں دلِ غم خون گویا لگی تھی چادرِ متاب میں</p>

غزلیات تصنیف ناسخ لکھنوی	غزلیات تصنیف ہرچند سرجمنی
<p>ساقی و مطرب ہوں کم سن اور ہونچ چمن چاہی سب آتنا عالم سب ب بین ہو تجب آسمان تفرقہ انداز سے ایک جاہن عاشق و معشوق کیونکر وہاں میں شام تو صبح ہر شب و تیج ہورج فراق کیا رہا کہ می میں فرق اور بربخاں میں ضعف پیری میں کہاں قوت کہ سجدوں میں سجدہ کرتا ہوں قد غم گشتہ کی محراب میں شاخ و مرجان و جبریل کیست رنگیں سے نہیں پر تو رخ سے ہو زور و شن کنول تالاب میں یہ تیری روئی غلط پر عرق آیا نہیں خوشہ پر دین عیان ہین خرمین متاب میں بزم می میں کچھ نہیں معلوم ہوتا کہ غم بارنگین جیسے ہو جاتا ہی ہلکا آب میں گو ہر مضمون بکھر تری ہین دیوان شہر شہر ہی دیوان میر اسفینہ موتیوں کی آب میں کیونچہ احوال میں عجز ساقی کا مقرر اقتبال بنو دیکھا یا ہے شب متاب میں</p>	<p>ہو کل پوشاک کب کھنی ہون میں مثل گل ہو سبکساری مناسب عالم اسباب میں رہتا ہر سبب جدا اک دم تو دل ای تیغ زن دیکھ رہی ہین ہم معشوق و عاشق وہاں میں کم نصیبوں کو نہیں اس دیر میں غم و وقار کب اشریال ہما کا ہو پر سر رخاں میں طاق کعبہ کی او سر محراب سے کیا کام ہے سر ملا سجد ہوا ہے تیغ کی محراب میں جو ہر عزت نصیب ہوتا نہیں کم طرف کو قطرہ نیسان سے ڈر پیدا نہون تالاب میں پاک بازار ازل کو ہون ظالم سے ضرر خاری صدمہ نہ بھونچے چا و رہ متاب میں جو سبکرو ہو صباب آسودہ ہو دریا سے پار موج ڈوبو ہے گرا بناری ہی انجی آب میں آباداری ایسی میری گو ہر مضمون میں ہے خاک اندازی کرین ہین موتیوں کی آب میں یا و ہر چند تری ہین ایام وصل مہروش رات کو جب دیکھتا ہوں جلوہ متاب میں</p>
<p>کیون میری اکھیں عیان ہین رشک کے سیلا ہین جیسے تو ہین نظر ترے کنول تالاب میں</p>	<p>۱۱ ابرنیان رشک سے ڈوبو کیون تالاب میں اشک سے گو ہر ہین میر چشم کو تالاب میں</p>

غزلیات تصنیف ناسخ مکشومی

اپنی تو دست خدائی کو اگر دھوئے وہاں
لال ہو جائیں ابھی سب مچھلیاں تالاب میں
کنسے چہرہ عروٹھما یا ہر لب دریا نقاب
کو دقتی ہیں مچھلیاں لہروں کے بدل آب میں
استفادہ سخت دل کیا دل گداڑوں کے گرین
کب ملایم ہو رہی بہون اگر نگاہ آب میں
اشک کے قطری میں یہ مجھ نہ تو ان کا حال ہے
کوئی اجاتا ہو نیسکا جس طرح سیلاب میں
جلو بھینی جو یوں مخراب ابرو کو ستے
شمع روشن جس طرح رکھو کوئی مخراب میں
وہی ہیں انگلیاں کی چڑیا تو نبت کی چنیاں
بہتی ہیں پانی کی پھلی موتیوں کی آب میں
رفاق کے معنی یہ ہیں جو تو ہیں جیسو میری نعت
سوچ رہتا ہو کہین کچھ عین تجھ کو خواب میں
خط نظر آتا ہو کہ اوسکے ذوق کے کیا عجب
جمع ہو رہی ہیں تنکے بیشتر گرداب میں
چشم ترمین ہو تصور روی جان کا دام
پھنس گیا ہو عکس یہ خورشید کا گرداب میں
جو گئی ہیں کور اگر اعداد اوت سے تو کیا
نور ہیں اشعا شمس ویدہ احباب میں

غزلیات تصنیف ہرچند سر و جہنی

ہو نہ کم ظرفون کو حاصل دولت دنیا نصیب
پیدا ہو تو موتی کیسے دیکھے ہیں تالاب میں
کیا لب احل نظر آیا او سو دریا سے حسن
بحر لہر و سب کر رہی ہوں دل کو ٹکڑی آب میں
دیکھو اوسیراب اس نشہ لب کب ہو سکے
آبداری خاک ہو اس آمینہ کی آب میں
سر بلند دن کو نہ بھونچے پست بہت ہو گزند
قصر گردون کی ہو دیوار کب سیلاب میں
چشم کو فرکان کو اوسکو بسبب خندش نہیں
سجدہ بھک بھک کر تو ہیں برو کو یہ مخراب میں
حرف نکالیں منہ سے غار کے نگین کو ہرین
دھوئی ہو اوسے زبان کو موتیوں کی آب میں
اس دل حیرت زدہ کی اور ہی صورت ہوئی
دیکھی صورت آمینہ رو کی ہو جب سے خواب میں
سطر دریا جبین ہے صبر اسکی لہر ہیں
چشم و نگاہ کو بھی سمجھوں گردش گرداب میں
کون ہے ایسا شاد و راو سکوا اوس کے کمال
دل گرا بحر حسن کی ہوائ کی گرداب میں
بوی پوی کے ہو چہرہ اہل مفضل کو سرور
ساقیا میری غزل پڑھ جلسہ احباب میں

تجربات تصنیف ناسخ لکھنوی

تجربات تصنیف ہرچند ہرچند

بوسب کینو کو کون برکل جو خندان باغ میں
 کچھ تو دیکھا جو یوں نرگس کے حیران باغ میں
 یوں تصور بول پر باغ میں غل کا
 جطر سے کباب ہوئی جو خندان باغ میں
 نیش عقیق کی طرح لگتی ہی ہرچند نسیم
 صبح گل و یار ہی اب مارچیان باغ میں
 سینکد میں ہر برگ گل کو فوج کو منتہا سے
 بلبلیں دیکھیں اگر خسا جانا باغ میں
 جوش رون کا ہوا ہی کو حیران کو حلیں
 آتی جو ربات تو جاتو ہیں انسان باغ میں
 دیدہ قمری اگر روشن ہوں تیر نور سے
 سروں جائیں بھی سرو چرخان باغ میں
 قطرہ شبنم نہیں اور شک گل تیرے حضور
 غنچہ سر گل فز کا لوہا میں یہ فندان باغ میں
 ہجر میں یہ غنچہ لیون پر سمندر کا گمان
 ہو گیا آتشکدہ ہر اک خیابان باغ میں
 اٹھ گئی جو کسکی رو و شعلہ افشاں نقاب
 عنیدیں ہو گئیں سب مرغ بریان باغ میں
 سانہو خورشید کو جطر چہاں جو چہاں
 ہو گویں گل تیری آفسے پھان باغ میں

۱۵
 یک گل سورج کی سمجھو خندان باغ میں
 دیکھ کر کو کو جو حیران باغ میں
 گل کو چھوڑیں بلبلیں تیری کرن آواز سرد
 جادوہ گر شک گل سرو خندان باغ میں
 سر شکستہ ہوز میں پر دل میں بل سچ کھا
 ہو گیا سودا فی دیکھی زلف بچان باغ میں
 دیکھتا ہوں جب کہ میں گل کو خیابان بلبلو
 یاد آجاتا ہی مجھ کو می جانا باغ میں
 چھوڑ دی جانا ہوا کا باغبان کیا لطف ہے
 کوئی بھی روز خزان جاتا ہو انسان باغ میں
 شعلہ فوکی عکس آتشیں خار سے
 لالہ گل کر ہو نور روشن چرخان باغ میں
 پوست تن اب کانٹا روک کا کھنچے اس جرم پر
 فزاد ہنس کر نکالتے جو فندان باغ میں
 ہو گئی زخمی تن گل تیغ موت باد سے
 بن گئی گنج شہیدان ہر خیابان باغ میں
 جلوہ گر گلشن میں گرو خندان ہو مرا
 قمریوں کو دل ہوں سوز غم میرا باغ میں
 کیا بوقت شب گیا وہ رشک گل گلگشت کو
 چادر شبنم سوز غم گل کا پھان باغ میں

غزلیات تصنیف ناسخ لکھنوی

نگہ حشرت کو گیا پر دواز باغ دہر سے
عجبکہ حیرانی ہو گل کیونکہ زمین خندان باغ میں
ہاتھ نہ زمین جو تجھ سے دواغ عشق امیر شک گل
نخل گل میں صورت ملاؤں قصان باغ میں
نگہت زلف خنم کی سو گھنٹے والے ہیں ہم
بوڑ گل سے ہو دماغ اپنا پریشان باغ میں
رات کو گلگشت کی نو تو یہ سمجھے تدر و
سیر کو اور ترا خاک سواہ تابان باغ میں
وان ہزار دن میں گریبان چاک یان گل و شمار
مجبو یاد آتا ہر لمحہ کوئی جان باغ میں

دل پر دواغ آویزان ہیں سکی زلف چچان میں
ہو تو ہیں بھول بالا لکے پیدا سنبستان میں
جہان کو عشق بازو دل کی برج کو جان میں
نہ پرہیز ہو محفل میں بلبل پر گستان میں
بھلا کہہ دیکھو کہ نوکر و کتا ہو باغبان بھکو
خزینہ کو ساتھ ہم آئیے اسکے گھر گلستان میں
خدیجہ انجنون کو کچھ مہر آہ و گریہ سے
چراغ اپنا ہر مثل برق روشن باغبان میں
پسینا یارو پونچھا ہے جب دہشت خانی سے
و غلط فہم نظر تو ہیں مجھ کو دست مرجان میں

ہو کسی کو کم کوئی دل شاد ہو اس دہر میں
رات ہر رونی ہو شبنم گل ہو خندان باغ میں
دیکھ لیں گراوس تدر حسن کی رفتار ناز
ہو نہ نیت سے کہی ملاؤں قصان باغ میں
جی میں ہو کہ کیا کہیں ہر پریشان کا ہر حسیان
ہو گیا سنبل کا حال دل پریشان باغ میں
مہ نقار سیر کو آئے تو فیض حسن سے
ہر گل خوشید ہو دھر تاربان باغ میں
شرم سے ہر چند شیل غنیمت بریان ہو نکیون
گر کر و نظارہ گل خنسا جانان باغ میں

جو مشاطہ کو گزیر بھول گئیں لطف چچان میں
تماشا ہو کھلا یا تختہ گل سنبستان میں
میں دیکھو گل گل جنت میں باغ کو جانان میں
نہ گل چینی کو آؤں باغبان تیر و گلستان میں
بھار باغ ہو دل کی کرے امی صبا سیر
گل لالہ نہ بھولا ایسا دیکھا ہو گلستان میں
انہیں ہر حفاظت کچھ او کو خانوس کی حاجت
چراغ آہ رکھتا ہوں میں شمس باغبان میں
ہی میرا خیر و مرگانہ انکس سرخ سے گلین
نہ ایسی خوشنما رنگ ہے چہ دست مرجان میں

غزلیات تصنیف ناسخ لکھنوی	غزلیات تصنیف ہر چند سرحدی
<p>عبث ہر ای دل پر داغ ارادہ کو جانان کا گزر طاؤس کا ممکن نہیں باغ رضوان میں ہو ارادہ طلب میں سست زہر خشک سوزا بد روانی کب ہر دریا کی طرح ریگ بیابان میں یہی ہیں اتحاد عاشق معشوق کے معنی زینجا کو ہوسودا اور یوسف جانی زندان میں دھلاک آتی ہیں خساروں سے جو قطر پونے کو گہرتے ہیں دریا کی طرح چاہ زرخندان میں نصیر گلشن میں جو آیا کو جانان کا بجای گل سریر داغ ہر اپنے گریبان میں مجھ رفو جو دیکھا ہو گیا روپوش غم سے کہ پنہان حبس طرح خورشید ہو جاتا ہر باران میں ہنیں ممکن کہ ہو اصلاح ظالم کی طبیعت کو رہی خون زیر خمر گچھا ہیں آب حیوان میں نکالا کاروان خطے بھی آکر نہ ای ناسخ مرا دل کیا برمی ساعت گر چاہ زرخندان میں</p>	<p>نہ صبا و شکر کی اسیری کا ہے ڈر جان پر ہر مرغ دل کا میری تشیان گلزار فزوان میں گران جانی غبار قفس کو ہر ناتوانی سے بگولا اوٹھ سکے مر مر سبک میری بیابان میں کمال حسن سے مائل غریزہ نقص عزت ہو ملی دلت ہو اسوا گیا بوسفت جو زندان میں ہوئے ہیں رکا کل تشنہ لپٹ کھول کر غم کو رکھیں ہیں چاہ جانی کی نری چاہ زرخندان میں داغ ہی آسمان پر یوں دپٹا آسمانی ہے اور عالم ماہ نو کا ہے لکھے چاک گریبان میں ملی خستہ دلون کو باغ دنیا میں نہ سر ہری کہاں شمع شگستہ ہو شگفتہ ابر باران میں مری مرنے پہ زندہ رہ کر وہ کیونکر نہ روزگار کہ طفل اشک کو ہٹایا ہے آب حیوان میں نکل سکنا عزیز و کاروان سروہ کہاں زندہ جو بوسفت گزتا ہر چند بار کی چاہ زرخندان میں</p>
<p>بھرا رہا ہر خون دل ہمیشہ دیدہ ترین " شراب اسکی عوض کب کی ساتی انہی سانہ میں جو وہ خورشید تلبان خلق سے پوشیدہ ہو گھبرا بجای زندہ جانی ہیں نگاہیں روزن زین</p>	<p>بنا ہی سیکہ گریہ سے ساقی دیدہ ترین مر گلگون بھری شکوہ سے ہر خمیوں کے سانہ میں نہ جانے دو نگاہ گلاب رقیوں کو گھریں بزرگ نقش پٹھوں کا میں جبکہ ترے درمیں</p>

غزلیات تصنیف ہر چند سر دھنی	غزلیات تصنیف ناسخ لکھنوی
<p>ہو دیکھا گوہرین جو ہر سہ رو پہ یہ سچے لگا ہی خوشہ پروین سر شاخ صنوبرین یہ سمجھے سنگدل کے رخ پہ بین کب سے چپکے کھدی بہن دل بالی کو یہ ریا نقش تیرین نکل اس چشمہ سے باہر طفل شک و بی کا کہ ڈوبی مردودیدہ ہین چشموں کے سمندر گلہ قاتل کا کیا ہی چاہتی فرمان بری اسکی کہ تھا خط قضا لکھا نہ تھی جو ہر یہ خیرین عجب نقاشی صنعت دیکھو کائنات کی کہ کی ہی نقش کاری غیسم گردون کی چادرین تجلی رخ رشک قمر کی ایسی روشن ہے چمک ذرہ سے بھی کتر ہے خورشید منورین جو میری چشم تر کا نقشین وان پھونچتا تو جلد سار اپانی خاک اور تی نہ کوثرین مسی آلودہ دندان لعل لب کی جب نظر آئی ملع آب نیلم کا ہوا جو کا تھا گوہرین دل شیدا مقابل ترک مرگان کی ہوا ہر چند سپاہی دل جلا تھارا ہی جا کے لشکرین</p>	<p>ہمارے ولین رہتا ہی تصویر تیری کھونکا کھلی ہین پھول زر کس کے نہاں شاخ صنوبرین نہین ہین یہ منم بھولی جو چمک بت ہی نہیں چھپی ہین یوں شرارت ہوں شہزادہ جوتہرین نہین جلتا سر موہنے خط آتش رخ سے تغافد یاں نہین بالون ہین بال سمندرین گلا قاتل ہین ہی کیا مزہ ملے کے کٹوا اگر گھولا ہی قاتل قند تو بی آب خجربین مرا رعنایاں اگر لحد پر جا نہین سکتا کہ ہر گلام کا عالم بیان پھولون کی چادرین کیا ہی اوس سراپا نور کو تحسیر خط ہینے بجا ہے باندھی گریاز و مرغ منورین لب جان بخش جان پر ہوا آغاز بنیو کا نہین معلوم کائی جہم جلی ہی یا یہ کوثرین زبان دانتوں تلوار دانی جواؤ ہی نہ نظر آیا کہ ہر اک پارہ یا قوت بھی اس سلک گوہرین صفت مرگان ہین کی چشم و حشر زائین کھڑی کوئی آہو نیزہ بازون کی پرشکرین</p>
<p>بھری نہیں ہے پیری فی شراب شیشہ ہین کیا ہی ماہ نے بند آفتاب شیشہ ہین</p>	<p>بہار آئی بھرون اب شراب شیشہ ہین اوتارون مثل پری آفتاب شیشہ ہین</p>

غزلیات تصنیف ناسخ لکھنوی	غزلیات تصنیف ہر چند سرودھنی
<p>بنی ہے صورت فوارہ گردن مینا ہر تیرے آگے یہ جوش شراب شیشے میں خیال ہے عرق رو سے یار کا دل میں بجای رکھے بھر ہے گلاب شیشے میں خیال یار مرے دل میں کیا ہی گھرایا نیون پری کو بھی ہو مضطرب شیشے میں جو دور بام جو ساقی تو نیمہ سیر لگے کف شراب نہیں ہر سحاب شیشے میں ہوا ہی صاف ہمارے طرف سے دل اوکا کہ او سحر لکھا ہی خط کا جواب شیشے میں خم شراب جو خیلی سے محسب توڑے تو روزِ حشر ہو اوس پر عذاب شیشے میں کر نیکر مست قناعت ہی مجھ کو بادہ فروش اگر شراب نہیں بھرے آب شیشے میں جو کوئی جام ہو دنیا تو حلیہ دی ساقی عیان ہی صاف ثبات جباب شیشے میں دل رقیب میں سامانِ رو سیا ہی ہے کہ جسطرح کوئی رکھے خضاب شیشے میں بغیر نشے سے سوؤں میں نہیں مکن بجای کر کہوں جہ بند خواب شیشے میں</p>	<p>نظر جو پڑ گئی اوس ست تار کی اوپر تو جوشِ شمع بھی میں آئی شراب شیشے میں پتھر جو عائد من کلگون کا عکس کیا اوپر ہوئی شراب جو مثل گلاب شیشے میں جو آبِ آتشین شکون کا جاسے گرساکی تو سے کو جوش سی ہو غمطرب شیشے میں جو آبِ بادہ کا برسی دہن سے مناکر نہ سمجھوں ساقیا بھر کیوں سحاب شیشے میں نہ رو برو لبِ یہ گون کر لب کشائی ہو شراب ساقیا ہے لا جواب شیشے میں لیا تھا لبِ لبِ میگون کا جوت ہو کر ہوا ہے قید کا ہے پر عذاب شیشے میں نگاہ گرم سی دیکھا کیا آتشین رونے شراب ہو گئی جو مثل آب شیشے میں بھری جو دیدہ تر میں ہن شک کر قطرے ہیں شراب کی جاہن جباب شیشے میں کرین گے ہونہ کو تری سرخ نے سہ زاہد شراب رکھیں گے جاسے نضاب شیشے میں ہو نشے سے جو غفات غنودگی آئی شراب کیا کہوں گویا ہے خواب شیشے میں</p>

غزلیات تصنیف ہر چند سر ہنی	غزلیات تصنیف ناسخ لکھنوی
کیا ہر خنجر مرگان نے دلوں خون ہر چند	یہ بھرہ ہے حسین شہید کا ناسخ
بھرا ہر زخون نے کیا خون تابشے میں	کہ خاک ہوئی سب خون تابشے میں
گل اٹک سرخ سے لگے مرگان کو خار میں	۱۵ خون کفک سرنگ رگ گل ہر خار میں
گر یہ ہے چمن مرا جوش بہار میں	پُر زری رنگ گل ہے گریبان بہار میں
گلرو کو غم میں لاغری ہے جسم زار میں	داع جنون کھلے ہیں میری جسم زار میں
عالم میں فرہی کا سمجھتا ہوں غار میں	حیرت ہر اتنے پھول لگے ایک خار میں
وہ زیب اور سفائی ہے دندان یار میں	دور افلاک کا نہیں دندان یار میں +
ہوا دھلے خاک آب در آبدار میں	رشتہ پڑا ہے یہ گسہ آبدار میں +
دیکھیں گی چشم نقش قدم میری اوسکاٹھو	جاتا ہر وہ جہر کو یہ قدموں کے ساتھ ہی
رہنری کی کب مجال نہیں کو سے یار میں	ریگ روان ہر خاک میری کو یار میں
رگڑی زمین پہ باغ میں سر رشک سی ہوا	ہو نچا وہ جب کہ دور میں ہو نچا تو ریگ
مستانہ طرز تا کی جو رفتار یار میں +	عمر روان کے طور میں رفتار یار میں
مشاطہ مار زلف نہ چھو کاٹے کا تجھے	ہے بجاویہ اشارہ نور و زکی سال
خیز ہوا اور کیا ہر جہر چشم یار میں +	جز عشق زلف کچھ نہ گردن سال یار میں
ہو کیوں نہ سنگ لوح لحد شکل آئینہ	عاشق ہوا ہوں دوستو میں اپنی شکل کا
کشتہ ہوا ہوں حسرت دیدار یار میں +	میرا ہے عکس آئینہ رو سے یار میں
جسم صدف میں گر گئے اک اٹک نقین	آنسو میں اس طرح ہر مرا جسم ناتوان
لگ جانی کوون نہ آگ در آبدار میں +	رشتہ ہو جس طرح گسہ آبدار میں
مطرب بجا کو دان کو سب حال دل مرا	نک آن میں نوازش فراق میری بجا
رگ جانکا میرے تار لگا کر ستار میں +	سوئی کے تار ہو گئے نیزے ستار میں

غزلیات تصنیف ناسخ لکھوی	غزلیات تصنیف ہر چند سرور مثنوی
<p>سایہ نہ دھوپ میں ہر نہ آئینہ میں ہر باقی نہیں ہر خاک مری جسم زار میں کھٹکانیں جہان میں ملاحظہ و ادع مشق دیکھو کہ ایک خار نہیں لالہ زار میں ہو مثل گرد باد بسم ربط خاک باد آئے سمند یا رجو میرے غبار میں یون گور میں ہر ساتھ ہمارے خیال لہر جس طرح اژدہا کوئی رہتا ہر غار میں دکھلا گیا کبھی نہ وہ چشم سیاہ کو آنکھیں مری سفید ہوئیں تظار میں اور اقی گل رنگوں سے جو سطر کشیدہ ہیں رنگین غزل اک اور لکھون میں ہار میں</p>	<p>عم میں جو بحر صحرے کرو یا ہون رات میں اب چون حباب آب نہیں جسم زار میں اس داغ سوز عشق کی داغ ہم رہی ہمار پڑ مرده گو خزان سے ہو گل لالہ زار میں کیونکہ جل کے خاک میں چاہے آب ہر سوز تپش ہے مری کبھی سیدی غبار میں کیونکہ ماز زلفت باہر نہ سوز یہ دقن رہنا پسند اپنا کرے مار غار میں شب ہا ہا مریں رہی اس صبح خاک تارو کی مثل چشم ہیں داغ تفسار میں گلہ رو کے ہاتھ پر نہیں رنگ حنا چا ہر چند برگ گل ہیں یہ رنگین بہار میں</p>
<p>کھل کر مواہون حسرت دندان باریں ہوں دفن روزن گسار آیدار میں بان داغ زیب نخل بدن ہر بہار میں شعلے بجائے گل ہیں درخت چنار میں مثل تیر و مرغ نگہ کیوں نہ نوشار ماندہا نور ہے اس کے مزار میں پر داغ سینہ ہو جو کرے ضبط سوز عشق لالہ یوان حیان ہے شہر کو مہلہ</p>	<p>خوش رنگ رنگ پان ہو دندان باریں یا قوت کی چمک ہر در آبدار میں کب عزم سیر باغ ہو فصل بہار میں داغون سے گل کھلے مری تھل چنار میں فصل بہار میں او گے گل لالہ قسہ دلپر ہیں داغ ہجر قسم گلہ زار میں سنگین دلون کے عشق نے دیوانہ کرنا اب لہر چلا ہے جوش جنون کو بہار میں</p>

غزلیات تصنیف ہر چند سر دھنی	غزلیات تصنیف باخ لکھنوی
<p>سوز جگر سے جل کے ہوئی خاک تھی آب دم کی ہوا اور ان کو ہے جسم زار میں کفار کی طرح سے کرے تفس عاشقان جو ہر پناہ کا کب ہے تری فدا فقار میں دندان کیا شعلہ رو کے اوس کی نگہ نظر ہیں سوز غم سے آتشیں دانے انار میں تو ہی اٹھائے اوس کو وہاں سے عصا دل یہ اگر گیا چہ غیب کے غار میں کیا کام ہے فروغ چراغان نجم سے روشن ہے شمع آہ کی شب ہستہ تار میں عند شباب میں وہ گل حسن ہے پس افسوس آگئی ہے خزان کیا بہار میں بے چین کر دیا غم دلبر کے بھرنے اب دل نہیں رہا ہے مرے اختیار میں گو قتل ہو کے تشنہ رہی ہم تو کیا ہوا خون جگر سے آب ہوئی تیغ بار میں سودا میں زلف عین سو کر سو کر ہنم یکسر ہو بوی مشک حد کے غبار میں ہی سوز دل میں تپن رو کا اثر یہ دیکھ اخگر ہیں مروک چشم اشکبار میں</p>	<p>اہل جہان نے فرض کیا ہے مرا وجود شکل خطوط جسم رخ ہے جسم نزار میں آلودگی سود میں بچیا محال ہے خون کافرون کی بھر گئے ہیں ذوق فقار میں کھایا یہ زہر رشک ترے دانت دیکھ کر دندان یار میں گئے دانے انار میں کچ ٹپٹپٹ بن کو خاک ہو صحبت سے رستی تھا اڑا بھی ساتھ چمیر کے غار میں مضمون نگاہ یار کے لکھتا ہوں میں بجلی چراغ بنتی ہے شب ہستہ تار میں جون ہے پان پر گل صد برگ کی طرح اون کو پسند رنگ خزان ہے بہار میں بارود میں لگا دی کوئی آگ جس طرح کرتے ہی عشق دل نہ رہا اختیار میں مانند برگ گل بنو شعلے میں روشنی روشن کر دے جو شمع شب بھرا میں موجیں ہوا کی چلتی ہیں مانند برگ گاہ سوزش یہ آج تک ہے ہمارے غبار میں کاغذ کی جا ہو بال سمندر جو میں لکھوں مضمون گرم ہیں قلم شعلہ بار میں</p>

غزلیات تصنیف ہر چند سرخوشی	غزلیات تصنیف ناسخ لکھنوی
اوس گل بدون باغ میں ہر چند چلی	دامان بھی ہو ہے گریان کو تیرا چل
گل ہین چراغ روشن گل کی بہار میں	گل برگ ناسخ اور تے ہین باوہار میں
۱۵ مثل ستارہ ہین نالہ مزار میں	تیرا گردنگا حشر تلک میں مزار میں
نکلی ہے یہ صدا کہ موار حبس یار میں	یار بہ نہ موت آئی مجھے حبس یار میں
پھر دروس نہ کیونکہ موعی کے خار میں	واعظ نہ منع بادہ کشی کر خار میں
سرخس میں بکلی موج سی می فطرار میں	خون ہو حلال می ہو حرام فطرار میں
دل جابا ہر مشک بوئے زلف یار میں	آنکھیں تبون کی لگ گئی ہین زلف یار میں
کب جا کر مول مشک لون لکت تار میں	کبوتر نہ نومقام غزالان تار میں
افتادہ خاک ہو کر موار بگزار میں	آوارہ مثل گرد ہون ہر بگزار میں
دامن تک ہون رسائی رزمی شہسوار میں	سو پنی عثمان صبر کف فی سوار میں
بیتے ہی رہنا خانہ نا پادار میں	کیا خوش ہون دل شاہنا پادار میں
مرکز تو قبر ہی کے رہیگا کنار میں	بے خاک گرد باد کی صورت کنار میں
جرات ہی ایسی آہوی چشمان یار میں	ڈوری نہیں ہین نشہ کر چشمان یار میں
بڑ جانتا ہے شیر دلون کو شکار میں	آہو اسیر ہو گئے دام شکار میں
دست جنون تو سنگ فلاخن نہ پھینکتا	رویا لٹ کر مین تو لگا کہنے ہنس کے یار
مین لڑا ہوں شیشہ دل کو کنار میں	مانند برق ہی تیرے کنار میں
روشن مثال شمع نہ کیون سطرانہ ہو	دونہر حسن پانی ڈالی ہے کچلی
مضمون لکھون جو گرم غم سوز یار میں	موبات کیا ضرور ہی گیسوی یار میں
کیونکہ شمع اوسکی سواری کا سپت	ہس نے پ وہ سوار ہوا شکر کیا
ہین سرد شوخیان بھی اوس شہسوار میں	شیرین دایمان ہین یہ اوس شہسوار میں

<p>غزلیات تصنیف ناسخ لکھنوی کرتے ہیں تار و کرکے شب تاب کی طرح کرتے ہوں آہ گریں شب بربا میں بڑے لطف وہ مڑے ہیں نہو بہین نخت دل روز ازل سے ربط ہو گل اور خار میں اس سرو قد کا دست ضائی ہے شعلہ زن یا آگ لگ رہی ہے یہ ہر گ چنار میں جو یار ختم ہیں یوں نظر آتی ہے موت جس طرح آرد ہالوئی پھر تا مو غار میں اگر آنکھ ہو تو باطن انسان کی دید کر کیا کیا طلسم دفن میں نیست غبار میں ناسخ وہ جو عشق ہوں سمجھوں میں یار بہر غدا بسانپ جو آئے مزار میں</p>	<p>غزلیات تصنیف ہر چند مرقعہ لکھنے سے دشمنوں کو تو دشمن ہوا ہر یون گاہی گروہ یاروں میں تیری تھا پار میں گل کھاؤں تیری عارض گل رنگ پر یون رشک چمن ہر حسن ترا اور خار میں اوس شعلہ رو کو سوزی ہے آہ آتش میں شعلہ زنی نہ ایسی ہو نخل چنار میں گریہ کی آب اشک ہو پیکوں میں چشم دیکھو قیام آہ کا رہتا ہے غار میں میری جولا شس لی تھی پر پر و زو ش اوڑنے کی خاصیت ہوئی پیدا غبار میں ہر چند زلیست میں رہا تھا دل پہار غم مرنے پہ مار گل ہوا تن پہ مزار میں</p>
---	--

غزلیات ۱۸	ردیف واو نمبر ۱۲	ابیات ۲۹۹
<p>تشنگی سے گرم اطلق اسے سمند خشک ہو آئینہ چشمہ حیوان فنون خشک ہو تیرے دیکھو تیرے ہونٹوں کو شراب لعل سے کیونکہ پھر لعل بدیشان مثل افلاک خشک ہو دل شکستہ گاشن عالم میں ہوں تو شکستہ صورت شاخ شکستہ کیونکہ پیکر خشک ہو</p>	<p>۲۱ برق سوزان کی نگہی سے سمند خشک ہو سوزش دل سے نہ ہرگز دیدہ تر خشک ہو سوز غم سے خاک تربت میں رہیگی وہ پش ابرگر بر سے تو قطرہ مثل افلاک خشک ہو کہ پیکر گداش نقشہ دیدہ تر کامرے کا غنہ تصویر کا ہرگز نہ پیکر خشک ہو</p>	

غزلیات تصنیف ناسخ لکھنوی	غزلیات تصنیف ہر چند مثنوی
بادہ لگاون ہوئی ساقی الہی مجھ کو آگ	شعلہ رو کا وقت مرنی ہو گیا رو پھس
چشمہ خورشید سال لبریز سا غر خشک ہو	آگ لگائے لیون لبریز سا غر خشک ہو
تب تو جانے گا تو مجھ کو بے گنہ مارا گیا	عکس پڑ جائے جو حسن عارض بر تابکا
گر قیامت تک نہ خون چشم ہو غر خشک ہو	آبداری آمینہ کی مثل ہو غر خشک ہو
بخت بد نے آب دریا کو کیا آب روان	گر مری تشنہ زبانی کا اوسے آب جاری دھیان
میری قسمت سی مبادا وحش کو غر خشک ہو	جون لب تفسیدہ آب موج کو غر خشک ہو
ہر گرہ میں قابل نقصان شمع مسکا	لعل لب گردست رنگین میں پیر آب لے
تنگ چشمی سے نہ کیونکر آب کو غر خشک ہو	آتش رنگ خاص آب کو غر خشک ہو
کوئی انی خلق میں اوسکی چوانی وقت تیرے	جو کہ کم قسمت تولد ہوا ہر دایہ دہرین
جیکے ہوئی ہی تولد شیر اور خشک ہو	لیون نہ کم زنی سے اوسکی شیر اور خشک ہو
جو کہ ظالم ہیں وہ ہرگز تر زبان ہو نہیں	سوز حیران کے کیا ہے خون کے آئین
کیون نہ خون ریزی سے آب تیغ و خنجر خشک ہو	قتل گر قاتل کرے تو آب خنجر خشک ہو
کہ یہ منظور ہم زندوں کی کھینچ نہ تو	پیکر شعلہ ہوں ہی نوشی کروں گرا قبا
فصل گل میں ایک دم ساقی نہ سا غر خشک ہو	ماتہ میں میرے کیون پر سے کاسہ غر خشک ہو
گر گریزا ہر وضو تا شیر نہ خشک سے	اوس گل ترکی تپ جہان کا ہر پہنچ
سوج دریا فارما ہی کے برابر خشک ہو	کیون نہ تن خارا گستاخان کی ہر زین خشک ہو
گرچہ میری نالوں سے تو پھر اسنگلی	ایک قطرہ خشک چشم تر کا آواز پیر کرے
ہر بقیہ اندر بخ ہرگز نہ سبب خشک ہو	ہو رطوبت کی سرایت پھر نہ پتہ خشک ہو
دھوئی دریا میں اگر تو پھر زلف حسین	کا کل مشکین کا تیرے سر میں سودا سو آوے
شکل موج ریگ غم سے موج غم غر خشک ہو	سوز غم سے پھر نہ کیونکر رومی غم غر خشک ہو

غزلیات تصنیف ہر خیز سر دہنی	غزلیات تصنیف ناسخ لکھنوی
<p>آتشین خسار سی جو قرب رکھے موبو کیون نہ مثل مشک پھر زلف معبر خشک ہو اک نظر دیکھو جو آب آئینہ زانوئی بار جو ہر آئینہ سان چشم سکندر خشک ہو وقت شرب خوابی جو دیکھے رب مس گلبدن آتش نعم سے کیون غرض شجر خشک ہو لوث عصیان سی رکھوں ہون بقدر تیری نار و زرخ سی نہ میرا دامن تر خشک ہو اوسکی بازو پر جو باز ہوں نامہ پر سوز کو کیا عجب خون رگ بال رکبو تر خشک ہو یا درگر اوس قدر غنا کو دُون باغ یار عمر بھر ہرگز نہ پھر غفل صنوبر خشک ہو خبر ابرو سے قاتل سے ہوا ہوں دلفگار خون روان ہر خشم پھر ہم سے کیونکر خشک ہو آبداری چشمہ کوثر کی تھی زیر قدم حیف ہی ہر خیز لب دہن پھر تر خشک ہو</p>	<p>شعلہ زن ہے آتش رنگ گل خسار بار کیون نہ شاخ سبیل زلف معبر خشک ہو دیکھ کر آواز خطاوس گل کی آنکھیں تیر ہون کیون بنایا آئینہ دست سکندر خشک ہو تو جو اسی سرور و ان گھر کو چلے گلزار سے سوز غم سے ہر شجر مثل شجر خشک ہو نہیں سے سی جو دیکھے تیرا روئے آتشین کیون نہ شعلہ کی طرح دم میں گل تر خشک ہو بھجھو اوس صبا کو نامہ تواریخ کو مثل مر جان جسم میں خون کیو تر خشک ہو چار باغ جسم میں ای آب جو ہر اشک آہ نخل ماتم بن ہو دل کا صنوبر خشک ہو چشم ترکو گرمی داغ جنون سی کیا فر تابش خورشید سی گرداب کیو تر خشک ہو میری آنکھیں روتی ہیں ناسخ اسی فسون آہ ہم تر ہوں لب آل پھر تر خشک ہو</p>
<p>ابر سی کب خرم ماہ درخشان سبز ہو آب پاشی خیم تر سر کشت دہقان سبز ہو قمر و روزن جو اوس سرور و ان کی یاد خار صحر اکیون تہ جون سر و گلستان سبز ہو</p>	<p>۱۵ یمن جو روزن خرم ماہ درخشان سبز ہو چاندنی کا کہیت شل کشت دہقان سبز ہو نخت دل غنچوں سی پیدا ہوں بزم گل اگر ہماری ابرو مرگان سی گلستان سبز ہو</p>

غزلیات تصنیفِ ناسخ لکھنوی	غزلیات تصنیفِ ہر چند سرودھنی
<p>فراق کو حیرت ہو کیونکر سرودھ جلتے لگا گر تری پوشاک ایسر جہاں سبز ہو سبزہ رخسار جہان عکس فگن ہو اگر آئینہ مثل زمرہ پیش جانا کی سبز ہو قسم بازنی ہر دل مردہ کو ہے آواز نے آب حیوان سے خداوندانستان سبز ہو کیا عجب گزیر ہزار زلف کی تاثیر سے تا سنبیل کی طرح میری رگ جان سبز ہو آگیا ہی یاد رونے میں کسی کا حسن سبز اشک آنکھوں سے اگر پونچھوں دامان سبز ہو مرم زنگار رکھ میرے دل پر دماغ پر ہی طلسم نازہ گر سرودھ جہاں سبز ہو دیکھتا ہوں میں کسی کو سبزہ خط کی بہار کیا عجب مانند خط گریبی مرگان سبز ہو تیری موتھ کو سامنے ہو جای گل کا زرد و نیل اگر زلفوں کے نہ ہرگز سنباستان سبز ہو عکس گل سے ہی شراب لعل گون سبز ہو کیون نہ مینا کی طرح سرودھ کستان سبز ہو روتی پھرتے ہیں جہان میں ایسے ہم مثل شاہد اشکوں کی کہیں گور غریبان سبز ہو</p>	<p>سرودھستان بخود ہی سی جانی جامہ سی نکلی سبز خامہ سی اگر سرودھ زمان سبز ہو عارض زیبا پہ او کی جلوہ گر ہے منظر کیا عجب سایہ سی او کے روی جہان سبز ہو ہر دماغوں سے نہ فیض ہو خشاک غزون کجی حشر تک کب آب یاران سے نیستان سبز ہو سبز زنگ کی سبز خط کا دلہن گراؤ خیال کیون نہ شاخ نخل ریحان گلاب سبز ہو گر خرامان ہو شب متاب میں نہ سبز زنگ چاندنی کا عکس سے کیونکر نہ دامان سبز ہو گر مرا سرور دان بہر تماشا جاے دل سرودھ آسا عکس سے سرودھ جہاں سبز ہو سبز زنگ کو حسن کا رکھتا ہونین چمنین جہاں آب اشکوں سے کیون دامان گلاب سبز ہو لشکی بل کھائی ہوئے ہی دوش پر زلف سیا مر گیا غم سے سیہ کب سنباستان سبز ہو ہی تب غم بھر گرو سے جو رنگ جسم زرد زرد رویوں کا صبا سی کب کستان سبز ہو گر ہوا آئین تشش گون کو تیری جاودہر خشاک ہو کب سبزہ گور غریبان سبز ہو</p>

<p>غزلیات تصنیف ہر چند سرور ہستی آب دریا میں کر کر غسل جا کر سبز رنگ گلبن گلش کی طرح نخل مرغان سبز ہو خاکساروں سے دلا ہوئی ہر سبز سبب خاک میں دانہ بلر جب کشت و بکار ہو لکھوں ہر چند سبز رنگ کی سبز پوشا کی گشت برگ سبزہ کی طرح ہر سطر دیوان سبز ہو</p>	<p>غزلیات تصنیف ناسخ لکھنوی چشم تر ہر گز خیال دست زنگین میں کون ہورت شاخ خنجر شاخ مرغان سبز ہو فیض ظالم سے نہیں پایا کسی نے غیر ظلم آب فخر سے بجلا کشت و بکار سبز ہو سبزہ خط کر مضامین سمین باز ہر ہنر نام ہر بجا ناسخ اگر قرطاس دیوان سبز ہو</p>
<p>کیون شوق بوسہ لب میگوں کا اسی بار ہو یہ بادہ شیریں ہے وہ لہجہ خمار ہو جو دیکھے بزم میں پروانہ سوز دل ہر بار بزرگ شمع نہ کیوں پھر تو اشکبار ہو کٹا دہ چشم نہیں بے سبب یہ آئینہ کہیں او سر رخ جانان کا انتظار ہو وہ بوستان میں کیونکر ہو نخل بڑھتی بزرگ بید جو زہار مہوہ دار ہو بزرگ موج نہ کیوں بے قراری ہو دلو وہ بحر حسن اگر مجھ سے ہمکنار ہو تو او سکر سائے مشاطہ رکھ نہ آئینہ کہ دیکھا کہ وہ کہیں محو حسن یار ہو یہ داغ مایہ جگر سے مری کھلا گلزار فسردہ باد خزان سے کبھی بہار ہو</p>	<p>مزا وصال کا کیا گرفتار ہو نہیں ہر نشہ کی کچھ قدر گرفتار ہو نہ ردی تا کوئی عاشق یہ حکم ہے او کا کہ شمع بھی مری محفل میں ہشکبار ہو جو بچکی آئی تو میں خوش ہوا کہ ہو گئی کسی کو یار کا اتنا بھی انتظار ہو ذوق ہر سبب تو عناب ہر لب شیرین نہیں ہر سرو وہ خوش قد کہ مہوہ دار ہو وہ ہون میں ہو و نفرت کہ در کنار ہو پے فشار کبھی گور ہمکنار ہو نہ آئے کچھ لحد میں بھی جگو خواب ہم اگر سر جانے کوئی خشت کوئی یار ہو بزرگ حسن تبار ہر دل شگفتہ میرا جو اس چمن کو خزان تو پھر بہار ہو</p>

<p>غزلیات تصنیف ہر چند سرمدی نہ داغدار جگر صبر ہی جو وہ سوز ہے کیا کب آبدار ہے شعلہ اگر شہد ارہنو+ چون لوندہ دل چھتا تیر نگاہ گلرہ سے کہ ایسا غم کا سسپہ کہیں نگار نہو یہ زخم وہ ہر کہ مرہم سے بھی نہو اچھا جہان میں تیر مژہ کا کوئی نگار نہو جو آب بحر سے تن کو کرے صفا گوہر تو پھر بھی اشک گر گوہر سے آبدار نہو وہ پائمال کیا زور ناتوانی نے کہ کسہ بلند ہو اسے مرا غبار نہو ہو ابے سر میں مرے سودا عشق گلرہ کا تو فصید پای کو نشتر عجب کیا خار نہو ہو چند روز میں روز وصال بھی صابر شب فراق میں ہر چند بے قرار نہو</p>	<p>غزلیات تصنیف اسخ لکھنوی گئی ہے کیسی زمانہ سے رسم سرگرمی عجب نہیں ہر جو پتھر میں بھی شہد ارہنو نہ ہنسنے سے کبھی ہم راز پوش واقف ہو بزرگ غنچہ جگر جب تلک نگار نہو+ تری مژہ کی جو شبیہ اس سوتر کربن کسی کے تیر سے کوئی کبھی نگار نہو دم اخیر تو کر لون نظارہ جی بھر کر الہی خجہ سفاک آبدار نہو * ہو سس عروج کی لیجا بن گرنہ دنیا کر کبھی بلند ہو اسے کوئی غبار نہو کمال صورت بے درد سے تنہا ہے نہ دیکھیں ہم کبھی اس گل کو حسین غار نہو ہزاروں گور کی راہیں ہیں گانہ اسخ ابھی سو روز سید میں تو بے قرار نہو</p>
<p>جنس حسن کا کب کوئی خسہ دار نہو نقد جان مول دین کیوں گرمی بازار نہو دل سودا زدہ کا کل میں گرفتار نہو اور رفتار پہ بھر ادسکی گرفتار نہو دلربائی مراد لیکن دل آزاری کی جبین دلداری نہو وہ کبھی دلدار نہو</p>	<p>اہل حرقہ میں جو بت اونکا خریدار نہو جوش سودا کہیں ای دل سربازار نہو بس دلا اب کسی گیسو کا گرفتار نہو قید بستی میں تو ہی اور گرفتار نہو ہو کر داخل جو نکلتا نہیں پھر کوئی بشر زہا خلد کہیں کو چہ دلدار نہو</p>

غزلیات تصنیف ناسخ لکھنوی	غزلیات تصنیف ہر چند زہنی
شور محشر ہو اگر نالہ نہ تھیہ کی جا پسے خوابیدہ ہمارا کبھی بیدار نہو چشم ابرو کا ہوں عاشق پڑھوں پاکنا پاس سجد کے اگر خانہ خمار نہو تیری دیوار کا روزن جو نہیں ہوتا بند کسی مجھ کو کا یہ دیدہ بیدار نہو + خود فروشی جو ہو منظور تجھے او کا فر کوئی یوسف کا زانے میں خریدار نہو بغل گور میں کاٹا سا کھٹکتا ہوں میں استقد بھی غم فرقت سے کوئی زار نہو گلغزاروں کو جو بد فون نکرین قبر و تن سطح خاک سے پیدا کبھی گلزار نہو + نکلی مالون کی ہوس دل سے ہمارے کس تیری سو فاروں میں اگر صورت منقار نہو ہی جو وصف اب شیرین میں مری گل کا مال نیشکر بھی کبھی اس طرح شکر بار نہو چھوڑ دی رسم عبادت ہی جو اوس گل کا غیر نرگس کوئی اس باغ میں بیمار نہو جس پری کی نظر آتی ہے مجھے زلف دراز شعبہ ہوتا ہے تر سایہ دیوار نہو	راحت جان ہر دل کی مری شے الی اگر بشورش صورت سر دین چشمہ کبیدار نہو جوش سستی ہے مجھے بوسہ میگون لپے غزم سے نوشی سو سے خانہ خمار نہو وہ ہر زنجیر جنوں میں مری شور محشر صاحب گور کی کیا تاب جو بیدار نہو گریہ بھر سے بے قدر ہوئے گوہر شگ جب کا جزرہ دگر کوئی خسہ بیدار نہو تب حیران سے ہے لاغری چون کاہ مجھے کیون ہوا سے یہ پریشان تن زار نہو جانہ بریان کہ گل من کو لگایے نظر چشم وادید کو دان نرگس گلزار نہو شیرین بخنی کا ہو پھر کس طرح وگا نہو نوک خانے کی اگر طوطے کی منقار نہو گریہ چشم ہے شکون سے گہرا ہر دم ابر نیان کبھی اس طرح دربار نہو حال دل کتنا عبادت کو جو یا آجاتا مرض عشق کا یار کوئی بیمار نہو + فیض روشن دل سے ہونہ رسید بخون کو پر فیسا خور کا کبھی سایہ دیوار نہو +

غزلیات تصنیف ناسخ لکھنوی	غزلیات تصنیف ہر چند مرثیہ
نالو ان ہو کے جہان میں ہوں ایسا ناسخ کہ مری پاؤں سے چوٹی کو بھی آزار نہ ہو	ہو وے بیمار محبت کو نہ صحت ہر چند داروی عیادت بھی دفع بہ آزار نہ ہو
<p>نہیں آہن رہا بچھوچ میں ہر کیا ہے کو تیری بلوار سے الفت ہی قاتل میری گردن لی سبے جسے جنت کروں کیا طوقی ہر کو وہ اپنی کا کل جان ہی باندھ میری گردن جنون سب کو ہر بچھیر ہوگی ایہ بخیر کی خوش بجائے سجدہ و تزار ہر شیخ و برہمن کو +</p> <p>جو منت کش ہیں ہر غیر شمع اوستی تیر ہیں بھٹکائے کیوں ہمیشہ جام نشہ اپنی گردن خرابی ایک کی تو دوسرے کی بان ہی آبادی نبا تا ہی فلک تربت اگر خدائے تن کو +</p> <p>ہوئی اوکی گفت پاسیر مہر امین جو نور فشا وہن جاوہ کتہاری ہو گیا صحر اکو داسن کو نظر آتا ہے یہ اوکی شعاع جس کی عالم کہ سب کہتے ہیں پردہ کو کسے گا اوکی طہن کو</p> <p>نیکون ای شمسوار اپنا رکھوں ہر چند کہ میں سمجھا ہوں محراب عبادت لعل تن کو ہو اگلگشت میں بیار ایسا جو نش و نہ کا گرایا منور سبیل اشک سر دیوار گلشن کو</p>	<p>۱۵ ہو اتنے و میان سے بل با ہم چوٹ پاسن کو ہوئی یونٹ بقاتل سے الفت میری گردن گلے میں ہر کب یہ قمری دل طوقی تیر کٹے نہ سرد قد کہ خجہ مرگان سے گردن نہ بت خانہ میں جانی بت پرستی کو او سو تو جو نظر آئے محبت کا فر کی صورت گر بہن کو</p> <p>مرد سرد روان گر سیر کو جامی گاہستان میں جھکائے سرد غنا سرنگون کر اپنی گردن ہو کس شعلہ رو کا سوز بید دل میں تیر جلا یا آتش شمس سے جو گھا گھا داغ ہر تن کو</p> <p>میں دیکھوں آنکھ سے پردہ نشہ کچھ سن پردہ اگر اظہار لگ جائی میرا اوسکے دہن کو مری شمعوں میں کہ جلوہ کہ دیکھو غریب کو در دیدہ پہ آویزان کروں مرگان طہن کو</p> <p>اسی سے جو گر کر ہم بات سرو کو جھکا تو زمین جرسنج کا سمجھا نہ نونعل تو سن کو کہیں گلگشت میں نہ شک گل دیکھا تو خلیدہ فارحہ سرت ہو جو دل پشی ہر گلشن کو</p>

غزلیات تصنیف ہرچند سرور ہندی	غزلیات تصنیف ناسخ لکھنوی
<p>پکائی نان ہو پر پر لگی ہے داغ سی پتی ہوئی دنگ شفق سی شمشیر گردن کے گلشن کو ستم ظالم کا ہو روشن دلون پر نرم زبان کہ کائے شب کو روشن شمع کی گلگیر گردن کو ہیو خم طالع گردن میں کیا اوس مشکونی کرشن تو گر کا شکے پو چین ہم اوس طفل بہرین کو او بل کرخت دل آئی جوتیابی سی چشمون میں کیا کان بد نشان ہو سنی میری کے معدن کو مری دل کی ہوائے آہ سردا و سکو جو لگ جائے عجب کیا مثل تیغ جو سردا و سوز گلشن کو او ٹھائے شور شیون کو پڑی گر آب میں چند وہ سوز غم سے سرگرمی ہی میری خاک فتن کو</p>	<p>ہو اہر شوق اوس گل کو بہت مام جانے کا شرف گلہار گلشن پر ہوا خاک گلشن کو کسی پر مجھ سے دبا میں ستم دیا جانین جان بجائے شمع کا میں اہل محفل میری گردن کو جو ہوتا وصل قسمت میں بخترا یون مجھے کہ طالع بیکرین معلوم اوس طفل بہرین کو وطن مجھ سے عیش عشق پر چھپتا تو میں چھوٹا ٹھکانہ جانین سکا ہے پھر سیاب معدن کو فلک کی سرد مری سی ہو اہر انقلاب الیا بنانا ہرستان رنگ گلشن جیسے گلشن کو سر شوریدہ ناسخ یہ احسان آخری ہوگا بنائینگے جو رنگ کو دکان سے اسکی دفن کو</p>
<p>۱۵ ہو اہر عشق اوس گل کا کین کیا ولین گلشن کو کیا جو خار ریشہ گل سے ہر بستر نشین کو پکڑتی ہے جو خاک اوسکو جھٹکتی تیار ہرین کو جلو ہے یار دشمن جو بچا کر میرے دفن کو یہ حسن بہر تن کا معجزہ ہی کہیب سا سازد کف باہر ضائی سے طلا کرتا ہے آہن کو خط نور بستہ غم میں ہوا جو تیغ ہر تن لاغ تو کافی روزن مور ہو کیونکر میری فتن کو</p>	<p>۱۵ لگا دی شعلہ عارض ہو گزروہ آگ گلشن کو کباب و سیخ بھین لیل و شام نشین کو پل مردن تو مشت خاک چھوٹی تیری دین کو قدم رکھتا ہی کیا ظالم بچا کر میرے دفن کو وہ اکیر ترش غم ہی کہ اپنی آہ سوزان نے طلائی ایک دم میں کر دیا زنجیر آہن کو چڑھائی نافہ شین بھگت شدہ کا کل غزالان بیابان نے جو دیکھا میری فتن کو</p>

غزلیات تصنیف ناسخ لکھنوی	غزلیات تصنیف ہر چند ہندی
<p>چبا کر پانِ طالم نے کئی گلاگون لبِ دزدان بنایا معدنِ یاقوت کیا میرے کی معدن کو درو دیوارِ جانان سے لگی رہتی ہے آنکھ اپنی بنایا چشمِ بنیا ہمراہ ہر چشمِ روزن کو رگون کا جال ہے اب لاغری کی زیرِ پرہیز ہشتا ہے کوئی زیرِ قبا بطرحِ جوشن کو جان میں جتنے عمدہ ہیں سیلابی ادبِ تاب طلا و نقرہ پر ہی فوق جیسے تیغِ آہن کو مینوں کو تلاشِ رزق کب ہوتی ہے غربت میں لیے پھرتے ہیں مثلِ ماہ گویا ساتھِ خرمن کو و فور بادِ خواری تک یہاں لبِ بادِ ششی مرست ہوتی ہے سیلاب سے کاشائے ترن کو لٹک آ کر جو بازو پر کوئی لٹ لپٹ چان کی کیا سونا سو گند اوستی تیری سونے کے جوشن کو لکھنوی بندہ رقیبوں کو جلا کر اسی تو ہر دم جہنم میں خدا ہی ڈالتا ہے اپنے دشمن کو کسی صورت سے چنبھوں میں لغت ہو نہیں عداوت ہی ہم تیغ و سپر کی آبِ روغن کو گریبانِ سحر میں جیسے ہی رنگِ شفق لازم پنجوڑی کا لہو میرا کبھی قاتل کے واسن کو</p>	<p>تیری یاقوت لب کی گنبا محسن کی گنجر لکھنوی خجالت سے حسرت لکھنوی میر کی معدن محل کا ہر مکانِ رنج و ششِ روشن ہے بنایا مشرقِ خورشید دیوارِ رن کزدن کو ہوا ہی جوشن سودا کیا کہیں حسن پر پرو کا بنایا جوطوق گردنِ ملکہ زنجیرِ جوشن کو جودل میں بوسہ چاہِ ذوق کی آشنہ کامی ہے کیا خشک اوستی قاتل کے لیو اب تیغِ آہن کو ضرر کچھ نیک طینت کو نہ تو تشنِ فرا جوں سے جلا سکتی نہیں ہی برقِ خاطر مسکرتن کو بگڑ کر جلد گر جائے کہ ہی تعمیرِ نام کی بنایا ہی جو آبِ دگل سے اس کاشائے ترن کو حقیقِ محنت دل امی لعل لب کھوئے آہن ہوز میت پارہ یاقوت سے سونے کے جوشن کو کرے گی ایک دن یہ قتلِ شمشیرِ نضار سب کو دمِ نصفت سے سمجھے ہی برابر دستِ دشمن کو ہوا ہی ان دنوں ایسا اثر جذبِ سبختی کہ شب کو روشنی کب ہو میری چری کر دین بہارِ باغ کیا دیکھوں گلِ نریشک لکھن کیا ہی خستہ گلزار ہر اک پاٹ واسن کو</p>

غزلیات تصنیف ناسخ لکھنوی	غزلیات تصنیف ہر چند سرودھی
مصابک نظم کرتا ہوں شب تاریک چرائی	نہیں رکھتی کہ ورت صاف رو ہر چند کچھ
نیا یا شمع بزم فکر ناسخ طبع روشن کو	کہیں لگتا ہی رنگ آمینہ خورشید روشن کو
رشتائی ہر مقام حسن تک کب دوست دشمن کو	۱۹ نہ تاب پایا می مژہ کی ہے دست دشمن کو
نہیں ہوتی کبھی جلی کی دشت کیے خرم کو	رکھے دامن میں اپنے دانہ اشکوں سے خرم کو
بیان کیا ہے جو چھیلانی ہے تواری برق لکھ	ملی ہے شک شونی چشم ترکی جبے دامن کو
اگر چاہی اٹھالیا کئے چوٹی میری خرم کو	کیا ہے اوسنے جمع دانہ اشکوں سے خرم کو
نقدق کر لیے دیکھا جو اپنی روی روشن کو	دلی کیا روشنی حق نے چراغ چشم روشن کو
چراغ آفتاب اوسنی بنایا طرف روشن کو	کہ دخل اوس جا نہیں ملتا سیبختی بخور کو
وہ سی مل کے ہوٹھوں پر اگر جاتا ہے گلشن کو	رخ رنگین سے اوسکی خار ہی گلہاں گلشن کو
بنا دیتا ہے دو دآہ سوزان شاخ سوسن کو	سی مالیدہ لب سے لب گری ہی برگ سوسن کو
ظہور حسن اگر چاہی نہ عاشق کو رولا باکر	سیہ کاروں کی کب چاہیں جو مٹا ہن ہن
چھپا دیتا ہے باران یکھہ مہر و ماہ روشن کو	کہ روغن کی نہیں حلیت چراغ ماہ روشن کو
عجب کیا ہے جو انسان صورت دیوا جیہ اتن	روان رہتی ہیں آنسو اتدن اس چشم گمراہ سے
تجلی اوسکی رخ کی بند کردی چشم روزن کو	کہان ہی آب یزی ایسی فوارہ کی روزن کو
اگر طول امل ہو قطع ہی ترک لباس تان	لگائے زخم سوزان پر میری جراح گھٹان کا
کہ رشتہ کے بدولت رطبہ کی مہر سے سوزن کو	میلانے کیونٹ سر گرمی سوزن نا سوزن کو
کو سے تیری سی مالیدہ ہوٹھوں کی شادانی	مستی دید ہوٹھوں پر چلتی پان کی رنگت ہی
خدا فی اسلے اتنی زبان زدی دین ہیں سون کو	رنگا ہی رنگ گل سے خوشما کیا برگ سوسن کو
اگر مضمون باندہ خون چار دن خدا فی ہاں کی	دور و زمان کامیری کیا لب یا قوت گون دیکھا
زمین شعر سر کردون نخل میری کی معدن کو	کہ کھانا خون دل حسرت سے ہی معلون کی معدن کو

غزلیات تصنیف ناسخ لکھنوی	غزلیات تصنیف ہر خیر مرد دہنی
اگر او سکی جگہ پر جوتی آکھ اپنی تو کیا ہوتا بجست دیکھتے ہیں ہم در جاناں کے روزن کو موافق حوصلہ کے سمجھتے ہیں سب تہہ بمان کہ ذرہ چلتے ہیں مشرق خورشید روزن کو برنگ زخم پے در دی ہی تو خدا کا اقبال ہمارے خرم پر بخون کیا ہر چشم سوزن کو بنادی نشہ می او سکو بھی آتے ہی توالا جو پھینکے می کہہ میں مجھ سب سنگ فلاخن کو سین تاج بن گئے کسی باہر ہو تھوکن کا ترانہ بھی اگر چہ منہ میں دی خانے سنوں کو بچھری دیکھی جو اس شک ہیں کے سنہ پانچ بھلا یا بطلان باغ نے شاخ نشین کو سائے ہم کہان او سکی نظر میں یکدن کو غبار اپنا پس از مردوں ہر چشم دشمن کو خمار اکدن نہ ٹوٹا ہر سیو پریش نیانی بجائے جام یاں گردش ہر سنگ فلاخن کو گریبان چاک ہیں اپنا تھاپا ایک نال منہسی میں گل اوڑاوتی ہیں لیل میری کو بھلا جزا غزل خوانی ہو مجھے کام کیا نام بجستہ زانین آتا ہی کچھ مرغ نوازن کو	جو دیکھیں کہ کمان بربو ہاری خرم سینہ کے آکھ چشم نیادی میری تیر دن کے روزن کو میرا وہ غیرت خورشید جاوہ گر ہے الیقین ضیاء ہر نور حسن او سکی سے دیوار کو روزن کو نہو نور بعیرت کو چشموں کو کبھی حاصل لگانا سرمہ کاکب نور بخشی چشم سوزن کو بھری شوریدہ سر آوارہ ہر سوکشت بقاں میں میرے جوش جنوں کا ہے اثر سنگ فلاخن کو چمن میں سوز گل و سے جوشند آہ کا نکلا سب رنگی جوتی او سکی خان سر دی سوسکی کہنگی قتل دم بھر میں کبھی ای مرغ دل شکو کہ قاتل کی نہ شاخ تیغ کر اپنے نشین کو سوا او سکی کسی سے یار و کب ہر بلیاری کا جست ہر بدگمانی مجھ دل میں جان کو دشمن کو رکھیں ہم شیشہ تن کو جو چہرہ بھاری وشت می لکھوں اپنی کاو خ گل سے ہو کر دشمن فلاخن کو غم فرقت میں ہمدم کی ہوا جو رنج تنہائی دل پرورد نے ہمدم کیا ہے شغل شیون کو اگر ہو مرغ دل افسانہ گو درد جدائی کا نہ تاب دم زنی ہر چہند ہو مرغ نوازن کو

غزلیات تصنیف ناسخ لکھنوی	غزلیات تصنیف سرخسید سہمی
<p>ہجرین آنکھیں یہ لائیں جوش پر خنیا کجے کر دیا بالکل شفق گون چاور ستاب کو ہی نخل عیش و دل گردش لیل و نهار دیکھ پرولنے کو دن کو اور شب سرخاب کو کون ہیں جو ہر زرا انسان کو کرتے ہیں قتل ہم نہ بہر کمینا کشتہ کریں سیاب کو + موج زن ہو عہد موسیٰ کی طرح دریا کو گر میری آنکھیں ضبط اکدم کر خنیا کو ہی یہ وحشت مجھ سے شب ہاں چھوٹیں ہی شعر میں سینہ دشواری سے باندھا خاک کو وصل میں بھی جست جو یار بیان غفلت سے عین دریا میں ہی گردش صبر گرا کر ہو گیا عشق لب و لہار میں محکوم جنون سفوف کو کر دیا ہے بخت فی عتاب کو اسے مسجد محکوم سنگ آستان یا رہے جگہ سے کرتا ہوں اوسے دروازہ کی محراب کو عقل اپنی عشق غارت کر کو کیا ہو سدا روک سکتا ہی بھلا دربان کوئی سیلاب کو اس قدر ہر اہل دنیا میں ذرات کار و باجر بس ہو تو مثل صدقہ باندھیں میں کجا</p>	<p>جوش طوفان ہو میرے گریہ کی آغوش تاب کو ہالہ سو گرا دیا ہو جائے کیسوں ہمتاب کو اوس ہمارے صبح ہی بجائے وہری رات دن صحن شب بھر فرقت معشوق ہی نہ خالی کو سبزہ خط کا دبیاں جو رہتا دل مضطرب کو ہو گئی اکسیر کی بوٹی کو یا سیاب کو چادر بستہ ہوئی منتوشن شک چشم سے نقش کاری کا ہوا ہی قطرہ خنیا کو انظار میں کھلی آنکھیں ہیں آج وہ اگر خانہ چشموں میں کھوں تیرے شب بھر خواب کو کون ہی اسودہ خاطر دیکھے شب و سہر میں رات دن رہتا ہی حکم حلقہ گرداب کو ہی یہ بیماری تپ عتاب لب کی اسی طیب نسخہ تیرے میں لکھ دانا عتاب کو دیکھ پائیا کیا کہ میں نہ رو کر ابرو کا ہلال چرخ نے جو سر جھکا یا ہی جسم محراب کو شائق دیدار حسن عسر خوبی سے کہیں بوسبب کبیر دی گریہ کی تیرے صلاب کو آہ آتش ناک کھینچوں سوز چہرہ نہ آہ اگر آتشین گردوں میں بھر دے نہ آہ</p>

غزلیات تصنیف ہر چند سر و ہشی	غزلیات تصنیف ناسخ لکھنوی
<p>پاک بازان فروق بے مد و پائین اوج سر بلندی ابر سے حاصل ہوئی ہے آب کو آشنائی آشناسی کر کے جگتے ہی رہے ہمسے بیگانہ کیا ہی آشنائی خواب کو پاک رویوں کو نہ ہوتا ہی کبھی دل پر غبار شوب کی حاجت نہیں ہے چادر متائی کے سوج سان بستریہ بوٹوں فرقت بحر حسن سے بے قراری ایسی کب ہو یا یہی بے آب کو چرخ ہر چند ہی غلغلہ انداز نرم دستان دشمن ہو کر تا ہی اتر جمع حباب کو</p>	<p>گرتی چاہتا ہے کر کسی کی پرورش خاک سو فرقی سحر پہ پائے ہو آب کو زادان خشک لب بیدارین تو کیا کیا بیشتر کر دیتی ہے زایل پوست خواب کو ہیں جو صاحب درد او کو نہ ہر سامان سوت کا سامان زخمی کہتے ہیں مہتاب کو پھیلیاں دروازہ جانان کی راحت ہیں بے کلی ہوتی ہے ورنہ ابھی بے آب کو قدر جیتی جی نہیں ہی کچھ بھی ناسخ محو یاد مدفن میں کروں گا صحبت احباب کو</p>
<p>دیکھو جو اک نظر میری چشم پر آب کو گریہ ہو دروغم سے نہ کیونکر سحاب کو ہوں شعلہ رو کے سوز میں وہ نقشین ساقی جلا دون پھونک سی آب شراب کو ہی دھیان حسن نمکین کا دل سوزی جلا لخت جگر سا ذائقہ کب ہو کیا ب کو رکھتے ہیں پست بہت دل میں فروتنی سکون شیب میں رہی دائم ہے آب کو اوس حسن شبنم جو چشموں میں ہے خیال شعلہ زنی کا رہتا ہی سکون کی آب کو</p>	<p>اوس شعلہ رو سے عشق ہی چشم پر آب کو بجلی سے رابطہ نہو کیونکر سحاب کو کرتی بھی فاش نشا میں بدست میرب اس واسطے حرام کیا ہے شراب کو ساقی تمام خشک و تر کائنات میں ہونے کیا پسند شراب و کیا ب کو ہر صاحب خزانہ کو ہی اوج ہی زوال پٹکے کیوں او چھال کے غبارہ آب کو جز داغ عشق چارہ تردد انہی نہیں کرتی ہے خشک گرمی بغیر شرب آب کو</p>

غزلیات تصنیف ہر خدایہ مرغنی

غزلیات تصنیف ناخ لکھنوی

او بجھی ہے طرح رگ جان تازہ لعل
سلجھا سکی ہے شانہ کمان پچ تاب کو
ہر دم غزال چشم کا دل میں خیال ہے
مثل غزال روم ہو کیوں مجھ سے خواب کو
جوش جنون کے اسب کا ہے شہسوار
ہاں چاک جیب چاہیے اسکی رکاب کو
ہی رنگ زنگ لالہ پیر و گلبدن گلستان
نجلت سے زرد روئی ہے رنگ شہاب کو
میگوں لبون کی یاد دلاتا ہے سکا رنگ
زہار لالہ سلنے ساتی شہاب کو
مستی ہر چشم میگوں سے اور اسکو شہر سے
رتبہ نہ مثل او سکی ہے کیف شہاب کو
وزرات ہے شگفتہ گل حسن یار کا
پڑمردگی ہے روز گل آفتاب کو
بے ہاتھ میں تو آتش زنا خلسے یار
کیا ہی عجب جلا ہے موتی کی آب کو
گلرو کی کب ہو چسپہ صافی ہو میری
خط شعاع ہیں خار گل آفتاب کو
دیکھوں ہوں بھر میں ہر دل گھڑی کمان
تشنہ لپی نچاتی ہے جام پر آب کو

ہم صورتوں سے عیب ہے کرنا سوال کا
زلفوں سے مانگتی ہے کمر پچ و تاب کو
ورکار ہے پلنگ کی بدلے جنازہ آج
فرقت میں ہنر مرگ سے بدلا ہے خواب کو
مجرم میری آنکھیں ہیں پافوس سے بھی
یوس و کنار پائے خنائی رکاب کو
اوس شعلہ رو کو ربط ہو مجھ ناتوان کیا
پروا نہیں کمان کی تیر شہاب کو
ساتی جہان دل کی اسی سے ہے روشنی
کیونکہ آفتاب کہیں ہم شہاب کو
ہر شعلہ جو فرقت ساتی میں ہر نفس
منہ سے لگا کے جام جلا دون شہاب کو
طالع شب وصال میں ہو کیوں نہ شام
شوق او سکی دید کا ہے کمال آفتاب کو
جیسے کیا ہے قتل دہ گوش یار نے
ہم آب تیغ رکھتے ہیں موتی کی آب کو
ای عند لب ہیں تیری گلہاں باغ کیا
مرحہادی تیری آہ گل آفتاب کو
مکھن گے طفل شاہ نہ باہر کہ ضبط نے
گرداب کر دیا میری جسم پر آب کو

غزلیات تصنیف ہر چند سرورنی	غزلیات تصنیف ناسخ لکھنوی
راز ولی سے کب ہو دلا پیاک کو خبر لاؤں زباں یار سے میں خود جواب کو نازک تنوں کو ہو دی ضرر کج نداد سی بر باد موج نے کیا کاغ حساب کو بھپشرب فراق نکر جو رکے حساب ہو گا بڑا حساب بھی یوم الحساب کو بحر صحن سی ہو ہر چند کب صورت شہنا بیگانگی ہے نور سی چشم حساب کو	آنکھیں تمام صورت کاغذ ہوئیں غیب دست سی ہم ترستے ہیں قاصد جواب کو بحر جان میں تیری عدالت ہی تقدیر ہر موج مثل سیرہ ہر چشم حساب کو صدی او ٹھانے والے ہیں روز فراق کے کیا لائیں ہم شمار میں روز حساب کو چھوٹا ہر چھپا تیا عیبت اس بحر صحن کی ناسخ ستم ہے ہاتھ لگانا حساب کو
زہار لاندہ سانسے سانی شراب کو فرقت کر دن نہ بکھوگی اس آفتاب کو لا ساقی شب کو دور میں جام شراب کو مستی میں دیکھوں صبح رخ آفتاب کو دریا نے دیکھا ہی کیا میرے ہنر شراب کو سر پھوڑنا جو سنگ سی ہے اس کی آب کو ابر و کمان کا تیر مژہ جان ستان ہوا دل ریشی تیغ غم سے سی تیر شہاب کو گرمی صحن رشک چمن سے ہی غش مجھے چھڑ کو پسینا او سکا نہ چھڑ کو گلاب کو آیا نظر ہے کیا صحن رخ رشک حور کا سوز جگر سے داغ ہوا مانتا حساب کو	دہی آگ اوستے پر تو رخ سے شراب کو شرمندہ جام میرے کیا آفتاب کو بد جانتا ہی جبل سے زاہد شراب کو دیکھا ہے شہری نے کمان آفتاب کو بھولوں وصال یار میں کیا ہنر شراب کو دریا میں ہے قرار کمان موج آب کو ابر و جدھر کو بل کئی علی سی گر ٹری رکتا ہی وہ لکال میں تیر شہاب کو گلشن پر گروہ ساقی سے کش کرے نگاہ بوئے شراب آئے جو سونگھے گلاب کو آئی شب وصال ہوئی صبح و شام سے قسمت تر آفتاب کیا مانتا حساب کو

غزلیات تصنیف ہر چند سرور ہندی	غزلیات تصنیف تلخ لکھنوی
<p>ہر چند ہر صاف واسن سے ہو کر دلوں ہیست شونی ابر کرم بو تراب کو شیر کا کاٹھنہ ہر حسن رخ سے زلف یار کو شہ کا پنا کرے شیرین نہ زہر مار کو درو دل سے ہر زبان گزرتے ہر چشم زار کو بار اشکوں سے ہوا ہی مردم ہمار کو سرمہ سی ملتے ہو کیوں تیغ نگاہ یار کو رنگ لگتا کسے کب دیکھا ہی اسن تلوار کو ہو ترقی نور خور کی تیرہ بختوں کا زول دو پہرین کو تھی ہوسا یہ دیوار کو ہر لب شیرین کا دملین و حیا فن بین کیوں نہ قاتل کی کرے شیرین زبان تلوار کو آباد پائی نے پس پا کر دیا ایکہ مجھے کس طرح سے طے کروں راہ دیار یار کو اب تو کھانا ان ای درو بکر لینے دھین بے سبب اور کیوں ستانا ہی دل بیمار کو گر پڑے کوئی آب گرم اشکوں کا سیرے سرخ بریان کیوں نہ کر دی مرغ نشوار کو نیک چشموں کو ملے کیونکر نہ صافی دلفین روشنی جو نور خور سے روزن دیوار کو</p>	<p>تاسیہ نہیں ہی کام مجھے عمر و یک سے پس جانشانوں بعد سے بو تراب کو شانہ ترغیب ستم و تیا ہی زلف یار کو دشمن جہان بہان کرتے ہیں ندان یار کو یوں نزاکت سے گران ہی سرخ چشم یار کو جھپٹتے ہو رات بھاری مردم ہمار کو تیر مردم کو تے ہیں تیغ نگاہ یار کو چشم کی گردش ہوئی ہر سان اس تلوار کو خاکساران جہان کا ہی ادب ایسا مجھے پانوں کتا ہوں بپا کر سایہ دیوار کو دملین این ہونہ خو خوار و جو دشمن ہر سورج دیکھو تو کھا جاتا ہی کیا تلوار کو پڑ گئی بختیر ہی بیرون کی پانوں میں کہتے مقاطع سنگستان یار کو درد ہوا اہل نظر کا کیا اونہیں جھین پوچھتا ہے کوئی گل کب گس بیمار کو بچھنے لگا بطن میں جو آب تشین مے کہہ میں ہم دیکھا مرغ تیش خوار کو بال زلفوں کر دیے کھوس سوئی نہ ہوا سانپ کی بامی میں سجھا رخنہ دیوار کو</p>

غزلیات تصنیف ناسخ کھنڈی

یہ خزان میں نوجہتی ہیں دراع سودا کے کوٹھڑ
سیر کھین شاخ گل سے بلبلین منتقار کو
رتبہ اعلیٰ میں ظالم ترک کردیو میں ظلم
پانوں سے کاوش نہیں خوار سردیوار کو
ہے یہ ناساز طبیعت بحر میں سازش ط
نبض بے جان جانتا ہوں باز کے ہزار کو
مجھے حال چشم تر تحریر ہو سکتا نہیں
جائے خط لڑ جا صبا اک ابرو دیا بار کو
برہمن ہو کر سلمان کرتے ہیں نیا کو صید
دام نہواتے ہیں گویا توڑ کر تیار کو
بند ہو جاتی ہیں سیاروں کی کھینچ
کھینچتا ہوں جب میں دسواہ اشش بار کو
جب کہ بیت الدین ناسخ ہوں کا قلم
بار کیو تکر مونہ بزم یار میں اغیار کو

خوشی پہلی یار سے پیدا کیا اغیار کو
جس طرح نشوونما گل سے ہی اول خار کو
ہر یقین دیکھ جو دونوں ابرو سے خمدار کو
دوسری بھی کھینچی ہے کھینچے جواک تلوار کو
کیون آنکھوں پر جگمہ ہو ابرو دی خمدار کو
دی ہے خالق نے ازل سے ابرو تلوار کو

غزلیات تصنیف ہر خند سر و منی

اگیا اب باغ میں ایسا تپان و فزون
بند غصے کرین مرزا نیکوین منتقار کو
گلاب کے گھر کے جانے کا ہی پاد لکھنوی
چاند کر ہا بیگے ہم خار سے دیوار کو
سطر یا بے ساز میں تیر کر جو صوبت رانی
کیا رگ یا ابرو سے مری تو بٹایا تار کو
سطر ناسنی ہوئی اک حرف مثل موج بحر
لکھتے وقتے آیا جگر یہ چشم دریا بار کو
مرغ دل مثل پر میں پھنسا یا چ میں
وام میا دسی بنایا مطلقہ زئار کو
کاسے گردن شک کیا کر ابر تیغ برت سے
جوش میں دیکھ جو میری چشم دریا بار کو
بزم خلوت میں رہی ہے پاس ہر خند
یار نے ہمد بنایا دیکھیے اغیار کو

یار یا بی بزم خلوت میں ہوئی اغیار کو
صیف بر شک گل سے کیا صیبت ملی خار کو
قاتل جان نہ دونوں سمجھوں ابرو دی خمدار کو
دل دو پارہ ہو گیا دیکھ ایک ہی تلوار کو
قاتل جان جانتا ہوں ابرو سے خمدار کو
کیون نکالی میان میں ہے قاتل تلوار کو

غزلیات تصنیف ناسخ لکھنوی	غزلیات تصنیف میر خدیو سرمدھی
ہر بجا شکل جو گھر بن بیٹھا ہے یار کو	نقد دل دی کر لیا ہے سر مل عشق یار کو
جو کہ یوسف ہی نہ جانے کس طرح بازار کو	کیون سر گرمی ہو سودا کی مری بازار کو
رسم آجائے اگر موران کوئے یار کو	لا غری میری کا اتناک ہی یقین کیا یار کو
کچھ بیجا مین لہر سے میری جسم زار کو	وہو نہ کر پاتا نہیں گویا تھ جسم زار کو
کون ہے گلگشت کا عازم کہ استقبال کو	ای جنون تیری بدولت سیر زندان پر کو
گل پیادہ ہو کے گلشن سے چلی بازار کو	اور سودا کچھ خریدوں پہل بازار کو
آبی جب تک نہون جاتا نہیں صحرا کو میں	یہ نصیبوں کو سرو سامان نہوں بلانہ میں
تا تیرے سخت تلواروں ہی ہوا نڈا خارا کو	مل سکی پوشش کہاں عریان تھی ہر خارا کو
چربی و نرمی بجا لیتی ہی خوشخواروں کو بھی	دونوں ابرو کا شکم کی لقور دلیں ہے
زنگ کھا جائے نہ چکنا مین اگر تلوار کو	کس طرح کافی ہوا اک میان دو تلوار کو
قل کرتا ہے مجھ تیرا یہ انداز ناز	کیون نہ پھر سجدہ کرے سر پا زانیا جھکا
سجدہ کہ ہی سنگ تیغ ابروئے خدا کو	ہی خرم محراب تیغ ابروئے خدا کو
ہی اگر دربان سلامت یار کا تیرنگاہ	حسن روی یار کو دکھیں گے اوس سچا نکا
نعم نہیں تو بند کر دے روزن دیوار کو	دور میں بنے بنایا رخت دیوار کو
کیا ولا شکوہ تبون کا قلعہ موسیٰ ہی یاد	شوق نظارہ ہی چشم آئینہ اتناک ہی یاد
رنج دیتا ہی خدا بھی طالب دیدار کو	آئے کیونکر خواب تیری طالب دیدار کو
سورہ یسین کو بدے عشر کی صورت پر ہون	خضر سی کتر نہیں ہیں خاکساران جہاں
مرے دم میں یاد کرتا ہوں خرام یار کو	نقش جادہ نے بنایا ہی دیار یار کو
ہن جو خوریزون کی پروشا در تہی ہن دم	فرق جب آتا ہی دلیں کب ملے سہلے
رات دن ہنستی ہی دیکھا ہی لب سوفا کو	کتنی پوستہ ہم دیکھا لب سوفا کو

غزلیات تصنیف ناسخ لکھنوی	غزلیات تصنیف ہر چند سرجمی
ایک تمنا ہی جو اندری کا نسخہ ترک ص	سرخابون کا ستم سی کا کیا ہر چند سیدہ
عمر بھر میں مردم آب اکتفا ملوار کو	موج سی رکھتا سی دریا یا کھتہ میں تلوار کو
۱۲ جنون میں بھی رکھا بخت فرعیان مجکو	۱۲ یان تلک دست جنون نے کیا فرعیان مجکو
طوق نے حبیب دیا دست فرامان مجکو	پوست تن کا ہی قطرہ گیا دامان مجکو
ویدہ سیر سوز گس ہے زیادہ پھول	صوت مرغان ہی ہو یاد سخن سنجی یار
بحرین دشت بلا ہر چمنستان مجکو	شور ماتم سے نہ کم ہے چمنستان مجکو
گبر نفرت کرے آگاہ اگر حال سے ہو	سجعت رخ کی تلاوت ہی جو دل کو ہر دم
شرم آتی ہے جو کہتے ہیں بیلان مجکو	اہل ہندو کہیں کیونکر نہ سلمان مجکو
خلاق غور شید قیامت سو ڈر گی لیکن	ذرہ ریگ ہر ایک مہر قیامت ہو جاے
آئینگا یاد قمر اچہرہ تابان مجکو	دشت میں ہو جو خیال رخ تابان مجکو
بعد مرنے کو جہان روح چھپ گئی ہٹکی	قید زمان سو ہے بدتر مجھے رہنا گھر کا
اسے جنون لسنے دکھایا وہ بیابان مجکو	او جنون اب تو دکھا سیر بیابان مجکو
ہامی اس کا کل بیچان کی محبت کو عرض	حلقہ پہنچ میں جو اسکی چھینا ملتا نرول
کاشا کاشن کوئی انبی بیچان مجکو	ہر خیم موکا ہوا کا کل بیچان مجکو
اوسکا دیدار جو ہوگا تو قیامت ہوگی	صورت یار جو آئینہ دل میں دیکھی
کر دیا یار کی تصویر نے جبران مجکو	مثل آئینہ کیا حسن نے جبران مجکو
گورین آنکھیں نکیرین کی روشن ہوئیں	اگر نظر آئی مجھے کاشکے وہ غیرت ہر
آگئی یاد نجوم شب عید ان مجکو	روز روشن ہونے کیونکر شب عید ان مجکو
مذلت وصل کی خواہش میں اٹھا شوق	نختر ناز واداسے کیا قافلے نے شہید
ہاتھ آیا نہ بخیر گنج شہید ان مجکو	چاہیے قبر کو بھی گنج شہید ان مجکو

غزلیات تصنیف تاج المصنوی

ہماں اون آنکھوں مجھاتھائیں ہر ایک
پنجہ شیر ہوا جبہ مرگان محکو
یاغ میں آگ لگی آئی نظر تیرے بغیر
سرود کھلائی دیکھو سرور چرخ افغان محکو
واغظا ہی یہی ناسخ کی دعا بعد نماز
جای فردوس بل کو چہ جانان محکو

۱۵۶ درازی یاد دلوائی ہے اور زلف پشیمان
غزیرا سوا سطرے کھتا ہوں شبنم ہائے حیران
گیا میں عالم وحشت میں جب سیریاں کو
نار اشیر قالین کی طرح تیرےستان کو
نہ کیا ساتھ گلشن میں جو اس سوزدان کو
کیا سرور چرخ افغان آہ نے سرور گلستان کو
یقین ہے شوق کامل سے اگر یک دن شک
روان ہو جان میری بعد مرگ کی جان کو
جو دعویٰ خدائی ہے کمال انبیاء کو گھر سے
خدا نر ای صنم باہر کیا جنت ہی شیطان کو
جنون نے جب کہ دی روز ازل ترغیب دانی
گریبان صبح کو بخشا دیا دامن بیاں کو
سنا تھا سانپ آئی بہن نظر برسات میں کٹر
میں آیا برساتان برسوں کی کھار لہجہ بھان

غزلیات تصنیف ہر چند سرحدی

کشتہ تیغ نگہ دیدہ فتان نے کیا
چاہیے ہر کفن دامن مرگان محکو
کیا عجب گر ہو رگ جان سے فیتلہ آہ
داغ دل آتش غم سے ہیں چرخ افغان محکو
سنا ہر چند کہ برسات میں چلکین چلو
روسے کب آیا نظر چلو جان محکو

۱۵۷ میں مجھوں شک فاست و در غم زلف پشیمان
طوالت اونو شل انہر جو شہماں ہجران کو
پڑی لرزہ دینا غم کے سن کو وہ بیاں کو
جون رویہ ہول سے ہو بھاگتا تیرستان کو
اگر گلشن میں دیکھو اس سرور چرخ افغان کو
جھکا سوزی ہو سر بہا سرور گلستان کو
عجب قسمت ہی چشم روزی یو ارا یوان کی
محل میں کرتے نظارہ ہیں ہر دم میں جان کو
بدی کرنے سے دنیا ہی رہی دنیا میں شکر
کہ لغت آج تک ہر اک بشر کرتا ہے شیطان کو
کروں جو دردی نالہ فلک بھی مل کر کاہ
زمین کو مثل ہے زلزلہ کو وہ بیاں کو
یہ وہ کالی ملاج دیکھتے ہی جان چکا
غلطی مار کا گناہ تری پس لہجہ بھان کو

تغزلیات تصنیف ناسخ لکھنوی	تغزلیات تصنیف ہر چند سرودھی
<p>ہم ای جراح برسون روئیوں کو بونستہ نہ سی ہے خدا ظالم دہان خشم خندان ہزاروں صد مد جانکاہ ہیں پرین نہیں تا کہوں اب اب میوان غلبت شہاں چرخان شرباری دکھایا بعد مدت میری روئیوں اگر ایسا پہ سیل ہشک زدو یا زندان کو مقابل اوس پری کی سوتہ ہی پروا نہی کہ میری جوش نے پیچھے رکھا تحت سلیمان خدا خالق نے کی پیدا جو تیری پاؤں کے طہر بنایا میری تلوون کر لیے خار میلان کو دکھا کر وہ سہی قامت خانی باہند کہنا کیا شمشاد سی پید انداز شاخ مر جان کو نہ کیونکہ چشم مست ناز خوش ہو میری روئیوں کناسخ دوست رکھا سیراک بخوار باران کو</p>	<p>اودا کرتا رہے تاشکر ہر دم تیغ قاتل کا آہی سے زبان میری دہان خشم خندان کو ورازی روز محشر کی ہوا دسکریستے کو تہ نہ صبح وصل کی ہوگی شبت تاریک چرخان کو رہائی اور کسی صورت نہیں آئی نظر جھکو تو ہی ای چشم تر سہا کر دیوار زندان کو میری رشک پری کو دکھنا گریہ میں آگے پرستان میں پھر رہنا پسند ہوتا سلیمان جنون عشق گلرو میں بھیجھو اور دی ہے رگ گل کی طرح سمجھ نہ کیوں خار میلان کو خاک رنگ سی رنگین کیا ہی شک خوین نے تو رنگ شاخ مرگان سہی غلبت شاخ مر جان کو دو عالم کو ڈوباد ہی ایک سیل شک سی خیر نہ ہم شہی چشم تر سہی میرے ابر باران کو</p>
<p>۱۱ وہا آج حقیقت پر کروں اب عشق بازی کو بجائے نروبان سمجھا ہوں میں عشق مجازی کو یست جان لگا ہی اب جو بازی کا طفلان میں ولا تو جانتا ہی کھیل شاید عشق بازی کو سہوئی اقلیم غوبان میں یہ قدیم رخ دینی سکندر روحوں بچھا ہی اب وہاں آئینہ سازی کو</p>	<p>کوئی اب سیکھ لے ہسی طریق عشق بازی کو حقیقت پر تفوق ہے میری عشق مجازی کو ای نادان مجھو اس کی آئینہ سازی کو کما مافو نہ طفل شک رکھ کر یہ سی شغل خاک بازی کو صفائی دیکھتے آئینہ زانو کی گریز سے عالم دلی نہ کرتی ترک کیوں آئینہ سازی کو</p>

غزلات تصنیف تاسخ لکھنوی

بیان کیا ہو سکی عمر روان کی مجھ سے جلا کی
کہ اس تو سن سے لگا کر نہ تری دہائی کو
ایک لادل مرفوج تمنا کی مقابل ہے
اکہی کیجیو تو فتحیاب اس مرد غازی کو
ہمیشہ ہاتھ میں رکھنا ہر زلف یا کوشا
ذرا دیکھو تو او سکی دست کوتہ کی دازی کو
کہاں تھا ای تو ہمو رباغ ناز برداری
خدا کرتا ہر شہ مندہ ہماری بے نیازی کو
نہر خیمہ جو ہر اسے قائم طبعو باغ عالم میں
نہ کیونکر فنا کساری سہوہ پے سرفازی کو
وضو ہی ہاتھ دھونا جان سجده ہر سر گشتا
طریق عشق میں ہے فتنہ گدہ مسجد نمازی کو
اور تباؤن ابھی دریا غم سہوہ اگر چاہے
میں کشتی جانشاہوں بار کی تیغ جہازی کو
بخت و کیفتا ہی ماہ کنعان بکلوئی تاسخ
دیاد دل میں نے جیسو ایک محبوب جہازی کو

سجادی آہ لی شہب کو سہوہ تیز رفتاری
کہ اسب برق بھی ہو چو نہ او سکی ترک تازی کو
لگ بین دل پہ صد زخم کاری تیغ جہازی
شہادت کسطح حاصل ہو اس مرد غازی کو
شب ہجران کی طولانی بیان کیا جہازی کو
کہ کچھ رتبہ بین ہر روز عشر کی درازی کو
نیاسی طاق ابروئے صنم محراب کعبہ کی
کرین ہم سر جھکا سجده مذا کی بے نیازی کو
جو ہو آزاد کوئی باغ ہستی میں تعلق سے
کیون ای قمر یون سر وہو چو سرفازی کو
نماز اب مردم دیدہ پڑھی محراب ہرین
وضو ہی آب شہک تر سے اس مرد نمازی کو
تیری تیغ نگہ میں سہوہ جو ہر زخم کاری کا
کیا پر آب حسرت ہنس شمشیر جہازی کو
مری اس مطرب نالہ کو صوت خوش گلوئی
کیا بے قدر ہر چند نغمہ سنجان جہازی کو

مرگ عیسیٰ ہے تری چشم کی بیارون کو
گور آزادی ہے زلفون کی گرفتارون کو
نازور فشار سے پاتی ہے صدر روحی ہارون
گردہ خاک شفا ہی ترے بیارون کو

زندگی بھاتی ہنن ہر کے بیارون کو
دی اجل آکے چٹانم کے گرفتارون کو
خفتہ بختی پہ مری خندہ زن ہر دوزخ مال
خواب کب آئے نقب ہجر کے بیارون کو

غزلیات تصنیف ناسخ لکھنوی	غزلیات تصنیف ہر خند سرحدی
کب سبکدوش رہی قید سے زندانِ وطن بوی گل بچا ندتی ہر باغ کی دیواروں کو وحشی نرگس جادو ہوں جو باغ میں آہو کر لین مژگان مری تلووں کو بھی خان ہوں وہ سرگشتہ کہ تاثیر مری قدموں کی آسیا دم میں بنا دیتی ہو کساروں کو کافر عشق ہوں حاجت نہیں ناری کی ہے یار قبیح مبارک رہی دینداروں کو ہم بغل یار سے وہ موت سی ہیں ہم غمخوار کیا خبر میری شب وصال کی بیداروں کو جوش خون میری رگ جان تین تہ قاتل تشنگی آج ہر شائد تری سو فاروں کو ای صنم عہد میں تیرے یہ ہوا کفر غیر کہ رگ جان کا ملامتہ زنا روں کو + کیا پیو گردش افلاک سے جو ہیں غمخوار کام کیونکر نہ پھر سان سے تلواروں کو دھیان آیا جو مجھے زمزمہ پردازی کا رہ گئی مرغ چمن کھول کے منقاروں کو ہجر میں گرم ہے اوس داغ سے ہلو میرا جس سے لگا نہیں دینے کے بھی نگاروں کو	چھوٹا قید جنوں سے نہوای گریہ چشم سیل شکون سے بازندان کی دیواروں کو رخ گلرہ پہ اگر آیا ہے خط کیا ہے عجب گل گلشن سے مدار منا ہنواروں کو مر مر آہ سے ہے چرخ کو جسک ہر دم کیون نہ برباد کرے دم میں وہ کساروں کو کون ایسا ہے جو اوس بت پہ نہ لگا پیا جیہ سیائی خم ابرو میں سے دینداروں کو رات بھر چرخ یہ ہے چشم کھلی تاروں کا خواب آتا ہے کمان دیدہ بیداروں کو ہو دل انگار جو اوس تیر کمان ابرو کا زخم پر ہے مری خندیدگی سو فاروں کو طوق گردن کا مجھے ہو گیا ہے حلقہ بے توڑ کر پھینک ندوں کے طرح زنا روں کو اہل جرات بھی غمخوار کھتے ہیں کم طرفوں سے پیام سے کام سدا رہتا ہے تلواروں کو غمہ سخی جو کرے محن چمن میں گلرہ بلبلین توڑیں نہ کیوں شرم سے منقاروں کو چرخ پر ہو پنچہ گریہ میری ہوا دم سرد شعلہ سحر کرے تاروں کے نگاروں کو

غزلیات تصنیف ناسخ لکھنوی	غزلیات تصنیف ہر چند سرحدی
جو ضعیفوں کو ستا بیگا سزا پائے گا آپ دکھ پاتے ہیں جو روندتے ہیں رو کو پاک کر آپ کو ناسخ عرق فحلت سے انفعال اپنا شفاعت ہی گندگاروں کو	کیا پت عشق سے گلہ کی ہوئے ہیں بیار لا غری جسم پہ ظاہر ہوئی ہے خار و کو یہ عشوہ کی رکھی ہاتھ میں قاتل حریف قتل کرتا ہے وہ الفت کی گندگاروں کو
قطع کرانا تو انی میں عصا سے راہ کو گراوٹھا سکتا بنگ کسہ باہر گاہ کو بست کیا پستی میں ہوں کھڑے ہیں جہت بند جاننا تھا نروبان عرش یوسف جاہ کو کیا کسی ناچیز کو ناچیز بھین ہسم بھلا آنکھ پر رکھتے ہیں اکثر وقت حاجت گاہ کو جو دلی ہیں بھی کرتے ہیں جھوٹا ہلک اس ذات پر فلک دیتا ہے خرم باہ کو کچھ تو ان روزوں رسائی یا اثر پیدا ہوا واہ وہ کرنے لگا ہے سنکے سیری آہ کو کیا حدی چاک ہوتے ہیں بگڑا نند صبح دیکھ کر تابان کسی کے آفتاب جاہ کو ٹھوکرین کھاؤ کو جلے طور پر اب کیوں کلیم دیکھ پائے ہر منہ تیری تجلی گاہ کو پست جہت سے پتیا ہے کوئی مان نخل زرد سے اہل جہان لیتے ہیں آب جاہ کو	کماش ان مہ رو ہوتا ہے عرق سے راہ کو اوسکی پاسے فیض سر سبزی ملا ہر گاہ کو قبر میں کوئی نہ پہچانے گا ہر ایک شاہ کون لہتا ہے بان سناٹا مال جاہ کو کیا عجب گر سوز دل سے ہو گیا جان شوق ایک دم بھر میں جلا دیتا ہے شعلہ گاہ کو اک نظر دیکھیں تجلی کیا رخ پر نور کی نور مینائی کمان ہے چشم مہرواہ کو ساتھ اوسکو کوئی دم میں جان بھی جاگل ہے نکلنا جو دل مخزون سے ہر دم آہ کو گردش گردوں سی کب قائم رہی کچھ پر ہو ترقی و تنزل بہت تاب جاہ کو رکھتی ہے نور نظر کب دیکھ او چشم ملال دیکھے گی کیا حسن کی تیزی تجلی گاہ کو اس لب نشہ کو اہس سگر چہ سیرانی ہنو چھوڑا ہی پر نہیں جاہ ذقن کی جاہ کو

غزلیات تصنیف ناسح لکھنؤ می	غزلیات تصنیف ہرچند سر دھنی
<p>شاخ گل پر ہی بزم گلی وہ طفل فرسودہ نکست گل کہتے ہیں ہم گرد باز بگاہ کو + بھیجی ہو حورین بھی ہیں غلمان بھی ہیں فرنگ و تہن ترک کرتا ہوں میں زائد پیش خاطر خواہ کو نقش پاسی محتسب پائے نہ زردی کی سرخ میرے ملے کر باہر لازم یہ سکہ کی راہ کو نہیں بھانپے میں ہیں مصروف جو غمناک جانتے ہیں تنک شاہ چرخ کی خرگاہ کو ہیں زمانے میں جو بدکارا و سہو ہر گدگاہ جاتا ہوں شیر اس محراب میں ہر وہاہ کو ہے خرابات جہاں بیٹا م فیض ہر فروش مستی سے ہوتی ہی کیساں گدا و شاہ کو ہے برابر سا لکون کو اسفل و اعلیٰ سے راہ راہ رو کرتے ہیں ملے پست و بلند راہ کو دھونڈتے سر بھی نہیں ملتی خدا کی گراہ چاہتا ہوں اندون ایسی بت گمراہ کو حلقہ آغوش سے اوس طفل نے جب کی گزیر تیر میں سمجھا بس اوسکی قاست کو تاہ کو گر غرض ناچیز سے نکلی اوسے کچھ غریہ پیانے آغوش میں لیتا ہی نہ تھا کو</p>	<p>کھیلنے اوس میں پھر شیفی سے ہیں طفلان شگ کتب دیدہ بنایا ہے جو باز بگاہ کو دوستو رکھ دینا میری قبر میں تصویر ساز چشم نگران تاکہ دیکھے صورت و نواہ کو کب بگرو یوں کو ہو صحرانوردی سی کسل ملے کر ہی ایک مہا پست و بلند راہ کو کب کسی نے نہ سی لیتے ہیں مدد عالی و قار بے ستون استادگی ہے چرخ کی خرگاہ کو چشم نقان صنم کو یاد ہیں صہ با قریب اس غزال چشم سے رتبہ نہیں بواہ کو دیکھے حق نے کیا کیا عالی رتبہ عشق کا پاپہ اوسکی سر جھکاتا ہے گدا و شاہ کو اس عصاب سے آہ کو لیلو نگا اپنی ہاتھ میں ملے کرو گنا منزل جہان کی دم میں راہ کو دل سے بھولی یاد رب دشمن ہوئی سلام یار جو چنے بنایا اوس بت گمراہ کو مثل پروانہ جلاتا ہے دل عاشق سدا شمع ہی ہے سرفرازی اوس قدر کو تاہ کو کیا عجب جو کھینچ لایا کسہ یا پٹی طرہ کر دیا بے قدر میری لا غری نے گاہ کو</p>

غزلیات تصنیف تاسخ لکھنوی	غزلیات تصنیف ہر چند سر دھنی
<p>کیون ہمارے حال سے رہا ہی غافل ہے ہم اپنی بند و ن سے کبھی غفلت نہیں اُٹھ کو شل سطر آجاتی ہے زیر قدم زلف دراز کیسے کلک اس طفل تیری قامت کوتاہ کو ہوں میں ایسا رحم کو قابل کہ گنبد کی طرح آہ کرتا ہے فلک بھی سنکے میری آہ کو + آدمی کو بتلائے حرص کو دیتی ہے عقل جانتے ہیں ملک اطفال بازی گاہ کو عشق جب وارد ہوا کی عقل نے اوس گاہ کو ایک بادیکھا کرتے شیر اور رباہ کو + ہے دعا مانع بھلا دی یاد سے بھکو مٹم یاد کرتا ہوں اگر بھولے سے بھی اُٹھ کو</p>	<p>اوس بت بے میر کی اک بات بھی سچی ہو منتہین کر جھوٹی دیتا ہے دعا اُٹھ کو فکر سے خامہ کی ہو شعر زمین کو اوج چرخ کیا بلندی حق نے غشی اس قدر کوتاہ کو کر دیا ہے سونے اوس کی ہلا کر دلو خاک سینہ میں ہنسنے چھپایا تھا بوشعلہ آہ کو دیکھ لے اوج چشم ہر گل کی بہار رنگ بو گلشن دنیا بنا یا ہے تماشا گاہ کو اوس سے عاجز غیر دل ایڑ پوئے ہیں مانگ یاد ہزاروں مکر میں اس چرخ کی رباہ کو آدمی حورو پری دیو و ملک جو جگہ تین سر جھکا سجدہ کو یں ہر چند در اُٹھ کو</p>

غزل یک	روایت ۵ نمبر ۱۳	ابیات ۹
<p>ہیں اشک مری آنکھوں میں قلم سے زیادہ ہیں داغ مری سینہ میں انجم سے زیادہ سو مری کرتا ہے اشاری میں وہ تین ہر لطف خموشی میں تکلم سے زیادہ جز صبر دلا چارہ نہیں عشق بتان میں کرتے ہیں مہ ظلم اور قلم سے زیادہ</p>	<p>۹ ہر چشم غم مہرو میں قلم سے زیادہ اور اشک بھری اوس میں ہیں انجم سے زیادہ ہے بار سخن ایسے ہیں لب بار کے تارک پھر کس طرح ہو ربط تکلم سے زیادہ کیا حال ہوا دسکا کہ کسے ظلم وہ جبر ہر رحم بھی اوس کا تو ظلم سے زیادہ</p>	

غزلیات تصنیف ناسخ لکھنوی	غزلیات تصنیف ہر چند سرودھنی
بیٹھائے مین سو مرتبہ مین مر کے جیا ہوں	عیسائی کی طرح اس دل مردہ کو بیاہیں
بے فاضل بنیا مجھے تم سے زیادہ	نالے مین اثر رکھتے ہیں ہم تم سے زیادہ
بھر جاوے اگر بادہ سوہان ہونے نہ کروں میں	شش خم نہ کروں مین اک برام کر ساقی
مے خواری مین ہے طرف مرا تم سے زیادہ	اک دم ہی مین سے پتیا ہوں دو خم سے زیادہ
ہر نہر چین بحر مین از در سے ہے افزون	ہر چور سیہ از در دیکھے ہی سے جان بجا
ہر گل ہے مری جان کو کز دم سے زیادہ	ہے نیش زنی ابرو کی کز دم سے زیادہ
سو قفس سے افزون ہر پر پر و تری قنار	ٹھوکر مین تری پاؤں کی ہے قفس کا عام
پاؤں کی صدا لاکھ ترنم سے زیادہ	خطخال کی ہے صوت ترنم سے زیادہ
مکلفیت تکلف سے کیا عشق نے آزاد	آہن کی طرح سخت ہے دل یار کا گرہ
موتے مر شوریدہ ہیں قائم سے زیادہ	پر نرم شکم رکھتا ہے قائم سے زیادہ
معتشوق سے امید و فار کھتے ہونا سخ	ہر چند نہ کیوں حسن پرشیدائی ہو بلبل
بادان کوئی دنیا مین نہیں تم سے زیادہ	خوبی گل گلشن مین نہیں تم سے زیادہ

غزلیات ۴۳	روایف می مبسر ۱۳	ابیات ۶۱۶
خیال یار دل مین شادمان ہے	۱۵	خفا ہے وہ نہ مجھے شادمان ہے
نہیں ہے غم جو نظرون سے نہاں		ہوا دل خاک جل سوز نہاں ہے
سی مالیدہ لب پر رنگ پاں ہے		گو آتش گون لبون پر رنگ پاں ہے
تاشابہ ہے آتش و خان ہے		سی کے رنگ سیرا و مٹتا دخان ہے
لصویر سیم تن کا دل مین ہے گنج		لون بوسہ او سکی رخسارون کا گنج
خیال مار کا گل پاسبان ہے		خطر ہے خالی کا دان پاسبان ہے

غزلیات تصنیف ناسخ لکھنوی	غزلیات تصنیف مہرِ سید حسنی
<p>تکلم ہی فقط ہے اوس صغر کا خدا کی طرح گویا پیرِ دہان ہے کردن نامے ہوئی آخر شب وصل طلوع صبح سے وقت اذان ہے سراپا ہوں غمِ فرقت سرِ مین برد مراقبہ مثل شاخِ زعفران ہے نقابِ اولیٰ گلِ عارضِ سحر آد گلِ خورشید کی بھی اب خزان ہے نقور ہے جو اک خورشیدِ رو کا کرہ دل کا مثال آسمان ہے نہ کیوں اوس شمعِ رو کے گرد ہوا کہ فائوس خیالی آسمان ہے ہمنا کوئے جانان کاش پہنچا کہ نامہ ہے مراجعِ استخوان ہے ستارے جھڑتے ہیں جو کفشِ پاک زمینِ فیضِ قدم سے آسمان ہے دہانِ سگِ مین سے مانند شعل بیسوزان میرا ہر اک استخوان ہے خیالِ زلفت مین نالانِ بیجودل نہانِ اژدہا آتشِ فشان ہے</p>	<p>جو سوہو تا کچھ بچوں طاہر نہوتا ہوا کب جسمِ مین پیدا دہان ہے سے گویا سحرِ تن مین مودن نغان درودِ دل بانگِ اذان ہے دہانِ زخم کو ہو کیوں نہ خند ملا صبرِ مین شاید زعفران ہے برنگِ گل نہ دلمین پھولِ مگر ہمارا نوجوانی کو خندان ہے جوان و طفل سب مین یکے شاک ستار کیا یہ سپرِ آسمان ہے کہ مین مہِ رو کی دیکھی گردشِ شمع ہو خود رفتہ پھرے جو آسمان ہے لکھا لاغرتی کا حال خطِ مین برنگِ سطرِ ہر اک استخوان ہے ہمال ہے نعلِ کفشِ یاسے مرد زمین پر جلوہ گر کیا آسمان ہے رکھوں ہوں سوزِ دلمین شمعِ رو کا برنگِ شمعِ روشن استخوان ہے چڑھائی کیلئے ہے پھولِ بیل مری تربت پہ شمعِ گلِ فشان ہے</p>

غزلیات تصنیف: ہزار گنج لکھنوی	غزلیات تصنیف: ہر چند سرحدی
<p>بزرگ طائر رنگ خامون کف پائے حسینان آسمان ہے غزل اک اور پڑھے ان میں ہیں کہ سب مشتاق بزم دوستان ہے</p>	<p>جو گلر و پر ہے شیدا بلیل دل تو شاخ ابروان پر شہدیاں ہے فلک بھی بن گیا ہر چند دشمن خلل انداز بزم دوستان ہے</p>
<p>ہمارا ہر نفس اک بادیاں ہے روانہ کشتی معسر روان ہے ابھی ہر چند وہ بت نوجوان ہے سفید او سکا مگر مو کے میان ہے سعر آتش گل کا دھوان ہے کہ مونہ پر گیسوے بتر نشان ہے تن خاکی میں قدرانی نہان ہے زمین جیسے حجاب آسمان ہے نقصور میں ہے جو روئے غرقاں ہے بجائے دل بھل میں عطر دان ہے دہن بے غنجہ گلزار فردوس کہ اک عالم کی نظروں سے نہان ہے کردن کیا احتیاط جسم خاکی غبارِ اوسن عسر روان ہے نقصور میں ہے اک انگلیا کی چڑیا نہ دل کھنکھاک کا اب آستان ہے</p>	<p>جہاں عسر کا کب بادیاں ہے سواے دم سے ہی ہر دم روان ہے وہ یار اپنا حسین و نوجوان ہے سے بار ناف بھی نازک میان ہے فلک دو دواہ کا میرے دھوان ہے شر سے اس کے خورشعل نشان ہے وہ سوز غم مرے دل میں نہان ہے کہ ہر داغ آفتاب آسمان ہے نہ کیوں ہو شکو مضمون ہر شہر مرا یہ غنچے دل عطر دان ہے ہے قاصد سب لکھا خط میں ظار زبانی کیا کمون راز نہان ہے کرے جو ابر کی بھی آبر و خاک وہ دریا آب اشکوں سے روان ہے جو دھیان ہے طائر رنگ خدا کا دل پر خون میں او سکا آستان ہے</p>

غزلیات تصنیف ناسخ لکھنوی

کیا ہے آگ سے مچھلی کو پیا
یہ اعجاز کف زنگین عیان ہے
ز بس واژوں پر اپنا کو کب سخت
زمین اوپر ہے بچہ آسمان ہے
بجز احمد مرا مدوح ناسخ
و گر نذر امام انس جان ہے

کہوں کیا حسن صافی کی صفائی
کہ پشت پا پر عکس رویان ہے
سبہ بختی کا میرے رونما ہو
کہ ادسکا آئینہ یہ آسمان ہے
ہوا ہر چند درد دل بھی بے در
کہ دل پر گئی عیبین جان ہے

۹ یہ چشم زار ہے حرکت پرین مین ہے
سب چکو جانتے ہیں کہ مردہ کفن مین ہے
فرقت قبول رشک کی صدمے نہیں قبول
کیا آئین ہم رقیب تری انجمن مین ہے
آتا ہے لب کو شکوہ داغ فراق کیا
جائے زبان زبان آتش دہن مین ہے
میں بے نصیب محبت جانان سے ایک ہم
پروانہ بزم مین ہے تو بلبل عین مین ہے
آنکھیں ہوئیں سفید ترے انتظار مین
ہر شب یہ چاندنی مرے بیت الحزن مین ہے
بن جائیں عطردان کیوں گوش مین
خوشبو نسیم خلد کی تیرے سخن مین ہے
مرہم کی بٹی بنتی ہے بقی حیلان کی
سورکش یہ آج تک مری دلخ کن مین ہے

ڈھونڈو نہ لاش اور جو کب پرین مین ہے
صرف از برای نام یہ مردہ کفن مین ہے
کب سوز ہے شعلہ نشان داغ سینہ مین
روشن بلا قاتل چراغ انجمن مین ہے
سنگین دلوں کو زب قیام وطن سے ہو
دندان کو ہر دقار کہ عبتک مین مین ہے
زب و صفائی ایسی گل یا سن مین ہے
جو آب و تاب اس گل رشک مین مین ہے
آ کی ہنسی نہ دیکھ کے دیوار قفسہ
شادی کو دخل کب مری میت الحزن مین ہے
شیرینی کلام کی کس مونہ سے بات ہو
مثل نبات ذائقہ ہر اک سخن مین ہے
وہ رشک ماہ نوجوان مجھ سے کیا جدا
یا مہر گوہی مری چرخ کن مین ہے

<p>غزلیات تصنیف ہر خدیو سہوختی دست نظری تاب کیا ادب پر ٹھہر سکے پیر تاب مثل برقی صفائی بدن میں ہے لوح جبین کا لکھا ہو ہر خدیو چھپ گیا ہرگز نہ علم غیب کسی برہمن میں ہے</p>	<p>غزلیات تصنیف ناسخ لکھنوی سونا سو گند کیون نہ اکون شجاوای بری رنگ سے بندھی او سپہ بخوشبو بدن میں ہے دونوں کا کر چکا ہوں میں نے ناسخ اتھان سید میں مہر ہونہ وفا برہمن میں ہے</p>
<p>۲۵ شمع وکی لو میں داغ دل چراغ خانہ ہے اضطراب درد پہلو صورت پروانہ ہے آسمان میری نظریں صورت خم خانہ ہے مے تو ہے رنگ شفق خورشید اک پیمانہ ہے ایک شعلہ رو پہ اپنا دل ہوا دیوانہ ہے انگڑین داغ جگر اور سینہ آتش خانہ ہے مردم دیدہ شراب اشک سی مستانہ ہے ساقیا ہکو ہاری چشم کا پیمانہ ہے حن میں پیدا ہو زبوشمع رنج بانانہ ہے بزم سینہ میں طپان دل صورت پروانہ ہے دیکھ کر یہ مردم دیدہ جسے مستانہ ہے چشم میگون او سلی گویا بھر اپانہ ہے ہاتھ مسد کا کر مر دیکھ کر آیا خیال نچہ خورشید کیا موٹے کمر کو شانہ ہے کیا وظیفہ میں ہر زاہد کو خیال قصہ بار ہاتھ میں تسبیح کا قصہ ان ہو گیا ہر داستانہ ہے</p>	<p>کونسا خورشید آج اپنا چراغ خانہ ہے بزم میں با ہم جوم ذرہ د پروانہ ہے دل خیال چشم مست یا رسے میخانہ ہے داغ سودا جو نظر آتا ہے اک پیمانہ ہے اون لبوں کی یاد میں داغ دل دیوانہ ہے آتش یا قوت سر روشن چراغ خانہ ہے ابر ہے میر چمن ہی ساقی مستانہ ہے ہر طرف کو خندہ برق و گل دیوانہ ہے دل مرا فانیوس شمع عارض جانانہ ہے روح قالب میں نہیں ہر بزم میں پروانہ ہے باعث گریہ خیال ز گس مستانہ ہے دل مرا اینا حرم ہے چشم تر پیمانہ ہے نور رخسار صنم سے اور مژدہ کی عکس سے شانہ تھا سو آئینہ ہے آئینہ سونانہ ہے کرتی ہیں محروم رحمت ہی عبادت کا شانہ منبر کیا باران سے ہر تسبیح کا جو دانہ ہے</p>

غزلیات تصنیف ناسخ لکھنوی	غزلیات تصنیف ہر چند سر دھنی
بال سلجھا تار ہی وہ دست خنائی میری جو آج پنچہ مرجان دلا اون گیسو ونگی شانہ ہی بجو ماحست ہی کبوتر کی نہ قاصد کی تلاش یا میرا شمع ہے نامہ مرا پروانہ ہے جان دیکر جاؤں گا اندھین جنت کی طرح جان کا خواہاں جو دربان در جانانہ ہے ریخ اوٹھا کر بھاگتا ہی پھر بھلا دیتا ہنر تو شمع ہی تو لے شکر دل مرا پروانہ ہے بید بخون میری تربت پر بہا بویا جو خشم استخوان سونگھا مرا جس گتے وہ دیوانہ کیا فقط مجھ کو غم دنیا سی آزادی ملی چھٹ گیا تکلیف دینے سے بھی جو دیوانہ سر خوشی ممکن نہیں جتنا چھلکے جام عمر یہ خرابات جہان ہی دور میں سچا نہ ہے گور و کالے ہوتے ہیں یک رنگ لکڑیاں سہری ہوتا ہی جیسے خاک میں جو دانہ ہے نام سر سبز ہی چسکا بوستان دہر میں اے نہال آرزو وہ سبزہ بیگا نہ ہے رات دن جو ہے تصور گیسو و شبنم کا پنچہ خورشید بھی اک آہنوسی شانہ ہے	کر دیا تار گر جان او سے ایجان تار تا پنچہ مژگان کا تیز ہے کیا ستم کشا ہے ایک شب دیکھا تھا میرا بزم میں سوزِ فکر جیسے عشرت کھا کے جلتا شمع پر پروانہ ہے برق لا یا نامہ ہے شانہ مگن آئینہ ہی ولیم میرے جو خیال خندہ جانانہ ہی شعر و کی سوز میں ہم جیتے جی جلتے ہیں جان گذاری میں مری ہمسر کہاں پروانہ داسن صحرائے او سکوا چاہیے زنجیر پا قاتل زندان نہ میرا یہ دل دیوانہ ہے آئینہ کو یہ سمجھو عالم حیرت میں ہے تکلیف یہ یار کا مونہ حسن پر دیوانہ ہے ہم نشین رکھتے ہیں اپنا یار سنگین دل بت پرستی کی لیے کب حاجت میخانہ ہے ریشک کھا کر اٹک گویا ہر سے پرچہ شبنم لعل لب کی کان کا دیکھا کہیں دانہ ہے اس چمن میں آشنائی کب گل بلب سے ہو جو نظر آتا ہے ہمو سبزہ بیگانہ ہے کھولتا ہے دیکھیں کیوں فکر عقدہ سو گم سوشگانی میں بت چالاک گرچہ شانہ ہے

<p>غزلیات تصنیف نامح لکھنوی</p> <p>آتش داغ جدائی کے جو مضمون ہیں تمام شمس پر ہے مکتوب مرغ نامہ پر پروا ہے محو ایسی خائے رنگین میں مہمان ہو کر یہ نہیں ثابت کسی پر کون صاحب خانہ ہے ہر کسی نے کی فریب دوستی میں دشمنی میری شمع قہر پر موج ہوا پروا ہے آج کل ایسی جبینہ شعل ہے ہلکوی چہرہ ہے اور آئینہ ہر زلف ہے اور شانہ جاسے آئینہ ہے گل آئینہ ترا لوجہ اور عوف شانہ کی لکڑی استخوان شانہ ہے محفل عیش جہان کا ہر دلا کیا اعتماد نشہ سے خواب آواز غنا افسانہ ہے اپنی کاموں میں ہوشنول تم ایسی غلو اسکی باتوں پر نہ جاؤ تاخ اک دیوانہ</p>	<p>غزلیات تصنیف ہر چند سر دھنی</p> <p>جب قلم نے حال اکھا شمع رو کے سوز کا شمع سان خانہ جہان کا فہر پر پروا ہے خس کی ٹٹی میں پلکا و شکاف ہے آپاں مردم دیدہ کو چشموں سے نیا خس خانہ ہے صورت سرو چراغان داغ ہا کی تن ہے جان تھامی کر لیے یہ دل مرا پروا ہے قابل آراستگی ادس رشاک گل کاخ نہیں زلف نبیل کو نہ ہرگز احتیاج شانہ ہے زلف چچان کا جو ہر دم جسم میں ہوتا جہان بیخہ مرگان مرا زلفون کو تیری شانہ ہے ایسا اس عشق مستگار نے کیا رسوا ہیں جا بجا بسکی زبان پر تیرا ہی افسانہ ہے پھر تو ہم اپنی زمانے کی سلیمان کیوں نہیں اک پر پروا ہے ہر چند دل ملا دیوانہ ہے</p>
<p>۱۵</p> <p>بزرگ آئینہ نظارہ سر حیران زمانا ہے دہان مار کا کل میں کھی اوٹکی کھون میں نا ہے جو آیا ہے بیان شہر عدم سے لوٹ کر جائے سدا اس منزل ہستی کا یوں ہیں گار خانہ ہے کری ہے تیرے مرگان سے نہ زخمی ہو انون کو کمان ابروان پر تیرے کو چلہ پرا نا ہے</p>	<p>۱۵</p> <p>پیر بردیر سے اس سوچ میں سارا زمانا ہے دہان مار میں ہیں انت یا زلفون میں نا ہے بگڑتے جاتے ہیں لاکھوں ہزاروں تیرے جاہز جہان میں تمدن جاری خدا کا کارخانہ ہے نزد و تشبیہ تیغ ابرو سے نمدار جانان کو کہ ماہ نو تو اک اوترا ہوا اذنا پرا نا ہے</p>

<p>غزلیات تصنیف ناسخ لکھنوی چراغ و شمع کیا لاجام دنیا سے ملے گلگون مری تربت پہ ساقی ابر سمت شایا ناہی ہوا سائل جو اگر جان مارا وہیں اوسکو اگر بندوق کا اس اہل دولت کی خواہا ہی ہوا ہون زد درنج بحر میں نا توان الیا کہ شاخ زعفران میں مرغ جان کا اشیانا ہی کہیں ہے فوق بلبل شاخ گل بہت جاننا کہ اس میں طائر زنگ حنا کا اشیانا ہے میان ہم سے میں ساقی سب سے عشرت ہی کہ دور جام رقص اور قلقل میان ناہی کوئی دل گر نہ دو دل مکدر تو غنیمت ہی ہوا کو ایک آن آخر غبار اپنا اور ناہی حقارت سے نظر کرتے ہو کیا چاکہ گریبان کو نہ سمجھو نفاسی ہم عشق یازون کا یہ بانا ہی پچھادی توڑ کر شیشون کو ساقی میری بستر ہی شب فرقت ہی مجھ کو بیکلی میں تملانا ہی فلک کی ناکہ بندی میں نگل خیر میں کی بہار گلشن ایجاد کو اک روز جانا ہے جہان تا نفس تو نا گیا میدان سینو سے دہان تو سن عمر و ان کا یہ دہانا ہی</p>	<p>غزلیات تصنیف ہر چند ہر دھنی عجب ہر نقش کاری خامہ نقاشی ستاروں کی یارین فلک کا شامیانا ہے بزرگ چشم گریان رات دن کب اوسکو بخشی اگر چہ پاس اپنی رکھتا فوارہ خزانہ ہے کہیں صیاد بچا سنہ دم میں اپنی جی میں کہ مرغ دل کا شاخ زلف میں جو شایا ہی نیکون باغ دہن ہو ترانہ سنچ چون بلبل زبان کی شاخ پر مرغ سخن کا اشیانا ہے سنون کب نغمہ مطرب ہر دم درد و لسی رگ جان خرم میں تے نوازی کا ترانہ ہے کوسلی کوئی دن میں سب نشان قبر کو یاد کہ اوسکی خاک ہر دم دشت مصر کو اور ناہی جو خوباب جگر دیکھو بھرا ہی چشم گریان میں نہ سمجھو شک چشم عاشقان کا یہ بہانا ہی عجب کیا ہی کلیجہ سینہ سے سوختہ کو چلا آوے کہ درد دل کی چینی سے جی کو تملانا ہی نہو عہد جوانی پر نواہی رشک میں ناہی بہار گل کو اسکی تو خزان آتی ہے جانا ہی فلک پر لکشان نہ کیا تو سمجھا شمس و دل دہان ابلق گردون کا یہ زین دہانا ہے</p>
--	---

غزلیات تصنیف ناسخ لکھنوی	غزلیات تصنیف ہرچند سر دھنی
تراجمی دکھانا ای معلّم طفل بد خو کو ہماری توسن عمر روان کو تازیانا ہے پریر و رشک کی جا ہی لیک گا جا کی حور وں سے کوئی دم میں تر ناسخ سو سے جنت آنا	نکیون سپ بہا ربانغ کو ہو گرم جولانی دم باد خزان کا او سکی حق میں تازیانا ہے بھر و سادہ کر آنیکانہ رکھہ ہرچند اکدم کو چلا جائے دم آخر کہ یہ ہر دم روانا ہے
اجل سر پر کھڑی ہے خواب غفلت کا زانا ۱۳ چھپر کٹ کر عوض لازم خیاری کا بنانا ہے دکھا دیتا ہے کافور سحر روز آستان سب کو ولیکن غافل اپنی غسل میت سوزانا ہے میں ہوں وہ مردہ کی کس میری قبر کو ادب نبی ہی برق جھارا بر رحمت شامیانہ ہے خط عارض پہ رہتی ہے نظر آئینے میں او سکی مقرر آہوان چشم کو سبزہ چرانا ہے جو مالک گنج زر کا ہو بجا ہی سرکشی او سکی کہ نو آریکو دکھیا پاس پانی کا خزانہ ہے چھپا یا ہے جو موہ پر وی میں تازی پری ہے کفن میں ہلو اب ساری جہاں سے کچھ چھپا جدا ہوتا نہیں زیر زمین بھی جو مری سر سے زرد داغ جنون شایہ کہ قارون کا خزانہ ہے نصور روز رہتا ہے ہزار صاف جامان کا ہمارا خانہ دل اب تو آئینے کا خانہ ہے	نہ یکسان اک طریقہ پر یہ نیرنگ زبانا ہے نیا رنگ رات دن نیرنگیوں سی ہی بنانا ہے وفاق اتفاق و مہر الفت کب کسی کو ہو صد بغض و عداوت سی بھراسا زبانا ہے مواہون عشق میں شک تفرکی دکھی تک تنا ترست یہ میرے چاندنی کا شامیانہ ہے یہ اندیشہ ہی گر جائے چہ غیب کی جو کر میں کہ قیل مست دل کو سبزہ خط میں چرا نا ہے نہ پردہ گنج قارون سی ہی آسے تیغ کی جھکو زرد داغوں سی میرا سیٹھ سوزان خزانہ ہے کری پردہ دری کیونکر نہ دست شوق لالہ ہے غضب ہی بزم خلوت میں جو تھکو چھپا شہ مہتاب گردون کو زرد دولت ہوئی حائل کہ رکھتا ہے زر خالص ستاروں سی خزانہ ہے ہوادرنخشی میں ہے پنجہ شرکان کف جام دراشکون سی خانہ چشم کا دولت کھانا ہے

غزلیات تصنیف ناسخ لکھنوی	غزلیات تصنیف ہر چند سرحدی
<p>نکلتا ہی جو ہر گل نہ دیکھت گلزار عالم میں خدا جانے زمین میں دفن یہ کسا خزانہ ہی نہی اسے جوش بدستی بہت ترغیب گستاخی نجات یار ہی ہوگی کبھی تو ہوش آنا ہے اشارہ آمد و رفت نفس کا ہے یہی ہر دم بن میں دم جو آیا ہے مقرر او سکوا جانا ہی رکھا ہی ہاتھ شفقت کی کب او نہ ہو سکتا ہی اوس اب آتش زنگ حیات دل جلا نا ہے کمی ہوتی ہنہ نقہ سخن کی یاں کبھی ناسخ ازل سے اپنی قابو میں معافی کا خزانہ ہی</p>	<p>خدا رسیم تن پر حلقہ زنگ مار کا کل ہے کہ زخاروں کو لےج حسن کا سمجھا خزانہ ہی ہوئی جب حالت نزع کما حسرت یوں دل کوئی دم میں یہ دم جاتا ہی کتب مکا آنا ہی کہو اسے جان چھوٹے طرح تیرا مجھ سے ملنا ہی نہ تیرا یاں پہ آنا ہی نہ میرا دان پہ جانا ہی چراغ داغ دلو اب رگیاں ہو کیوں نہ جو لو میں شمع وکی شمع دل جلا نا ہی نہو کیوں مثل قارون غرہ او سکوا الدرا ہی شہ گاشن کو ہر چند جو زر گل سے خزانہ ہی</p>
<p>۸ میرے عشرت کی کوئی جام جو بھرتیا ہے آسمان او سکا وہین کا نہ سر لیتا ہی قتل آنکھوں کی سیاہی ہو جو کر لیتا ہی کار شمشیر پر سے وہ مگر لیتا ہے ہاں جب قبر میں لاشہ بھی او تر لیتا ہی تب وہ بیمار محبت کی خبر لیتا ہے غیر کا کچھ نہ ملے گرنہ دشمن اپنا چوب دستی کو شجر ہی سے تر لیتا ہی حشر کرتا ہی ہوا پچھلے پہر سے شب وصل دم چھری نیچو کہاں مرغ سحر لیتا ہی</p>	<p>اشک غم چشم میں پر وانی بھی بھرتیا ہی شمع کا بزم میں گلگیر جو سر لیتا ہے حسن کا سودا زرخاں سودہ کر لیتا ہی نقد دلا وہین بیعانا مگر لیتا ہے پھا ہا زخون سے مرے جبکہ او تر لیتا ہی جب رفوز خم کی وہ آکے خبر لیتا ہے باغبان نخل مراغ میں بالاتو نے ہاتھ میں کاٹنے کو کیوں تو تر لیتا ہی شایق دید ہے کیا حسن رخ مہ رو کا مہر سے آئینہ جو نور سحر لیتا ہے</p>

<p>غزلیات تصنیف ہر چند سر و حتی ظلم صیاد سے پرواز کی اسید بنین وہ پکڑتے ہی پرو بال کتر لیتا ہے گرم جوشی اوس ہر دم سے رقیبوں سے اور سانس ٹھنڈی دل بیتاب ادھر لیتا ہے ہکس رخ سے ہر چند وہین تجھ سے گل آئینہ ہاتھ میں جب وہ گل تر لیتا ہے</p>	<p>غزلیات تصنیف تاخ لکھنوی سول لیتا ہوں کیو تر چپے نامہ بری بیچنے والا پرو بال کتر لیتا ہے پھر گیا ہے اودھراو لٹا کوئی آرتے سانس اولٹی دل بیتاب ادھر لیتا ہے خچہ و گل نظر آتے ہیں ہم اسے تاخ ہاتھ میں شیشہ اگر وہ گل تر لیتا ہے</p>
<p>۱۰ تیرہ غنیمت میں میرے کون بیان ثانی ہے اک قلم سیاہی سے لکھتا خط پشانی ہے بخدا ہی بت بے پر سے ملت ہسکو عشق کا فرمیں ہیں ترک سلطانی ہے آہوے چشم کی کیا ناز و اداجانی ہے دیکھ کر شیریںستان جسے قربانی ہے خجمن جان کو اک دم میں جلادیتا ہے آتشیں تیغ نگہ کا ترس کیا ثانی ہے کیا ہی لورانی ہے اوس شک قمر کی صورت دیکھ کر مسد کو آئینہ سان چیرانی ہے رہتی ہیں غم میں پر ہی رو کو گریان داد اشک سے تسبیح سلیمانی ہے کیون نہ یوسف سے کرے شوق غلامی کا میر حسن کے دلدار کو سلطانی ہے</p>	<p>دہرین غرق گنہ کون مرثانی ہے سوج سے چکچک بجائے خط پشانی ہے لشکر مورچہ ہو خط گرہ گیر شکن ہر بری چہرہ کو دعوائے سلطانی ہے نور کا نام شبہ مار جدائی میں بنین جوستار اسی سواک دیدہ قربانی ہے جسم جان سے میری حال آپس میں دیکھنا چشمہ خورشید میں بھی پانی ہے لٹکی لگ گئی صین سمیت ہوا موٹھ مثل آئینہ بیان عالم حیرانی ہے سوز غم سے بنین ہر گز دل بیتاب کوئی اک سیلاب کو اور زنگ سلیمانی ہے اسقدر کر گئی پرواز زمانے سے تیند کہ ہر اک تاج فروشن افسر سلطانی ہے</p>

<p>غزلیات تصنیف ہر چند سرودھنی قاتلہ دیکھ ذرا اپنی نظر سے او سکو جسم خج کی میری زخم پہ قسریانی ہے اب رگ جان سے کیوں سلسلہ غنائی ہے عشق دلبرین طبیعت میری دیوانی ہے حسن مہر ہے جو شب تاری ترہ چہرہ مہ کی اب جمع نوا صورت نورانی ہے</p>	<p>غزلیات تصنیف ناسخ لکھنوی کام بیشنگ کرتی ہے جس قتل میں جو ہر تیغ و بان دیدہ قسریانی ہے گور زخموں سے دھاپوں عوض چادر کے تھامین دیوانہ مری روح بھی دیوانی ہے کم شب مہر شب تار نہیں ہے ناسخ اب تصور میں جو وہ چہرہ نورانی ہے</p>
<p>۱۴ ہوش داغ جگر گود میں نقش خیر ہے اشک کی پانی سے لیکن چشم تر بر خیر ہے شہسوار حسن کا اسپا گم بس تیر ہے دیکھ لو اور گردن جھٹکنا اوس ہیر ہے مالہ دور دیکر ہر دم یہ شور انگیر ہے ہر گھر می شب کی ہماری روزستا خیر ہے نشہ اوسکا کیوں خار غم نہ لاسے کہایتا باد اس خم خانہ دنیا کی درد آخیر ہے ہر پتہ وقت کی یاری اجازت دے دیکھ شریت غناب لب کا اس میں کیا پرہیز ہے خسرو مستاب کی جاگیر میں سیر لاکہ چرخ مہر سحر خورشید کی پاس اوسکی دست آور ہے فیض عسل لعل لب سے طبلہ مشک ہر جا کا کل موجوں کا بھی ہر بال غنیر ہے</p>	<p>فرقت ساقی میں خم تور طوفان خیر ہے کشتے سے کیا سفینہ عمر کا لہر ہے + تیری نوک اور خار غم دیکھیں کیسی تیر ہے تو سن عمر روان کو حامت مہر ہے دشت دل بے طرح مسال شور انگیر ہے و شیو نور و زہریا روزستا خیر ہے نغمہ دم محفل عشرت میں ساقی مجھے اشک خون آلود اور افغان رد تیر ہے ہو تجھے جس خیز کی خواہش لاوہ ہر سفر جو کہ مستحق بیانی سوا سے پرہیز ہے کیون تقاضا کر رہا ہے اس قدر دیدار کا کیا یہ بیفیا کہتے ہیں دست آور ہے کیا عجب غنیر اگر نجاسے سارا موم شمع آج محفل میں کسی کی زلف غنیر ہے</p>

غزلیات تصنیف ناسخ لکھنوی	غزلیات تصنیف ہرچند سرحدی
<p>دست رو سے دبیم لعلی بن کا تیغ ہم اپنا قتل آرزو میں نام اب چنگیز ہے وصل کی شب کو برابر صبح کا دیکھا شفق ہمغان میدان میں گلگوں سے لکڑی بند ہوئے بادۂ عشرت سے خالی رست بھرتی ہوئے آج کیونکر جام میری عسکر لبریز ہے رسم اولیٰ دیکھنا دیوانہ میں سپر ہوا وہ پری اب عازم صحرائِ وحشت خیر ہے کو بہن کوئی بحقیقت اپنی سر سے کام تھا کوہ پر تیشا لگا دیکھا کہ کیسا تیز ہے کون ہے اس طفل کو فرقت میں جکڑنے والا سود و الو کی صدا اک آہ دروآئیر ہے رونے میں آیا جو یاد اس طفل کا رونا بھیجے چشم ترین ہو وہ طفل شک طوفان خیر ہے جیسے ہی وہ طفل غائب ہو گیا سودا بھیجے یاد اون منت کو طوقوں کی جنوں لگی ہوئے غیر تعجب چھوڑتے ہیں سرعبث فرما دے تو اگر شیریں ہے تو ناسخ ترا میری ہے</p>	<p>وقت غصہ ماہر ہوتا ہے یرغ فلک خور کر آگے جون سما وان رتبہ چنگیز ہے ایک سرپٹ میں کرے کیونکہ جولاں گشت برق سے بھی تیز رو یہ آہ کا شہد تیز ہے دھیان شورا انگیز دل میں لب شیریں کا ہی آب حسرت سے لب جانک دہن لبریز ہے بحر گلشن میں کہیں لیل جاؤدوب تو یہ نسیم موج دمک گل تو طوفان خیر ہے لعل معنی کو نکالے کوہ دل سے کھود کر نوک خامہ شیشہ فرما دے بھی تیز ہے جوش گرمی سے کیوں آنکھوں میں لے لے لے آب اشکوں کا میری دیکھو کہ خون آئیر ہے سرو قد کر روئے گلگون پر نہ سجھو سبز خط خوشنما صحن چین میں سبزہ نو خیر ہے دشت دل بعد بردن بھی رہی صحرانورد جون بگولہ افاق بسر اپنی غبار انگیز ہے کیونکہ نہ ہرچند رتبہ شیریں سخن کا بند شوق سے ہر شخص شہید اس کی جون دیو ہے</p>
<p>روشن جو عکس رخ سے یہ جام تملب ہی گنتے ہیں دست ماہ میں اب قباب ہی</p>	<p>۱۵ بے ساقی شیبہ میں لہ جام شراب ہی روزِ حشر کا جلوہ نما آفتاب ہی</p>

غزلیات تصنیف ناسخ لکھنوی	غزلیات تصنیف ہر چند سر دھنی
ماثیر گلرخون کی تصور کی دیکھنا	ہنگام گریہ جو رخ رشک گل کا دھینا
لخت جگر جو گل ہے تو آتش گلاب ہے	اشکون ہی چشم تر مری حوٹن گلاب ہے
بے یار بنتی ہے جو ہوا پاک چاک دل	شبنم کی قطرے کب ہیں رخ گل پہ پہلو
ساقی یہ ہے شراب کہ خجس کی آب ہے	گلرو کی اشک من سے یہ غرق آب ہے
حیرت سی ہے طلسم جہان دیکھ کر مجھے	کیا عشق گلاب دن میں لگی او سکی آنکھ ہے
یارب مرا خیال یہ ہے یا کہ خواب ہے	ایتک نہ بیسے دیدہ نرگس میں خواب ہے
کاٹی جو کر رہے ہیں غریبوں سے کاوشین	مجنون نکل کے شہر سے جنگل میں بسا
اس ظلم سے ہر ایک بیابان خراب ہے	کیا اس دیا عشق کا خانہ خراب ہے
گھٹنے لگے ہیں زخم ملے بوسہ کس قدر	جسم کہ سیمبر کے لیے بوسہ پئے پئے
قاتل سے جسے شکر کے دن یہ حساب ہے	بولا کہ یہ معاملہ کیا بے حساب ہے
ایسا جنون میں رو کے کہ دریا بنا ہوتا	قشہ لہی کی اولٹی ہی قسمت ملتا ہے
زنجیر موج آباء پا جہاب ہے	دریا میں دیکھو داؤ گون جام حیات ہے
آخروان ہی حسن بیان زندگی تمام	ہی سوز غم سے او سکی گل آفتاب زرد
پیری میں اپنے یار کا عید شباب ہے	گلرو کے من پر وہ بہار شباب ہے
ہم میکشون کو غم نہیں مرنے کا محتسب	مستانہ کیون نہ مجھوتا ہے فلک علی
فردوس میں بھی سنتے ہیں ہنر شراب ہے	رنگ شفق سے ساقیا پیتا شراب ہے
زلفون کو قطع کر کہ یہ ہیں دشمن جہان	ہمراہ جنازہ کے چلو پڑھتے پر ہزار
ساپون کے قتل کرنے میں ظالم تو اب ہے	کرنے کے بعد قتل یہ فرض و ثواب ہے
بوسہ کی طرح پہنچ ہی لاؤں گا دیکھنا	اوس سیمبر سے آنکھ لگا کر کے رت جگا
ظالم مرا خیال زنجیر کا خواب ہے	چشمون فرسونا کا کبھی دیکھنا خواب ہے

<p>غزلیات تصنیف ہر چند سرودھنی گلچین جو توڑتا ہے گلون کو بہار میں بلبل کا شور عجب سی سینہ کباب ہی ہی در میان معلقہ کا کل عذاریار یا سنبہ میں جلوہ نما آفتاب ہے گو یا چھپا ہی شام کو رنگ شفق میں مہر رخ پر جو رشک ماہ کے رنگین نقاب ہے ہر چند رخ پر نہ رو کے مٹنے ہی گوئیہ وہا جدول کشیدہ حسن کی ام الکتاب ہی</p>	<p>غزلیات تصنیف ناسخ لکھنوی اوس ست فی جہ کی سوے دریا گاہ گرم پانی ہوا شراب تو ماہی کیا ہے آباد دل میں ہر غم اندوہ کا جہان سینہ فلک ہی داغ فراق آفتاب میں کسو ہمارے یا کو نظارہ کی ہے تاب خورشید جھکو کہتے ہیں اوسکی نقاب ہی ہی عشق اوسکی روی کتابی سے بس مجھے ناسخ جو شوق صاحب ام الکتاب ہی</p>
<p>یار بن بندوق کی آواز صورت ساز ہے مرغ دل مجروح ہوا یک طاقت پرواز ہے پڑھ سیکھا گیا کتاب عشق ای در دیگر حامی بسم اللہ کی الفت آہ سے آواز ہے کیا کمان ابرو کی چشم سرگین کا خیال بے سبب کب یہ لب سو فار بے آواز ہے خط کبوتر لکھا لایا نہیں اتنا جواب خوف ہی شاہین جسم یار صیاد انداز ہے مثل تودہ کیون نہو یا شیک لخت ل اوس کمان ابرو کا ترک چشم تیر انداز ہے کس طرح نسبت دہان گلبدن کے دولہا ہے دیکھ لے بلبل کہ ہو نہ غنچہ کا بے آواز ہے</p>	<p>ہم قیصر اس باغ کی کیسی ہوا ناساز ہے طائر رنگ چمن تک مائل پرواز ہے بیشتر سبزے کو ہوتی ہی نہو بالاسے چاہ ہی بیا خط کا زخمدان پر اگر آواز ہے ہیں روانہ کوئی قاتل کو عدم سر قافلے سہلون کی چکیوں میں ننگ کی آواز ہے آسمان پر دل فرشتوں کے ملے جاتی ہیں آج یہ زمین پر پاؤں رکھنے کا نیا انداز ہے کچھ رقیبوں کی عداوت ہی نہیں شہت بھی مالہ برق انداز ہے اور آہ تیر انداز ہے دم نکلتا ہے مراہر عاشق و معشوق پر گل میں تیر از گل بلبل میں تری آواز ہے</p>

<p>غزلیات تصنیف ہر خدیو و مہتری کس طرح دردِ جگر سے رقصِ تابی ہو دماغِ غم سے مرغِ دل طاؤسِ تیش باز ہے قاصدِ کیا یا رکو لکھون غمِ جانِ تیرا کابلِ تحریر کو مٹی کے نہ دلِ کارا ہے مرغِ آتشِ خوار جل جائے جو ہو دیوانہ آتشینِ حرفوں کا ہر نقطہ شہرِ انداز ہے چشمِ صیدِ افگنِ جو اوس کی مرغِ ولس باغ کا نچے نرگانِ بزرگِ نچے شہباز ہے سستی و مغبونِ مردہ تھے کہ زندہ کر دیے خاصہ میں ہر خدیو میرے عیسوی اعجاز ہے</p>	<p>غزلیات تصنیف ناسخ لکھنوی فصل گل ہے چار دن ایامِ تو بہِ بزمِ ام عمرِ سحرِ ایک شو بابِ اجابتِ بار ہے بسکوا آنکھوں نے کبھی دیکھا نہ کا لونِ سنا ہر دہانِ تنگ اوس کا اور اپنا راز ہے ابر ہے اوس ابرِ رحمت کی سواری کا غبار رعد بھی اوس کی جلو میں ایک برقِ انداز ہے اگر گیا ہی کون صبا و آج گلگشتِ جہن دیدہ بلبلِ مین ہر گلِ چنگِ شہباز ہے چونک اوتھو خوابِ لحد سے سنکیری غزل شاعری ہرگز نہیں ناسخ فقط اعجاز ہے</p>
<p>۱۸ رقصِ سین اوس کو ادا سی بس خرامِ تازی درازِ سی کی لیے باد و بھری آواز ہے اوس تاز و حسن کا طرفہِ خسروِ نامِ تاز ہے پاؤں پر طاؤسِ بستانِ جسکے مرزا تازی دیکھو لے مطرب یہ دردِ جگر کا اعجاز ہے پردہ و لہینِ نقانِ سر ساز بن آواز ہے دل چھپا کا کل میں کس باد سے چھپا یہ راز ہے کہ نہیں سکتی زبانِ شانہ بے آواز ہے آتشین لب کو سیاہ کر دیتی ہر مثلِ دھان کیا سی کی خاک میں دیکھو بھرا اعجاز ہے</p>	<p>۱۸ شعر لکھنے میں جو یاد اوس کا خرامِ تاز ہے کھلک میں جا مگر صریح ابھور کی آواز ہے نور افشانِ ہندو اوس کا خرامِ تاز ہے چادرِ مستاب گو یا فرشِ پانما تاز ہے بات جو میری سچا کی ہے اک اعجاز ہے جان آجائے تنِ زبانِ مین آواز ہے جوشِ سودا میں بھی پوشیدہ اپنا راز ہے مثلِ زلف یا ریانِ زخربے آواز ہے اوس سہی قد کو خرا مان دیکھو کہتی ہر خلق سر و پتیا پر یہ دیکھو حسن کا اعجاز ہے</p>

غزلیات تصنیف ہر چند سر و دھنی
 دل بھنسا ہر پنج بین زلف تیان حسن ک
 کب سر سو ہو رہا ئی چنگل شہباز ہے
 ہو گل خوردن بین خندان شام کو پھر وہ
 قدرت اوس باغبان کا طرفہ یہ اعجاز ہے
 اگر قدم سر کے نہ ہرگز سر کے تو کیا ہوا
 تیغ ابرو کو جھکائے سر کہ جو سر باز ہے
 دیکھ کر آئینہ زانو جو حیران دل ہوا
 سو زانو سرنگون ہر عاشق جان باز ہے
 انتظار ہی ایک مدت سے نہ آیا کالج حسن
 دیکھیں کب آئے در دیدہ ہمارا بازی
 نقد دلو ہمارا کب سر کی بازی دی لگا
 بازی کیا غیتین گرو دیسا رچو سر باز ہے
 آتشین رو ہو جو بزم رقص میں نغمہ سرا
 اہل محفل کے جامین دل شعلہ آواز ہے
 کس سی آلودہ گل رو کے وہ کی وصف ہو
 جو زبان سوسن کو سونہ میں ہو بولی آواز ہے
 حاجت قاصد ندین وہ یار پر ہو بچائے خط
 سیر مرغ آہ دلو بے پروں پر واز ہے
 طائر رنگ خاک دیکھیے انداز کو +
 چمکے شوخی سے ہوائی بال پر پرواز ہے

غزلیات تصنیف ناسخ لکھنوی
 چھوٹ کر اوڑ جا کر اب کیونکر نہ دست یاز
 طائر رنگ منا کو چنگل شہباز ہے
 کر دیا تھا صطرح موسیٰ نے پانی کو لٹو
 خون ہوئی میرے یہ ہجر یار کا اعجاز ہے
 نابہ کیا ڈھونڈتا پھر تا ہی کعبہ کی کلید
 آدریخانہ مثل باب قویہ باز ہے
 جب لگا دی آگ غم نے رقص بھو محالی
 یہ دل پرداغ کیا طائوس تش باز ہے
 سوچ ہی صبیہ کو تر لے گیا ہی خط شوق
 کوئی جاناں میں قریب اپنا کیو تر باز ہے
 مثل محو انتظار سیل نعم میں رات دن
 چار جانب گرد ویراٹ دل باز ہے
 سستی ہی سرب جانے لگتی ہیں جوائیاں
 نعرہ صوفی بھی گویا پند کی آواز ہے
 شرگین نکھیں ہزاروں لکٹی ہیں خاک میں
 جو زبان ہر خارجی محراب میں بے آواز ہے
 لکھنے میں اوڑنے میں اطراف جانیں اپنی
 طائر معنی کو کاغذ شہر پر واز ہے
 اوڑ جیلا تھلائی ہو ترے کیا رنگ چین
 گل کو بھی ہونگ گل اک شہر پر واز ہے

۱۷۸

غزلیات تصنیف ہر چند سر دھنی	غزلیات تصنیف ناسخ لکھنوی
<p>ہو گیا دم ساز ہر اک استخوان ہی در در دل جو بزرنگ نر کے دیتا دم بدم آواز ہے غنج دل اپنا کب یان پر کھلے گاشل گل اس چمن کی بلبلو ہسکو ہونا سانس ہے خوت دلیں رکھ نہ ہر چند اپنی عمانو کاچ سفرت جرمون کی ہوگی باب قویہ بازی</p>	<p>جلوہ معشوق کے باعث ہیں لاشی آپ ہے آتش گل بلیون کا شعلہ آواز ہے دیکھہ آنکھوں سے اڑھاکر سیدہ ناز ہے گر صدائے غم ہے معشوق عاشق ساز ہے اڑھ گئی جیسے وہ فی ناسخ کو کتا ہون کیا آپ ہی شاید ہی آبی زند شا بد باز ہے</p>
<p>بزم خلوت میں یہ اپنا پار جو ہمدوش ہے حلقہ ماتم کعبورت حلقہ اغوش ہے تاب ہر کسکی جو دیکھے شمع و کسمن کو شمع روشن بزم میں فانیوں سے مدوش ہے کیا کسے حال پریشان میرا زلف یار سے وای قسمت یاں زبان شاد بھی خاموش ہے دشمن ہکونین ہے پانی نازک تکتری حیف ہی پاؤں کو ہر دم چستی پاؤں ہے شمع و کسکی آج کیا گلشن میں ہے جلوہ گری جو نظر آیا چراغ گل مجھے خاموش ہے آپ ہی جیسے لڑائی آنکھ با ہم ہو دو جا پھر لڑائی کو وہ کیوں طیار بدعت کوئی ہے ہو گیا ہی دلیں کس دست نگارین کا خیال خون تن میں مبری جو رنگ خا کا جو ہے</p>	<p>گو مڑا تا بوت یار و نکو د بال دوش ہے گور تو میرے لیے کھولے ہوئی اغوش ہے کیا چکتا ہے ترانہ ربدن سے یہ من ایک عالم کی گمان میں تو تمامی پوش ہے غوب بزم دہر میں اتھس زبانی کر چکے آج کل اپنا چراغ زندگی خاموش ہے پتھر خورشید کیا رہی پتھر پا کے حضور من میں خورشید ہی افزون تر ہی پاؤں ہے ہون میں وہ بیکس ہو کوئی نہ بھیر لومہ کر آدمی تو کیا چراغ گور تک خاموش ہے کھیل کہتا ہی فغان عاشق جان باز کو محو ایسا کھیل میں طفل بازی کوئی ہے مرگ کی سامان میان فضا کردیرین بالحوال تلوار پری یاں لہو کا جو ہے</p>

غزلیات تصنیف نامخ لکھنوی	غزلیات تصنیف ہر چند سرحدی
<p>چاند پر یہ خاک ہر یاو سکر تن پر ہی بھوت بدلی میں سورج ہی یا محبوب کسل پوش ہے عید ہر اک شب چلو ملکہ نشین ہم تم شراب آج وہ دن ہے کہ میخانہ نہیں فی شانوش ہے ہوں وہ میکش را تہ دن تہا ہوں لہر زہرا طائر جان تک بطور کی طرح ہوش ہے شل نامخ چاہی ہو ہوش ہو بیکر شراب اس خرابات کس میں جو کوئی ذی ہوش ہے</p>	<p>آئینہ گاہ گاہ گاہ بدین بہر تماشا باغ میں طفل غنچہ رقص کی خاطر جو جامہ پوش ہے نرگس سہمان نکیوں مخمور ہو دی ساقیا شب بھرا و سکو بادہ شبنم سی نوشاوش ہے جام می بھر کر تجھے کیونکر دی اسے مخمور حسن کب نگاہ مست سی ساقی کو تن کا ہوش ہے چشم میگون اپنی ساقی کی عجب برکعت ہے ساکتی ہے جسکو ہر چند ہوش بھی ہوش ہے</p>
<p>جب ملک گردش ہے او سکو اک جہان گردش میں ہے شل فانوس خیالی آسمان گردش میں ہے جو کہ ہیں صاحب سخن اک دم نہیں اونکو قرار ہر زبان بالقرن اگر مجریان گردش میں ہے ہوں میں پروردی میں محروم اور سب میں کیا ہے آسمان کی طرح جام میکشان گردش میں ہے تو وہ ماہ مسخر علی ہی کہ تیرے شوق میں دلتون سی اختر ہوں کا کاروان گردش میں ہے ہر قرارا لیا ہوا اس دور خط کو دیکھ کر بالہ شعلہ جوالہ سان گردش میں ہے کیا ہی مضمون غنچہ دور خط مشکین بار را تہ دن یا غنچہ نشان گردش میں ہے</p>	<p>۱۰ حیف ساری سز میں اور سب جہان گردش میں ہے کیا فقط جہان آسمان گردش میں ہے خامہ و کاغذ پھر گردش میں کب ارقم ہے سوختہ میں گردش ہی زبان کو اور بیان گردش میں ہے بعد مرنے کے بھی کب ملتی ہے یاں آلودگی پاکی بھوکری سرگردن کشان گردش میں ہے تو وہ لیلی پہنے کتیری جبت جو میں شل قفس جذکر جنگل میں دلکا کاروان گردش میں ہے چشم کی چٹوں کی گردش جب سی آئی ہے نظر ہوش لاپنا نگاہ یا رسان گردش میں ہے کیوں یہ شانہ محبت کا کل سی گردان گردش میں ہے اوسو گیسوی غنچہ نشان گردش میں ہے</p>

غزلیات تصنیف ناسخ لکھنوی	غزلیات تصنیف ہر چند سرودھنی
ہر طلب میں دشت دشت آوارہ مثل گرد باد بعد مردن بھی غبار عاشقان گردش میں ہے سعی سے فارغ نہیں ہر چند ہو سک پہل میں ہو دین لبریز نعمت و زبان گردش میں ہے ہوں وہ گزشتہ کہ میرے عکس کی تاثیر سے امینہ آٹھون پر گرداب سان گردش میں ہے یقین پر ناسخ گزشتہ کی ویرانی کا اسی طرح سنگ آستان کش میں ہے	کیون نہ مرنے پر ہو اسی خاک گردش میں ہے ریت میں ہر رنگ روی عاشقان گردش میں ہے خوان دنیا کی کمان نعمت ملی ہے سعی سے وقت خود رونق نہ کر اندر یونان گردش میں ہے ایک دم اس بحر میں آلودہ کب موج و مہا کشتی بھی رہتی ہے یاں گرد ایسا گردش میں ہے گرچہ ہر چند قصہ گردون کو گردش میں ہے ایک سہ رو کا نہ سنگ ستار گردش میں ہے
جو غزل ہے او میں مضمون دل یاس ہے جو ورق ہے میری دیوان کا کفِ فسوس ہے روشنی دو لونگوں کی شمع سان مجوس ہے جو کٹوری تیری انگلیا کی وہ فناوس ہے گل جو ہو وہ تیری داغ عشق سی یاس ہے شاخ گلشن میں جو ہو گویا پر طاؤس ہے دستک مطرب تری غم میں کفِ فسوس ہے داغ حسرت سی لطمے صورت طاؤس ہے مجاہد پڑ گوشتہ دلین سی او گلشن کی پر آسمان نیلگون بھی جبین اک طاؤس ہے اس قدر میں نے ملی دست خنائی کر کے یاد خون سی فرقت میں رنگین کفِ فسوس ہے	پھونچی ہاتون تک تری کب بات لالہ لہر ہے پایاں غم کا ہولنا کفِ فسوس ہے شمع و کی ہمسری کے جرم پر مجوس ہے شمع روشن کر لیے زندان ہوا فناوس ہے بعد مردن دل ہمارا قص سی یاس ہے لوح پر مرقہ کی جا جا روئے طاؤس ہے جامے بویا رکھو اک کفِ فسوس ہے واسن دل داغ غم سی جاوے طاؤس ہے دلین رکھتا ہے تصور قص کبکناز کا عالم خنیاگری میں چرخ جو طاؤس ہے دیکھ پائے کیا کہیں دست خنائی یاد پنچہ مر جان ہوا جو اک کفِ فسوس ہے

غزلیات تصنیف ناسخ لکھنوی	غزلیات تصنیف ہر چند سرودھنی
<p>ایں سبایا و بان نالہ مری زنجیر کا دل میرا منت کی طوقون میں جان محبوس ہے قبر پر تعویذ اسکے نقش پا کا چاہیے بعد مرنے کو بھی ہمو حسرت پا بوس ہے بس مری دلین جگہ تیری یو خالی اترنم سینہ پر آشکرہ نالہ مرا ناقوس ہے کیا کروں شکوہ کہ روزن یکھکرو دیوار کا جاننا ہوں میں لگا لگا کان یہ جاسوس ہے جامہ ہے ہوتا نہیں بریز غیر از جام مسر آسمان میری نظریں میں یہ مکوس ہے فرش سے تا فرش روشن ہر حال تباہ شمع ہوں میں سوز غم ہی آسمان روشن ہے اوسکی بازی گاہ کا ہو یہ تن خاک غبار یا آہی مرغ جان جس طفل کا مانوس ہے خاک ہو جاتے ہیں وہ خاک میں لٹ کر کشتہ چار دن کوئی گداہی کوئی کیا مانوس ہے عشق نے جیسے کیا ہر فردین میں اتحاد اپنی مسجد میں ٹوڑن کی جگہ ناقوس ہے مچوڑ دی میرا گریبان نانہ رسوا ہو کوئی دست وخت یکسیکا پردہ ناموس ہے</p>	<p>ہوں وہ دیوانہ نیاست بھی مری توڑ دیوار کا شور محشر پاؤنگی زنجیر میں محبوس ہے سر لمبیدی وہ ہوئی ہے درد غم سیاہ کو پیر گردن سرسبز جیسا ہوا پا بوس ہے میکدہ میں پردہ ساتی قلقل مینا کا شور جسکو سنکر محسوس نالہ ناقوس ہے اوس پر پردی کرین ہم کسٹرم رستی میں خوف ہر دلین کہ سایہ ہماقہ جوان ہماقہ کس طرح بھرا وہیں روشن یو خالی مانتا ہر تعجب یہ کہ قندیل فلک مشکوس ہے صد بٹہ مصر کمان ہو دی چراغ آہ کو پردہ دل بنگیا اوسکی لیے فانوس ہے صورت طاؤس دل جو نقش داغ میں ہوا کیا عجب گزللف چھوڑ کے لیری مانوس ہے چرخ بالا کسٹم سے کوئی رخ سکتا نہیں دیکھ لے زیر زمین یاں فن کیا مانوس ہے صوت سنن تھانہ میں ہے وہ طفل بہن نالہ پر غم ہمارا صورت ناقوس ہے خوف کب جوش جنون میں کھنکھن سوا لگا واہن محاسن ہمو پردہ ناموس ہے</p>

<p>غزلیات تصنیف بر خیمه سر دهنی عالم فرقت ہو احبدن سی مرود کا نصیب شب بسر کرتا یہ رور و کردل مایوس ہے ہر تپ ہجران یہ ہر چند ہو دوا کی کشتنا یہ مرض میرا کمان محتاج جالینوس ہے</p>	<p>غزلیات تصنیف ناسخ لکھنوی وصل کا وعدہ کرین گے صبح صید تو وفا ہر شب فرقت بین بندہ رست سی یوس ہے وصل کر لکھتا ہے ناسخ درو عاشق کی دوا دل پہ چار اقبال تشخص جالینوس ہے</p>
<p>بعد مردن بھی طبیعت ہستدر چالاک ہے سو گر دن قبر کی اورتی ہو اس خاک ہے زیست تک آسودگی روئی زمین کپ لمی بعد مردن قبر میں آرام زیر خاک ہے عیب ہوئی دور در یاد دل سی ہوکتا نہیں جو تک پانی میں رہی پر خاصیت ناپاک ہے جموئی رفتار کیونکر موند او س مخواری ساقیا مہین میں دیکھ کعبہ و تاک ہے چشم کی بلبر کچا کب سر سے کا دبا لہ کچھ بر میر مرغ دل میا د کا فراق ہے آتشین خو کو منرا ملتی ہے بزم دہرین ناک کشتی ہے فیلہ کی جو آتش ناک ہے پر وہ عصمت نیکو کر حسن سے ہوتا زار واسن یوسف زینج سے ہوا یان چاک ہے آبرو ہو بنر ختون کو نہ در یاد دل سی کیون آب سی جامہ گل نیلو فری کا پاک ہے</p>	<p>توسن غم روان الیسا ہی گر چالاک ہے گردان برباد اک دن میری شست خاک ہے شغل رو نیکانہ چھوٹا مجھ سی بعد از مرگ گیا ابرسان دوش ہو اپر قطرہ نشان خاک ہے آئینی کو دوست رکھتی ہن جہان کے خوش تر دل ہو واجب صاف بس عالم سی چھلکا پاک ہے یاد ساقی میں ہوئی ہن دانہ زنجیر شک سایان مرگان ترک دار پشت ناک ہے یون نکالے حسرت دل صید گاہ عشق میں چنگل شاہین کو میں سمجھا ہی فراق ہے آگ سی جب تک سیکیں ہو کمان کیونکر درست حسن ابرو کے لیے وہ روی آتش ناک ہے دست صانع ہی مر مر حق میں ہوا دست جوت تن بزرگ غنی پیش از ہرن صد چاک ہے شست شو کو آب شبنم چاہیے تا آفتاب کون سی موجود جو آلودگی سے پاک ہے</p>

غزلیات تصنیف ناسخ لکھنوی	غزلیات تصنیف ہر چند سرحدی
<p> جسقدر نشان زیادہ اونہی ہر سرگشتگی ایک صورت پر ازل سے گردش افلاک ہر ساکن دل تو ہوا آنکھوں کو ترسانا ہر کیوں جسقدر دل منہ ہو ویسی نگہ بھی پاک ہر جلد پاتے ہیں مائی قیدیہ زندان عشق باڑہیں میری بڑی غنی ہی جو سفاک ہر داغ دل کے اب وہ شعلے ہیں کہ جھک سکتے پنجہ خورشید اکشت نفس و خاشاک ہر حسن یا رآلودگی سے پاک ہر تو کیا خطر ہے گواہ اشک روان اپنی نگہ بھی پاک ہر وسعت مشرب ہر تو زند و گنہ سے کیا ضرر دامن دریا ہزار آلودگی نہی پاک ہے اسفل و اعلیٰ جو ہیں بلحاظ رنگ سب خاک ہیں آسمان اس رتبہ عالی پر زیر خاک ہے پست تر کر نیکو گردن سب کو کرتا ہے بلند اشک کا آنکھوں میں اتادل سی ہر خاک ہر حسن ہو کیسا ہی پر ہوتا ہو بالا دست عشق ہر زلیخا کو جنوں اور حبیب یوسف چاک ہے ویرہیں تشبہ ان دونوں میں بیش بہا ہیں مریے تو ناپاک چشم مست جان پاک ہر </p>	<p> پست اوج چرخ کو صحرا نور دی فی کیا پاؤ کا چھالا مہارامہ سہرا فلاک ہے گو ہر شکنجہ سی میری خاک پامی آت ہے در دریا کی نہ ویسی آبروئے پاک ہے ہو کمان آبرو کی کیا تیر نظر کو آبرو کیا ہر خون ریزی میں تیر آہ دل بھانک خاک گل کو آبداری چہرہ گلر سے ہو سر کو قامت سے او سکی رتبہ خاشاک ہے خوب رویاں زل کو کب کدورت بقوسیب شوب کی حاجت نہیں ہے جامہ گل پاک ہے میرا سرور رکھتا ہر سر میں صفائی کا خیال پاؤں کب رکھی کہ فرش چاندنی ناپاک ہے مطبخ دنیا سی موزی نعمتیں کیا کھا سکے گنج پر گو مارے کھاتا ولیکن خاک ہے خاکساری چاہے مرنے سے پہلے زیست میں کیوں غرور زندگی ہر مرے ہونا خاک ہر کاوش دست جنوں سے ہو گریبان تار تار اور دامن قبا کی ہر گلی میں چاک ہے حسن صفائی کو میں او سکی کس سے نسبت بھلا چینی و بلور مر مر عاج سی بھی پاک ہے </p>

<p>غزلیات تصنیف ہر چند مرد و محنی حق نے کیا بخشی صفائی آبروئے آب کو ہر مکدر پارچہ پانی سے ہوتا پاک ہے چشم کی چشموں میں دیکھو تیرے ہیں طفل شک مردم آبی کمان اذکی طرح تیرا ہے سوزیوں کو کب بساط دہر سے خلعت ملی کیچلی کی حرف جسم مار پر پوشاک ہے سربہ ہوں پیکر شعلہ میں سوز عشق سے سبزہ افلاک برق آہ کا فاشاک ہے کون جو حسن پر غسل آئے دیکھے بحر نے موجوں کی کوسوں تک بٹھائی کی قتل کرنے میں نہیں جو تیغ قاتل کو تیغ تیغ قاتل او سکی ہے وہ آپ بھی سفاک ہے اس قدر نازک ہے وہ مہر جسے زیر قدم چادر متاب یکسر فرش آتش ناک ہے اہل امت ہیں مطیع ہر چند او سکی دیں گے حب کا قرآن میں لقب لکھا شہ لولاک ہے</p>	<p>غزلیات تصنیف ناسخ لکھنوی پاک ہو کیونکہ اپنی چشم کر کے کی نگاہ آب جیسے گزر جاتا ہے وہ شہ پاک ہے آج یہ بچہ کھلے ہیں معنی و اسباب ہر ستارہ میری جیسے اشک میں تیرا ہے سانپ جیسے کچلی ڈالے وہ یوں عریان ہوا جو صین ہے جسم پر او سکی عبث پوشاک ہے جلتے ہیں سودا کی میری گرمی بازار سے شعلہ نقش ہوں میں عالم عشق فاشاک ہے روح ہے جسم میں مشتاق اخبار اہل اسی لیے یہ آمد و رفت نفس کی ڈاک ہے قتل کر نیکو تو آخر گھر سے باہر آئیگا ہے دلا امید کی جا یا اگر سفاک ہے ڈر کر ماری صبح کا دیو سفید آنا نہیں کس قدر صورت شب فرقت کی رشت ناک ہے یہ نہوتا تو زمین شہر بھی ہوتی نہ خلق اسی لیے ناسخ جو مداح شہ لولاک ہے</p>
<p>کاش مر جاتی جو مینی سے رہائی ہوتی شکل عیسیٰ کی بنا موت تو آتی ہوتی فاتحہ کو جو میری قبہ پہ آتا وہ مسیح میں تو کیا زندہ ابھی ساری خدائی ہوتی</p>	<p>۸ مجاہد فرقت کی اسیری سے رہائی ہوتی کاش عیسیٰ کو جو قص موت ہی آتی ہوتی گزشتہ شمع تو معدوم ہیں سب پروانے تو نہوتا تو منہم کب یہ خدائی ہوتی</p>

<p>غزل گیارہم جھپٹتی ہوں کہ تیرے جسم پہ ہر خیمہ لہریں مستی تو پہاڑوں کی طرح لگائی ہوتی تیرے لہروں کو رکھتے ہر خیمہ کے لڑائی ہر دم وہیں انہیں سے کہیں آئینہ اپنی ہوتی غمزدہ آہ اگر وہ جسم اوڑھ لے گا اک دم شور مچتا کہ سب جاہل و سہیل ہوتی سایہ گر انور رنج غیرت پر کا پڑتا داغ آئینہ مس کی ہر جگہ لگائی ہوتی آتش غم جو پھڑکتی ہے ہر جگہ کہیں چشم تراشک کی اک پتہ لگائی ہوتی حسن تو صاف ہی آئینہ بد چہرہ پر ہوتا دلیں جو کچھ تھی کہ ورت ہو مٹا رہتی</p>	<p>غزلیات تھیں تارخ لکھنوی غیر سے کرتے ہوا برو کے اشاری ہر دم کبھی تلوار تو پیچھے بھی لگائی ہوتی اسکی ہر دم کی نصیحت سے میں تنگ آیا ہوں کاش نا صبح سے بھی اگر اپنی لڑائی ہوتی ہوں میں وہیت کہ سب اپنی ہی دشمن ہوتا غم عالم کی اگر اس میں سہیلی ہوتی خط کے آغاز میں تو مجھے ہوا صاف ٹوکا لطف تب تھا کہ صفائی میں صفائی ہوتی ابر رمت سے تو محروم رہی کشتہری کوئی بجلی ہی فلک تو نے گرائی ہوتی دھوئے کیوں اشک کر طوفان سے لڑتی سر نوشت اپنی ہی تارخ نے مٹائی ہوتی</p>
<p>یاد قمری کہ بدل قامت و اراد کی تھی سروستان کی شباب سے ہی چون ارکشی اپنے یوسف کا خریدار بنایا دل نے خواہش سیر کمان مصر کے بازار کی تھی شوق تھا جب بت بخوار کے نظارہ کا ہر طرف تاک لگی دیدہ بیدار کی تھی قصر دل برج فلک کی طرح پر نور ہوا مہ نقاد جو سایہ عری دیوار کی تھی</p>	<p>یہ فقط چاہ مجھے قامت دلدار کی تھی مثل منصور زمانے کو ہوس دار کی تھی ہر خریدار کو تھا مرتبہ موسائی آتش طوس سے گرمی تری بازار کی تھی جو تراخنہ دیوار نظر آتا تھا صاف تصویر مری دیدہ بیدار کی تھی تھا مجھے بال مہا بر پر گاہ دیوار چھانو جہن مری سر پر تری دیوار کی تھی</p>

<p>غزلیات تحفہ نایاب گنج گنج ہنرگر ان پوری دھندلی ہوا میں تھی آبلہ پانی کی دھندلے جیسے عمار کی تھی + چٹا لک دیکھ نہ تھی عارض گلگون کی بہار بلیل و لکھت گل گزار کی تھی + آتشیں اشک سی می لوش ہوئے مرد چشم آبرو پانی ہوئی دان خم خمار کی تھی خوبی شکل میں کیا اوس بت کافر کی کوں غارت صبر دل عابد دین دار کی تھی آتش یار نے اب اور کیے بیگانے جب رفیقوں میں تھی ہم قدر نہ غیار کی جب اوس عیانی فی ہاتھ میں انور می نص جو زبان گو یادہ مال دل ہمار کی تھی نیش عترب کا تھا صد میری دلبر چند جان ستان کیا ہی ادا ابروی خمدار کی</p>	<p>غزلیات تحفہ نایاب گنج گنج آتشا تھا دیکھی پانی نیک کاٹوں رہا رات دن دید مجھے گھر بچہ یار کا آواز جو دل لہ لہا ہوا خدا نے آتشا ہوا کوں بلی تھی آواز چو گویا کی تھی تھا تری زکریا ہنگام کی زمانہ ہست سدہ کسی رزم کہ کپ ہا ہوا خمار کی تھی چہرہ آتشگیرہ ابرو تھی میرا اب ہم گردن اگر ترے خم کا فردو ہوا کی تھی صلح نامہ چنگا تھی خواہ شاہ پہاڑ تھی چنگا چو کچ میرا ہوا غیار کی تھی ہو گیا سب خط او سکود و آواز اس سوا اور دو اکبادل ہمار کی تھی تھی نہ اسید رہائی کی دل ناخ کو لا کہ زخمی تری گیسوی خمدار کی تھی</p>
<p>۱۸ میان میں کرتیچے یہ ابرو سے خمدار کی چین سی جو ہرین اسین قاتل تلوار کی قرب میں ہن سر سیرو آتشیں خسار کی کس طرح پھر سیدھی ہوں ہو گیسوی خمدار کی کہا جکی وہ دلنے خال آتشیں خسار کی پر حلیں ہن دان پہ جاتی مرغ موسیقار کی</p>	<p>۱۸ شیخے میں شروع ابرو سے خمدار کی رون بھی لکھتے ہی جو ہر نیکی تلوار کی کیوں جلا سکے نہیں شعلے تری خسار کی سوچیں کیا بال سمندر گیسوی خمدار کے مکلی برقعہ پوشد ارے آتشیں خسار کے بالی میں روزن تھی کیا ستار موسیقار کی</p>

غزلیات تصنیف ناسخ لکھنوی	غزلیات تصنیف ہر چند سرحدی
دو قدم جسد ہم چلا خون ہو گئی دو چار کے	یہ تو اک دم میں کرین خون قاتلا دو چار کے
کیا تری رفتار سیکھی ہے چلن تلوار کے	کب ہی یہ ابرو کے جنبش وارہین تلوار کے
کیا خزان پس انگیرے گل خسار کے	چھاتیوں پر رہتی ہم کیونکر نگل خسار کے
بھول کھلائے نہیں ہرگز گلے کو بار کے	کاش گلہ رو کو جو ہوتے گلے گلے کو بار کے
اپنی روضی کی جو جالی بنے دیکھی بعد ہر	اسے پری ہو مگر کے اوپر میری ستارہ لو کا
یا دوسم آگے روزن تری دیوار کے	بہنیں جب ہم نیچے تیرے سایہ دیوار کے
اس قدر ہوں ناتوان ہرگز پہنچ سکتا ہن	عشق میں تیری ہوئی ہے آرزو اس شکل
دوڑتا ہوں میں جیسے سایہ دیوار کے	ہوں لحد میں زیر سر پھر تری دیوار کے
شام سو اوس ماہ تابان کا ہی بلکوتنظار	رات بھر روتی رہیں آنے نہ دین ہم خواب کے
کیون نہوں آنسو ستاری دیدہ بیدار کے	پاسبان طفل اشک ہیں دیدہ بیدار کے
سے پرستی میں جو آیات پرستی کا نیال	حسن طفل برہن کی چشم ہیں شتاق دیہ
نشہ کو دوری وہیں رشتی ہوئے زہار کے	کیا عجب تار نظر رشتے نہیں ہزار کے
مار ڈالا جان سے جس سے لڑائی توئی کھ	جان تن میں ہی نہیں باقی مری سدریق
ساقیا دوری تری آنکھوں میں ہیں تلوار کے	چشم وار کھتی ہیں کیوں جو ہر تری تلوار کے
آبدار اشعار سی تیغ زبان سے آبدار	آبداری کیا بیان ہو پانی ہو نہ میں آج بھر
گو ہر مضمون دلا جو ہر ہن اس تلوار کے	مانگتی پانی نہیں کشتی تری تلوار کے
ہی تو بہشتی ولیکن حرص ہی ہے میکشو	میکشو اب چھوڑ کر سبنا نہ مسجد کو جلیں
مثل سایہ گرد ہیں ہم خانہ خمار کے	تو بہ سحر تارک ہوئے ہیں خانہ خمار کے
میکدہ سی کس طرح مسجد کو جائیں زلہا	کیا عجب اوس عارض تلبان کی گزائے
پہنچ اوجھے ہیں ہمارے پانوں میں ستار کے	شعلہ جوالہ ہو دین پہنچ بھی ستار کے

غزلیات تصنیف ناسخ لکھنوی	غزلیات تصنیف ہر خند سر و مٹی
<p>نگے سر رنہ دے ناصح ہیں غیب داغ ستون شعلے بن جائینگے ساری بیج ابھی ہستار کے پھول چھریوں میں لگائے نہیں میری گل فروش داغ آتے ہیں نظریوں میری جسم زار کے کیا ہی امر مجھائی ہیں اوس خوش رشید رو کا داغ ہاے ہو گویا پھول ہیں گلزار کے ہوں باغ غیرت کے قاتل آب پیکان کی پو ترکرون اپنی لہو سے ہونٹھ میں ہفتار کے دشت غربت سے اگر گلزار کو جانا ہوا ناسخ اوس گل سے مجھ کرنے ہیں شکوہ خار کے</p>	<p>اب مری خوش جنوں کی سر بلندی ہو گئی پانوں میں زنجیر آسایج ہیں ہستار کے لاغرایا ہوں نہ کچھ جسم کو مرغ نظر استخوان عتقا صفت معدوم جسم زار کے بہل دل سو نگہ کار خوشبوز کیونکر ست ہو یہ گل جسم جگر گویا ہیں گل گلزار کے دل کشیدہ تیر سار کھتا ہے بار و برکان ہمزبان ہوں مجھ سے کیونکر میر تو لب ہفتار کے باغ میں اپنا نہیں ہر خند گروہ شکوہ گل چیرتے زخم جگر کو ہیں یہ شتر خار کے</p>
<p>دیکھنا شعلہ ہمارے نالہ فبگیر کے پر بنے ہیں صورت تیر شہاب اس تیر کے پانوں پر سر آ رہے ناتو فی سے جنوں پڑ گئے حلقے میری آنکھوں میں زنجیر کے خوف تیری تیغ ابرو کا ہی خونریز دنگوچی حلقہ چوٹن ہوئے جو ہر ہر اک شمشیر کے چشم کم سے خاکساری کی ہفتونو لکھو دیکھ یہ نہیں اشعار میری شمع ہیں اکسیر کے کرتے ہواہل زمین پر ظلم مثل آسمان نوجوانوں کے ہو کیا مرید اس پر کے</p>	<p>۱۹ عرش پر پہنچے ہیں جا کر نالہ فبگیر کے سینہ زخمی ہیں ہستاروں کے ہوا اس تیر کے جوش سودا سحر چلے سوتے میاں جہانگیر کے سر بسر نقش قدم حلقے ہی زنجیر کے کاٹ ہی ایسا لگی سر میں تو پہونچی پانوں کیا صفائی قتل میں صاف ہاتھ میں شمشیر کے سیر کے سوز سر کشتہ ہوا سپاہیوں کے خاک میں تربت پہ تو دے لگ گئی اکسیر کے کس طرح مسجد میں جائیں حق پرستی کی معتقد ہیں زاہد اہم اوس بت نبی کے</p>

غزلیات لطیفہ ہر چند سر دہنی	غزلیات لطیفہ ناسخ لکھنوی
<p>آجیو ان لینی اسکندر گیا ظلمات کو اہل شمت ہیں تلاشی صاحب تاثیر کی مین وہ گریاں ہوں کوئی نشاں گنج بند آنکھوں سے ہوں آنسو صری تصویر کے کوہ کن کی جان شیریں تلخ کامی ہیں کئی رہ گئی شیریں کی بھی البتہ بیوی شیر کی مرگشت استخوان ہیں خون بنیں نیکو دیکھ لے قاتل تو خنجر سے جگر کو چیر کے اک تری تیر مرہ سے سبکہ ہوں مجروح ہوں ہو سکی تیر شہاب ہمسرہ تیر و تبہ کی دیکھ کر جوش جنوں کو ہو گئے بعیرت زو چشم دار کہتے ہیں یوں ملتی مری زنجیر کے لوح پیشانی لکھی ہے غامضہ تقدیر نے کب شاکستہ ہے کوئی حرف اس تحریر کے چشم بیندہ ہو وقت و رخسار و خوں برق سے کمر نہیں جلوئی مری شمشیر کے دیکھا ہوں جوش سودا میں تپا ہے نگہ کو روزن دیوار بھی صلحہ ہے زنجیر کے اکشمین اوراق ہو جائیں لکھنوی سوز شعلہ سان جلجا میں لب کیونکر نہ کاغذ گبر کے</p>	<p>کسکو کہتے ہیں خدا جانی تجلی اسے کلیم صبا غصے کرتے ہیں مجھ پر آہ بے تاثیر کے سر سجدہ کیوں ہوں انسان بے کھیل ہیں ملا یک پوجنے والے تری تصویر کے موشکی کی نکلے حسرت کیا جوانی میں بھلا آنسو پی جاتے تھے ہم طفلی میں بدلتی ہر کے ہو چکی جب وصل کی شب میری یہ حالت ہوئی صبح بھی دوزخ کے گریبان صوری ہر کے میں وہ طائر ہوں سگائے تیر پر جو تیر گہ جائے پیکان آئین پر جانے سے اگر تیر کے ای جنوں سے بیعتی جی کے ہیں کون ہے مجھ میں جب تک دم رہا تو رہی زنجیر کے نقل کی ہے دفتر تقدیر کے دیوان میں کاتب تقدیر قاتل ہیں مری تحریر کے دیکھنا قاتل یہ چہرے گا کبھی میرا ہوا ہلقہ زنجیر میں جو ہر تری شمشیر کی رٹ لگی رہتی ہے تیری نام کی ثبت ہوئی دائے قیاس میں وہ نے نہیں زنجیر کے اس قدر رو رہے ہیں مستغرق ہیں کشتی حلقہ گیسو میں غلغلے دام مایگی گبر کے</p>

غزلیات تصنیف ناسخ لکھنوی	غزلیات تصنیف ناسخ لکھنوی
کیون ناسخ کی طرف سے اوکس پری کو قتل	ہو نہ اک مرغ مجھ پر چڑھا ہوا ہے ہم سخن
کیا کریں تجریر ہم مشتاق ہیں تقریر	طوطی خاصہ کو فن ہیں یاد سو نقشہ بر
مشتاق سب ہیں بدی افزوں ہلال کی	پیشانی سرو سے گئے تیرے ہلال کی
دنیا میں قدر دان نہیں صاحب کمال کی	اعزاز کس طرح ہوں صاحب کمال کی
عالم نہ اپنی آہ میں ہو گرد باد کا	کیا بیل شک چشم کی او کو بہائے گی
تو دے ہمارے دلمین ہیں کو دلال کے	چون کوہ ہیں ذخیر دل میں چہار طالع کے
بار سیاہ ہوتے ہیں شبیہ کے بے	ہوتا اسیر زلف میں ہرگز نہ مرغ دل
مضمون دھونڈنا ہوں اگر تیری خیال کے	باعث ہوئی وبال کی یہ دانی قال کی
مرزا قبول پر مجھے دنیا نہیں قبول	اہل زمین کو روزی ہوتا مید پر خم سی
غمزے اٹھیں گے مجھے نہ اس ہرزال کے	حجاج مرد ہو گئے اس ہرزال کے
ہمت نہیں اگر فلک دون کو کیا ہر غم	کچھ یار نے زبانی بھی تجھ سے کہا طالع
یان لب ہی آتشا نہیں حریف سوال کے	قاصد جواب لکھے نہ میرے سوال کے
آنسو ٹپک پڑا جو کوئی بزم یار میں	دیکھا گلون نے جسے جن میں وہ نونہال
دیر بھی غرق ہونے عرق انفعال کے	شبم سے غرق ہیں عرق انفعال کے
گلشن میں جھکود حیان جو جھکا آگیا	دلبر کے چشم ناز سے لگے ہی دل مرا
زگس کے پھول ننگے دیدی غزال کے	ماند شیر ہو گئے سیدی غزال کے
چھتا ہوں جا کے کنج لہ میں شب فرق	شہبازی تار میں جو نہیں پاس شعلہ رو
ناری مجھے ڈراتے ہیں آنکھیں نکال کے	داغ جگر سے دیکھیں ہیں آنکھیں نکال کے
فرت میں ہکو مرنی بھی دیتا نہیں فلک	کب دل پر چنگ شب کو جوا کر وہ شک نہ
ایوان صال پائین نہ طالب و مال کے	پیدا شب فرات سے ہوں دن صال کے

<p>غزلیات تصنیف ہر خدیو مرچینی گریون دلا جوش کرے قبر سے مری خاک مزار سے لگین تو دے گلال کے گر طوطی چشم سے نہیں بولتا تو کیا باتیں کریں گے ہم کسی طوطی کو یاں کے چشموں کو اشک لگا کوئی نہ وان کل کھلا رویا تھا باغ میں تیرے جس نہال کے کیا دلربا کو یاد فن دل ربائی ہے چھاتی سے لگ کر لیکھا دکن نکال کے مر جا میں ایک روز غم لیل بھر میں دیکھیں گے زندگی میں نہ ہم دن وصال کے جانا یہ سب نے عاشق زار ہے کس کا جب رویا زار زار میں آنسو نکال کے او نہیں چھپاتی مرغ دل شفق کو میں کاکل کے حلقے بھی تیرے حلقے ہال کے ہر خدیو قول اہل شریعت کا اسطرح ہم لوگ معتقد ہیں پیسہ کی آل کے</p>	<p>غزلیات تصنیف ہر خدیو مرچینی آگے ترے بہار کو بون رنگ گل اورا ہیں دامن نسیم میں تو دے گلال کے کیا بار زلف ہے کس سیرا پر وبال + اندازو ٹھانی کسے نہ موزی کو بال کے بے سایہ صندھ چرخ نے اوسکو کیا ہون ٹھرا ہون ایک دم میں تیرے جس نہال کے ڈرتھا اثر کا اوسکو ہو دیکھی نکل گیا نام ہو اہون ہو ٹھہر میں نال نکال کے ملتی ہے خاک سے کوئی دم میں تیری خاک یہ بھی وصال ہے جو گئے دن وصال کے آرام کیا کہ جس سے ہو تکلیف اور کو پھینکو کبھی نہ بانوں سے کاٹنا نکال کے چمنوں گیا جو مرقد لیلی میں پھنس گیا جالی نہیں مزار کے حلقے ہیں ہال کے ناسخ او ٹھیں گے حشر میں لوگ مرزو دنیا میں جو عجب ہیں پیسہ کی آل کے</p>
<p>۱۶ بیان ہوتی ہیں اگر نہ بلا کوئی بھی ہے جو آئے ہیں چھوڑ کر کہن ملک عدم سے وہ صنعت نقاہت ہو ہی کیا کون عمر اب موندھ سے نکل سکتی نہیں ابھی ہے</p>	<p>دو چار حزمین ہوئے اگر اور بھی ہے ہستی کی طرف موندھ نہ کرے کوئی عدم سے فرصت نہیں دم لینے کی اک فضل کے غم سے معدوم کھانے کی طرح جس کی رسم سے</p>

غزلیات تصنیف ناسخ لکھنوی	غزلیات تصنیف ہر خیزد سر جوئی
<p>کیا ہو گی نگہبانی جان فوج و شرم سے ڈرنے کا نہیں پیک اہل طبع علم سے پاتا ہوں مضامین میں ہر نقش قدم سے اوس طفل نے کیا سیکھی ہر رفتار قلم سے مضمون جو زلفون کو لکھے میں نے قلم سے لبریز زبان دہن مار ہے سہم سے ہزار نفس رشہ دیگر ہے پئے شمع پہونچا نہ کبھی رنج کسی کو مری دم سے شانہ نظر آتا نہیں کیسوے پری میں اس ناگ فریہ بات نکالا ہی شکم سے زاہد میں پڑھوں اسپہ جو نام اپنی صنم کا خورشید بھی ہو گئی تری تسبیح کی شمسی امکان نہیں تا یہ ابد دخل خزان ہو داغون کو چین کم نہیں گلزار ارم سے گل پھولے ہیں میری قلم فکر سے جیسے یون گل نہ شگفتہ ہوں کسی گل کو قلم سے سنگان خرابات ہیں مطلق تواضع ثابت مژدہ ز گس میگوئی ہے خم سے وہ حسن تر انا م خدا ہی تر سے آگے نکلیں کے شر رنکے عرق سنگ صنم سے</p>	<p>عاشق کو تری چشم عجب شان و شرم سے زخمی کرے تیغ نگاہ مڑگان کی علم سے بس سرخرو ہر رنگ خناتیر سے قدم سے لکھوں ثنا گل مہدی کھلین شاخ قامت سے تلخ عیشی کا اپنی جو لکھوں مال قلم سے ہو تلخ زبان او سکی کیون تلخی سہم سے دو ٹکڑے ہو دل جنبش ابروی ہر اک کا جان برنو کوئی تری اس تیغ دو دم سے سینہ ہی مصفا تر احوں سطرہ دریا گرد آب کو نسبت نہو کیون نان شکم سے اوس عارض تا بان کا پیر و عکس زاہد ہوں خط شعاعی کیون تسبیح کی شمسی سرخ اشکون کی ہیں شاخ مژدہ پڑگل گلین زمینت میں ہیں فائق گل گلزار ارم سے دیوان مرا غبرت گاشن نہو کیون نہر خندان گل مضمون ہیں مری شاخ قلم سے کیسو تری صیاد مجھے دام ملازمین دل ہیچ میں ادھجاسے جو ہر بال اکھم سے رُوز و رُو کی مصیبت سی کٹی ہر شب فقرت کس روز ملائیکا خیر امکو صنم سے</p>

غزلیات تصنیف ہر چند ہر دہی	غزلیات تصنیف ناسخ لکھنوی
منہ ہی جو پچی صاف کف پا پہی اوکو	رکھتا ہر فلک سب بہ بنا کر شفق اوکو
سرخ کی نظر آئی چاک پشت قدم سے	اوڑتا ہے اگر رنگ خناتیری قدم سے
وہ دشمن جانی مراد دل شاد ہو یا رو	سمجھے ہیں وطن کو پہ جانان کو جو وحشی
مر جائیں جو ہم کاش تنگر کے ستم سے	آزاد وہ ہیں اور سینوں کو ستم سے
گردن میری کیونکر نہ جھکے سامنے اس کے	کیا دام ہیں لغو ان کے کوئی اس کے اوکو
تلوار کا خم ہے تری محراب حرم سے	رم کرتے ہیں صبا و غزالان حرم سے
ہر چند پہی پامین نہ خار غم دینا	ناسخ کو ہو یمن باتیں تون ہو تو نہیں غم
ہر باغ مرا خنہ ان تری ابر کرم سے	محروم خدا پایا تو نہ رکھتا اپنے کرم سے
سوز دلو ہو گیا جو لشین رخسار سے	داع لجاتا بولن تیری لالہ رخسار سے
داع لالون کی پڑی دلبر مری گلزار سے	پھول لے آئی ہیں گلچین جسطرح گلزار سے
داسن نفاہ پرہی دولت دیدار سے	رہتی ہیں محروم اوس خورشید کی دیدار سے
جیسے دیکھا لعل لب ہی دیدہ بیدار سے	مثل غنیم فائدہ کیا دیدہ بیدار سے
لو لگائی تھے جیسے شمع روئے یار سے	کیا دل انکار کو ہو وصل چشم یار سے
بین لب غم سے بزرگ شمع ہم یار سے	چاہیے بستر جدا بیمار کا عیارسے +
ڈر کر دل دھڑکے ہی جیش ابروی خدا سے	جیسے میدان صفا ابروی خدا سے
دیکھیے کیونکر بچے گی جان اس تلوار سے	ہو جی جنگ سخن ین غالب اس تلوار سے
کیا پری رو کا مری اوپر کہیں سایہ پڑا	گو در خورشید ہی سب وہ لاغر ہوں میں
بھانپتی ہے دھوپ ڈر کر سایہ دیوار سے	جاؤنگا مانند زہر روزن دیوار سے
قائم آب دم شمشیر سے تر کیجے	ہوں پہ لاصان جس کو جاننے ہیں بجا
خشک ہر ملاقوم سوز تشنہ رخسار سے	جل گیا آئینہ فکس آتش رخسار سے

غزلیات تصنیف ہر خند پیر دہنی	غزلیات تصنیف ناسخ لکھنوی
<p>ماہ رو کے سوز سے دہن ہی سرتانی مرا زرد روی دھوپ میری سایہ دیوار سے لیتے ہی سودا ہوئی ہے گرم بازاری مری مول جنس حسن جب لی عشق کے بازار سے دل لگا ہوا ہے جب آنکھ لگتی ہے کمان خواب کھینچ ہے چورانی دیدہ بیدار سے آتش غم سے ہے جلتا ویکار نخل چنار مر جان ہم پنجہ بنووی پنجہ دلدار سے بعد مردن قبر میں کیونکر نہ جلیا کی کفن سینہ سوزان ہی بیگاہ آتش بار سے بسم تر سے کیلے آتا ہی تو اے طفل شک کوئی رو کر کب جدا ہو مردم بیار سے کام ایزا بد نہیں کرتی ہیں ہم سجدی سجدی بادہ نوشی ہے ہمیں اب خانہ خمار سے جوش ستی میں ہیں کچھ بول ہی کانین جبے صحبت ساقیا ہی ہلکوا بادہ خوار سے طالب بوسہ ہوا برومان کے تر کا مونہ لاسے زخم دل ہر چند لب سوفا سے</p>	<p>تھا صیب فرقت میں کیا تار یک پرانہ مرا سایہ کے مانند اوتری چاندنی دیوار سے ساتھ ہو لیتی ہیں گھر تک کارواں کاروان یوسف ثانی گذر جاتا ہے جب بازار سے کام کچھ بھی دیدہ بیدار سے نکال نہیں دولت بیدار ملتی ہے دل بیدار سے میری پہلو میں بجائے مرغ دل ہے فاختہ کیون محبت ہونہ سرو قاصد دلدار سے گشت سبز آسمان روز ازل سے شکستہ جی میں ہی سیراب کر دوں چشم دریا بار سے ہر گنگا گاشن میں وہ خوشید عیسیٰ م اگر زردی اور جانگی چشم ز گس بیمار سے بیکسو سعید محمد مسجد کو نہ جائیں کیا کریں جو کہ ناواقف ہیں راہ خانہ خمار سے ارٹکاب جرم لازم ہے لغدی تو نہیں بادہ خوار اچھے ہیں اس ملائی ثروت خوار سے لخت دل کیونکر کر دن نلخ سر شرکان کو واقعہ تنکا ہی بہتر تر ہے سوفا سے</p>
<p>۲۲ طے ہونہ راہ او سکی کسی شہسوار سے رہبر بھی وایں رسانو خود اختیار سے</p>	<p>کیون ہو گیا دو چار میں دس شہسوار سے جاتی رہی عنان شکیب اختیار سے</p>

غزلیات تصنیف ناسخ لکھنوی	غزلیات تصنیف ہر چند مردِ حنی
نخل بریدہ ہوں مجھے کیا برگِ دیار سے	نخل تمنا کو نہیں کچھ برگِ بار سے
شاخ شکستہ ہوں نہیں مطلبِ بہار سے	سے خشک شکستہ ہو فصلِ بہار سے
چشمے روان ہوئے مژہ اشکبار سے	دریا روان ہو چشمِ اشکبار سے
رہتے ہیں گاہ کم نہیں یان کو بہار سے	سبیل سرشک گذرے کمر بہار سے
آتی ہے یوگی گلِ بدنِ داغدار سے	روشن ہوئے چراغِ دلِ داغدار سے
آج ایسیم آئی ہر کیا کوئی بار سے	سینہ میں ہی جو شعلہ زنی سوزِ بار سے
بریا ہوا ہے حشر جو رفتارِ بار سے +	سبیل ہے بیچ غم میں پھنسا زلفِ بار سے
روشن ہو آفتاب قیامتِ عذار سے	لالہ نے داغ کھایا ہے آتشِ عذار سے
محو خیالِ عارضِ جانا ہوں اس قدر	گر چشمِ غمِ قہر میں جاری ہو میلِ شک
آئینہ آفتاب ہو میرے عبا سے +	بنجائے کیوں سحابِ نہ میری عبا سے
سوختہ کھولتا ہوں میں کہ ہلا دی کوئی فترا	میگون لبوں کو چوم کے محمور ہو گیا
سہر و چائیاں نہیں لیتا خار سے	کیا کام سا قیام مجھے مگر کے خار سے
مرانی میں ہے چادر آبِ اپنی چشم تر	دامان کو چھوڑ خاک پہ گرتا ہر طفلِ شک
سیکھے ہیں طرزِ رونے کہ ہم آبشار سے	سیکھا زمین پہ ٹوٹا کیا آبشار سے
ہر ایک کی صدایِ قدمِ روندنی ہو دل	ہو چاک کیوں شاد من گلچینِ صل یا
بہتر ہے ہلکویاں تر سے انتظار سے	پیدا ہوئے ہیں خار گلِ انتظار سے
یوں روسیہ عشق ہی ہوتے ہیں سرخرو	ہلکونین ہے خوفِ شبِ تارِ ہجر سے
باروت جیسے بنتی ہے شعلہ شرار سے	روشن چراغِ آہ کی رکھوں شرار سے
پچھلی کی طرح داغ ہے جزوِ بدنِ بن	ابر بہار سے ہوسہ بزمِ شکِ مغنہ
ملو دلی کو بھی ہے ربطِ بیابانِ ہنِ غار سے	زہرِ گلِ شکستہ ہوں شاخِ غار سے

غزلیات تصنیف ناسخ لکھنوی	غزلیات تصنیف ہر خدیوہ مرہنی
<p> موہا ہے نامدار میں اک موسے نامدار کیونکر کمر نہ او بچھے رہے زلف یار سے کھلوانی قصہ یار نے میں قتل ہو گیا کم تھی لہو کی دہار نہ خجری دھار سے مٹی مری عزیز ہوئی باری خاک کو کیا گورنے بغل میں لیا جگو پیار سے اوس گل کے دیکھتے ہی مرا زنگاؤں گیا آئی خزان نہ میرے چمن میں بہار سے وہ کان تک تو یہ ہر دل یار تک رہا اتھو زیادہ ہیں گسہ آبدار سے ہی ساتھ ایسی آتش غم بعد مرگ بھی دامن صبا بچاتی ہے میرے غبار سے نقش وجود مٹو ہوا مثل نقش پا نکلے نہ بعد مرگ بھی ہم کو سے یار سے جلتی ہیں سوز غم سے مرے آتھو آج پروانہ کیا جلا کوئی شمع مزار سے اچ چشم تر تصور ابرو سے یار بانہ موس قمع نمود ہوا بہر بہار سے دست تھی ہیں سوختی زیر آسمان کیونکر نہ نکلے آتش حسرت چنار سے </p>	<p> وہ گل چمن میں یار سوا کسی نہ چل سکی لپٹی جو گسٹ گل دامن یار سے چلتا ہے تیر فتدوہ سیلاب اشک شیم بہ جائیں کیوں پہاڑ نہ پانی کی دھار سے وہ بحر خوبی ہے ہر بے کنارہ کش گا ہے نہ بہکنار ہوا ہے پیار سے کیونکر شکستہ رنگ نہواؤ سکا خون خورشید ایک گل ہے مری نو بہار سے دیکھے صدف تو آتش غم ہی ہو جگے خاک پر آب او سکے دندان در آب دار سے پس مرگ سوز غم سے ہوئی خاک شہن دامن میں آگ لگ اوٹھی میری عمار سے مانکا لگانا چاہیے کا کل کتے تار کا ہوں دلفگار خجرا بر دے یار سے ہے بعد مرگ دھیان جو شعلہ عذار کا پیدا شرر نکیون ہو غبار مزار سے ہی چشم زار سے مری باغ جنوں کو آب داغ جلنے کم ہن گل نو بہار سے وہ شعلہ رو کو سوز میں دل انداز ہے دیکھی تو آگ لگ اوٹھی شجر چنار سے </p>

غزلیات تصنیف ہر خیز سروسختی	غزلیات تصنیف نامخ لکھنوی
ہر چند روئین قبرین گرد و دل ہی ہم	نامخ یہ وہ غزل ہے جنوں کا کہنتی
در یاروان ہوا شک کا خاک فرار سے	سودا کفن کو بھار کے نکلے مزار سے
۱۳ بیکراری برق نے سیاحی دل تیار سی	و مثل کی دولت ملی جذب دل تیار سی
اضطرابی کونہ کیونکر فوق ہو سیاب سی	کیسا ہنسنے بنائی ہے مگر سیاب سے
دل ہزار روشن ہوا داغ دل پر تاب سی	دن کو رات اوستے کیا ہے کیسوی پر تاب سے
کام کیا کجا کو خیال سے مہر عالم تاب سی	رات کو دن کر دیا ہر روی عالم تاب سے
ای دل تشنہ نو جاہ ذوق کا آشنا	استرا او سکی ذوق پر حب بھر انبات ہوا
ڈوب کر کوئی نکلتا ہے کبھی گرداب سی	دور ہو جاتے ہیں تنگے حلقہ گرداب سے
مثل روغن ہو گئی شبنم تھی نرم باغ بین	اگی افتادہ دن کی باقی بین کوئی کس فروغ
کر دیا روشن چراغ گل کو اپنے آب سی	سرد ہو جائی کیوں بازار آتش آب سے
رازدن دلمین جو حسن باہ رو کا دھیان	پڑتی ہی عکس رخ جانان کی ہر تشبیہ نام
گھر مرار روشن ہو ہی شعل مہتاب سی	چو کھٹے کو ہائے سے آئینہ کو مہتاب سے
مردم دیدہ نیاز نگر نیرد کیھو رنگ دھنگ	غیر سے لگوئی مندی اونری باتون پھرتا
چشم کا پردہ رنگا رخ اشک کی خوباب سے	نیچہ ترکان کو بھی ہنسنے رنگا خوباب سی
خال دیکھا جب رخ رنگین پہ آیا خیال	مدتین گذرین کہ رہتا ہوں خیال یارین
زاغ پیدا ہو گیا کیا بیفہ سرخاب سی	دیکھو پروانے سی صحبت رات کو سرخاب سے
ماک کر دیکھیں چمن میں کیلئے انکھور کو	مونکھ تیری دیکھ کر ملک ہو اجوش خون
سیب کی لذت ملی بوس لب غلاب سی	کرتے ہیں کیونکر طیب اصلاح خون تاب سے
سر جھکانا چاہیے آو اب سی اس کاغ میں	کھائے ہیں ایسے نرمی مہرباں ہر کو فریب
سیکھ لے تو پشت خم کرتا قد محراب سی	بھاگتے ہیں دور ہم مسجد کی بھی محراب سے

غزلیات تصنیف ہر چند مردھنی	غزلیات تصنیف ناسخ لکھنوی
<p>دیدہ پر آب سی ہن اشک آنکھوں یون کیا عجب گردا ہن صحرایے سیلاب سے ہجرین اوس آشنا کے ہو گئی میگا چشم آشنا ہوتے نہیں فزات گای خواب سی شوب بن وہ تو حقیقت میں ہے ناپاک لہن اور سے گروہ تن ہو سیلاب چادر مہتاب سی گلبدن سی دل لگا ہر چند کہ تباہی خواب بعد مردن بھی کفن ہو چادر کخواب سی</p>	<p>و حقیقت کو بلا سی کب ہر دنیا میں گزند عکس تنکے کا بھی یہ سکا نہیں سیلاب سے ہر سرت راحت دنیا سی غفلت کی سبب کون خوش ہوتا ہر بیداری میں غش خواب سے آسمان کی پاس سامان عیب پوشی کا تین کب کیسا کستر ہو گا چادر مہتاب سے خاک کو چڑیا رہے ناسخ مری تن پر لپٹا کام کیسا کج کو حریروا طلس و کخواب سی</p>
<p>عارض کو او سکے فوق گل آفتاب سی نفرت ہوئی دماغ کو بوسے گلاب سی مہر و نقاب سی رخ روشن جو دھانپتا نابا نہ نور رو سے زمین آفتاب سے خط دی کے اور کتنا زبانی سوال ہے محروم خط کر رہنا نہ قاصد جواب سی غرش نہ ہے سبب ہر فلک پر یہ ابر کی مانگی ہے الامان میری چشم پر آب سی دیتی ہو گا لیان عین تم بے حساب کیوں باتیں کیا کرو تو سمجھ کر حساب سے چین چین مصرعہ دیوان سن ہے کلاک قضا نے لکھا خط آفتاب سے</p>	<p>چہرہ ہوا ہر غیرت گل آفتاب سی خوشبو میں ہے زیادہ پسینا گلاب سی اوس رو سے آستین فریاد ہے یہ داغ روشن ہوا چراغ مرا آفتاب سے ہم بوسہ مانگتے ہیں وہ کچھ بوسے نہیں محروم ہے سوال ہمارا جواب سے دم میں تمام دامن صحرا محیط ہو سر کی جو استین ابھی چشم پر آب سے جینا فراق کا نہیں ہرگز حساب میں غرت ہوئی کہ مر چکے ہیں ہم حساب سی خط ہی جو گرد عارض جانان عجب نہیں کیونکر نہ نکلے خط شباغ آفتاب سے</p>

غزلیات تصنیف مہر چند سرحدی	غزلیات تصنیف ناسخ لکھنوی
<p>ہر شعلہ رو کا شور عجب کیا کہ وقت قتل نکلین شراری آگ کی خنجر کی آب سے تار نظر میں چشم کے دیکھانہ پیچ و تاب رکھتا ہر ناز کی یہ تری پیچ و تاب سے عشق تباں میں محو ہو یا د خدا کو بھول گمراہ کیوں ہوا ہے تو راہ تو آب سے اسودہ کوئی ہے نہیں کھر خراب میں پیدا ہے طرز خانہ بدوشی حباب سے مہر چند اہل امت چاہتی ہیں مغفرت شرمندہ گناہ ہیں رسالت آب سے</p>	<p>کب تک خباہ چشم سے اکودہ میں ہوں کرتا ہوں غسل خنجر قاتل کی آب سے کھا جا رہا ہوں کمر جزا کت سو در نہیں رستی کی طرح ہو کر قوی پیچ و تاب سے کرتی ہیں پیر صحت رخ زلف میں بھنسی دست خطا میں چل پڑی راہ صواب سے دریا سے حسن گردہ پریر و نہیں ولا پھر کیوں یہ مینی پرہیز عیان و حباب سے اس حال سے شفاعت ناسخ ہو خیرین امید ہے جناب رسالت آب سے</p>
<p>مہر چند بھی ہوا ای ماہ جبین تھوڑی سی وصل سے تیری ہو خوش جان تیر تھوڑی سی ماہ نو عید کا ہو شام تنہا کو مرے دیکھوں مہ رو کی اگرچہ جبین تھوڑی سی وسعت حوصلہ وہ جو ش جنون کھتا ہے ہو جیسے گشت کو صحرای زمین تھوڑی سی پیر ہو جائیگا غم و رجوانی پہ نو حسن کی عمر ہو اے طفل حسین تھوڑی سی کر تو ای سوز جگر داغ سے منقوش او سے لخت د لکھ بھی مری زیب نگین تھوڑی سی</p>	<p>ہو شب وصل جو ای ماہ جبین تھوڑی سی ہو مری جسم میں بھی جان خیرین تھوڑی سی سمجھو ہم ابرسیہ سے نکل آیا تارا راہ گھل گئی بالون سے جو تیری جبین تھوڑی سی دشت آباد جہان تنگ ہوا زیر فلک پا پیسے بکھو جگہ زیر زمین تھوڑی سی کیا لبالب ہے ترے تنگ دہن میں شکر دیکھو بکھو بھی اے طفل حسین تھوڑی سی تیرے ہی نام کی ای جان و بس گناہیں وسعت دل بھی ہے مانند نگین تھوڑی سی</p>

غزلیات تصنیف ہر چند سر دہنی	غزلیات تصنیف ناسخ لکھنوی
<p>ماہ بڑھ بڑھ کر ترقی سے نہ گھٹتا ہرگز ترسے در پر جو رگڑنا و دھین تھوڑی سی ہر شب وصل چھپاتا ہے تو سہ کو بونٹھ کو برقعہ کہ کھول دکھاوے تو حسین تھوڑی سی بے سبب ہو کہ خفا ہر خدا جو نہ کرے دلین رکھ مسدود فاعی بیت چھوڑی سی نقد ذل پہلے ہی سب لیلیا ہر چند ہر جنس بھان کی نہ لے بہن بن تھوڑی سی</p>	<p>کیا پہونچ ہے تری دلیر کا سی ماہ بین چاند کے روز جو کھٹتی ہے جبین تھوڑی سی سنگ اسود کی طرح سب رخ زاہد ہو سیاہ کیا ہی سجدوں سے ہوئی تیرہ جبین تھوڑی سی من تو کرتا ہوں بہت سی تری طواری مری خاطر بھی تو ہوا و بچین تھوڑی سی غرہ ماہ مبارک ہے یہ دینداروں کو لے شراب آج تو امی دشمن بن تھوڑی سی</p>
<p>چشم گریان اشک نیر ہی جو لکھا برسات کی سیر آہ دل کی ہوئی ٹھنڈی ہو برسات کی شعلہ آسادل جلائی ہے ہو برسات کی ابر خوبی بن زمین بجائی ہو برسات کی جواہر کی سبزہ تو سمجھیں سبزہ خط منہ دی اگر تاثیر گریہ کو خفا ہو برسات کی جب شب تاریک میں یاد آگئی لکھنوی ہو گئی کالی گھٹا کالی بلا برسات کی جبکہ میخانہ میں سے پیکر ہوئی بہت ہم یاد اوس عالم میں آئی ساقیا برسات کی گاہ سردی گاہ گری گاہ ترشح اب برسات کی سیر موسم کی کھائی ہر نہا برسات کی</p>	<p>ابر مرگن کی جدائی میں لکھا برسات کی اپنی ٹھنڈی سانس کو پاہر ہو برسات کی درد مند عشق ہوں کہ ہو برسات کی درد کو کر دیتی ہے دوتا ہو برسات کی قبل بارش و زردی کو رہا ہوا برسات کی بھیر میں صورت نہ کیوں کی خدا برسات کی کستے ہیں رورو کی فاس جگہ روزنا دیکھ کر خانہ ویرانی کو کیا کم ہے بلا برسات کی رہ قتل سوجھے بجلی کی ہر سجا میکشون کو کب سے حاجت ساقیا برسات کی باغ و میاں بر دغا مہتاب بر قتل دست ایک ل ہے ادھرست ہر قضا برسات کی</p>

غزلیات تصنیف ہر چند سر دھنی	غزلیات تصنیف نامح لکھنوی
گریہ میں ہر چند نکلی ہی جگر سے آہ سرد رکھتے ہیں موجود ہسم ابرو ہو ابرسات کی	تیرے آگے ابر میں خجہ چھپاؤ آفتاب اسے پری کیا رنگ لائی ہی ہو ابرسات کی
وقت گریہ یاد دل میں یہ سر ترکان ہو گئے اشک کی قطرے سر ترکان پیکان ہو گئے تیری کا کل دیکھ کر سنبھل پریشان ہو گئے رخ سے گل صرت میں آسرد گر بیان ہو گئے کس نگاہ شریکین کی تیغ کے یہ زخم ہیں شرم سے جو پردہ سینہ میں بنایا ہو گئے بحون اور فریاد سان کیوہ محراب میں بھری حیف جب سودا ہو محبوبس زندان ہو گئے طوطے خامہ کو تھی تعلیم استاد ازل مرغ مضمون فیض سے او کی خوش الحان ہو گئے وہ پری رو پاس میری محبت پر ہمتیں ہم بھی تو اپنے زمانے کو سلیمان ہو گئے قید میں یوسف گیا روشن دیاں حسن شمع آسار وزن دلو از زندان ہو گئے پاکبازوں کو نظر ہر تین کی محبت ہو گئے دیکھ لو سار لطف حشر چون سے نہاں ہو گئے واہ روی دست جنون خورشید رو کی عشق صبح آسا جاک بان لاکھوں گریبان ہو گئے	ایسی ہم آماج گاہ تیر ترکان ہو گئے رونگئے کی جابدن پر ساری پیکان ہو گئے سب ہو اسی بال زلفون کے پریشان ہو گئے شل سنبھل تار تار اکثر گریبان ہو گئے باغ میں گلبن میں گلدستے نزاروں کے نام خاک میں کیا کیا ہی گلزار بیان ہو گئے دل میں جب آیا تصور او سکے تب کنی لگا شل یوسف ہم اسیر گنج زندان ہو گئے گلشن عالم میں ہونہ عند لب نغمہ سنج زاغ جسکے زمزمی سنکر خوش الحان ہو گئے اوس پری نے دی نشانی ہلو جو گشتی ایسے آئے یاد میں گو یا سلیمان ہو گئے یہ اسیری میں پھسایا نا تو انی نے مجھے رفتہ رفتہ حلقہ رنجیر زندان ہو گئے ریشک کو یار سے دنیا میں جیتو باغ تو گلشن شلو بیان نظرون سے نہاں ہو گئے وصل کی شب پٹ گیا جہم گریبان ہر پیر بن میں یاں گریبان ہی گریبان ہو گئے

غزلیات تصنیف ہر چند سر و جہنی	غزلیات تصنیف ناسخ لکھنوی
<p>زندگی میں پہن پوشاک مرکز قبر میں گل کے مردوں کو کفن سب ہم زبان ہو گئے پڑ گیا سر و فرمان کا جو سایہ وقت سیر سر و بستان جو تھی سب سر و فرمان ہو گئے سنبستان ہو گئی جو آئینے تھی روبرو بال حب زلفوں کو چہرہ پر پریشان ہو گئے بلبلو شیدا ہوئی کیوں کب جو قافلہ بہار اس چمن میں چار دن گل کے تھماں ہو گئے سبزہ خط آیا جو اسکے عارض گلزار پر جو گل نافرمان تھے سب زیر فرمان ہو گئے جاگ اٹھے سب غفلت کان کو رغو غلام گیا ہم روان جہم سوئی شہر غموشان ہو گئے لکھتی لکھتی زلف پیاں جبکہ یاد آئی مجھے اک قلم حرفوں کو حلقے پار پیاں ہو گئے اوس پری کی جاکی زیر کاخ ہر چند نصرت سے مثل سایہ پشت پر دیوار جانان ہو گئے</p>	<p>دیکھی اوس گلگون قبا کی باغ میں بہار بھاڑ کر کپڑے ہزاروں غنچہ عریان ہو گئے چلتی چلتی کر گیا عجا از دور اسے خوشخوام جس قدر تھی نقش و پاکبک خزان ہو گئے گاشن رخسار جانان سے ہوئی خصمت بہا صورت برگ خزان عاشق پریشان ہو گئے ارمغان داغ سودائی چلے سوئے چمن دو دن اس وقت سر امین ہم بھی جہان ہو گئے جتھے ہیں داغ جنوں ہیں سکے شاہان حسین کشور دل میں وان کس کس فرمان ہو گئے جبکہ تھے قصر نظر ہنگین کو پرین نام شہر جو آباد تھے شہر غموشان ہو گئے شانہ کرتے غیر کو دیکھا تو ہم نفرت ہو گیسو کو بچیدہ بھگو پار پیاں ہو گئے رات دن رہتی ہے ناسخ بھگو از خود رفتگی آہ جیسے عاشق رفتار جانان ہو گئے</p>
<p>خورشید رخ سے زینت مہتاب کی ہے رتبہ پہ بو تراب کی کیا بولہب رہی کبتک تری جدائی کا ای جان تہطلق رنج و ملال حسرت و غم دل پہ اب رہی</p>	<p>شان آگے خاکسار کی کسر کی کب ہی پیدا ہو بو تراب تو کیا بولہب رہی باندہ خانہ خال ہم خاک میں لے نکلا جو اسکا سبزہ خط کھیت اب رہی</p>

غزلیات تصنیف ہر چند سر دھنی	غزلیات تصنیف نامح لکھنوی
چاہہ ذقن کا بوسہ جو دی شیریں لب تک خضر آب حیات کی بہین پھر کیا طلب رہے پھر تاجی چرخ چرخ میں دنزات بقیہ ار آسودہ دل کوئی بھی عالی نسب رہے سی کو خاک ہو کر ملی ابروئی ہے رتبہ ملا کہ یار کی بالاسے لب رہے وصل ہے برای نام رہے ہم سے وہ جدا سوتا ہی پاس دور ونی دو وجہ رہے شیشے جو آباؤں کی بناتا ہے سوز دل کیونکر وقار شیشہ گران طلب رہے آیا جلا گیا نہ سنی اوسنے ایک بات شکوہی تھے سیکڑوں بھری دلیں سب رہے ڈھونڈا جو ہننے یار کو پایا نہ کچھ پتا سرگردان رات دن مرا پائے طلب رہے آنکھوں کچھل کو دیکھ کر روغن ہوا ہی خون روشن چراغ داغ جگر روز شب رہے ہر چند ہی نہ چشم کو اب ستین سہلش یہ رشک کب نظر سے گرا بی سب رہے	ریگ روان ہی ہے ہمارے جد کی خاک اک دم نہ بعد مرگ بھی ہم بے طلب رہے اس باغ میں نبات ہر گل کو نہ خار کو اسفل رہے جہان میں عالی نسب رہے مرد سے جیسا کٹی لب جان بخش یار سے بورے کے اشتیاق میں ہم جان لب رہے اسے تاجدار ملک کمان منتقم ہے یہ قابو میں گر لحد کی زمین دو جب رہے گر گر کے شیشے اشک کو ٹوٹنے کے قدر ای گریہ میرے دل کا سلامت جلب رہے انسان دلیں کتنی ہن جھرت سے مرے دم تنہا عدم کو ہم چلے دنیا میں سب رہے ہر موج بوریار گ خواب گران ہوئی راحت میں عمر بھی مری پاؤں طلب رہے کی ہے خیال نفین سب زندگی بعد گو یا کہ ہم جہان میں بس ایک شب رہے نامح ہر ایک ملک کی ہوتی ہے اور رسم آزادہ وضع دہرے ہم بے سب رہے
کب چراغ نہ ہو روشن گھر مایان چاہے ای غریزہ جلوہ گرہ ماہ کنعان چاہے	کچھ عدم کا بھی خیال ہی دل عجیب چاہے گو غریزہ مصر ہے پر یاد کنعان چاہے

غزلیات تصنیف ناسخ لکھنوی	غزلیات تصنیف ہر چند سرحدی
کوچہ ولد ار کے مسرت میں رونے کے لیے پانوں کو اب ابلو کی چشم گریان چاہیے حشر پر پا کر رہی ہے ناقہ لیلیٰ کی چال صور اسر فیل اب جاوے حدی خوان چاہیے چاک رکھتا ہوں جو وحشت میں گریبان سخن اک پر یرو غیرت خورشید تابان چاہیے غل مری زنجیر کا پہونچا تو وہ کہنے لگا خانہ زنجیر کو بھی اب نگہبان چاہیے میر غم میں رو کر عالم کو کر گیا اب قتل اشک کی بھی ناوک مرگان کو پیکان چاہیے ہوں وہ جنوں عمد طفلی میں مجھے کہتے تھے لوگ گوشہ زندان اسی جائے بستان چاہیے استلام سنگ اسود سی ہمیں کیا زابدا بوسہ خال تہ ابرو سے جانان چاہیے دمدم گھٹتی ہے میری کشتی عمر روان مچو آب خنجر قاتل کا طوفان چاہیے اگیا پیری میں اسکی بوسہ لب کا خیال ہونچھ کاٹوں کس طرح مسرت سے زندان چاہیے پنچہ خورشید کو کافی ہے اک حبیب سحر روز یان دست جنوں کو سو گریان چاہیے	ساقیا اس بزم میں رو دو کوئی کوئی کہہ نہ جام سے خندان ہر چشم شیشہ گریان چاہیے چاہیے ساتھ اسکی ہوا پیل نالان مرا محل لیلیٰ کو کیا کوئی حدی خوان چاہیے شب کو کرتا ہو فلک جو خانہ مہوش شد پھر نہ کیوں کہن میں چراغ ماہ تابان چاہیے مانا اسکی گھر میں جانے کسی غیار کو چشم نگران اسکی ڈیوڑھی پر نگہبان چاہیے جنش مرگان نہیں ہر ناوک اندازی سحر کم پھر تو کیوں اسکی کمان کو تیر و پیکان چاہیے ای معلوم ہے زبان میں کیا کرین تحصیل علم طفل شکون کو نہ تعلیم وستان چاہیے کیلے سوئی فلک ای سو سنوں کیوں لال مید گردن دیکھنا ابرو سے جانان چاہیے خشک کشت چرخ ہر سر بنو اسکی آب سحر دیدہ گریان مرے جوش طوفان چاہیے ما کہ رشتہ عمر کو دانوں سے کھو لے کر قاتلانیے میں تیری کیون زندان چاہیے ای جنوں ہر ضعف سحر گردن پہ مچو کباب گو ہر دامن چاک اب بھارا گریان چاہیے

<p>غزلیات تصنیف ہر چند سر دھنی اوس غنار سیمکون پر حلقہ زن ہو کیون شہن گنج کے اوپر قیام پارچیان چاہیے غم سے ہر دلگیر شاید پس سر چھو دل شاد ہو جان عمگین کو خیال رو سے خندان چاہیے اشک خونین چشم ترک صورت دانہ ہوئی پنچہ مرگان کو بھی تسبیح مرجان چاہیے بحر خوبی کا ہی سودا عریان طفل شک ہین چادر آب روان سیا نکودالان چاہیے اوسکو تو از بر زبانی یاد ہے دیوان درد کب مری طفل اشک کو پھر بھی گلستان چاہیے ہو روا ہر چند حاجت عوس کر مردانہ حال کام مردون کا ہو بدشاہ مردان چاہیے</p>	<p>غزلیات تصنیف ناسخ لکھنوی حسرت نظارہ زلف پر نشان بلین ہے بہر تسکین گورین کچھ پارچیان چاہیے عمر گزری روز و رات تہن بھی لون اب جی میں ہے میری سوئے پر کوئی قاتل زخم خندان چاہیے ورد مرگان بان سیرین لب جانان کھفت اشک خون کی جسم کو تسبیح مرجان چاہیے سنگ ریز مل جلون چن چن کی ہر کو دکان عاریت ای کوہ مجھ و منی کو دالان چاہیے روح سعدی ہو گئی ہوگی خوشی ہو مانع باغ آج بڑھتی کے لیر اوسکو گلستان چاہیے طالب دنیا مونت ہین بھلا کیا اسے کام مرد ہی ناسخ کو عشق شاہ مردان چاہیے</p>
<p>شہسوار عشق کو سودا کا گھوڑا چاہیے سنبہ صحرا و نذر پاؤں سی توڑا چاہیے رکھتا میں بادام چشموں کا جو سودا سرن سر کو اپنی پھر نکلیوں پھر سی پھوڑا چاہیے حاجت جراح کب ہی دہل دلو مرے نشر آہ جگر سے اوسکو پھوڑا چاہیے سیمبر لو خود ہی زیبائی سے کان گنج نفس اور کیا تیری لیے سونے کا توڑا چاہیے</p>	<p>جوش و شفت کو دلا چالاک گھوڑا چاہیے فصل گل میں موج بوی گل کا توڑا چاہیے زخم خندان جام خندان کی بدل ہون بھر شیشہ می کے عوض پہلو میں پھوڑا چاہیے وقت ساقی میں آیا ہی خیال ای میکشو شیشہ سے آبلہ ہی اسکو پھوڑا چاہیے کر چکا ہوں صرف سب گنج مضامین بلند عرش کے دروازے کا بقل توڑا چاہیے</p>

غزلیات تصنیف ہر چند سرودھنی	غزلیات تصنیف ناسخ لکھنوی
<p>دلین ہے گلچیں مگر کیوں نہیں کرتا ہر دم فصل گل میں شاخ گل سے گل نہ توڑا چاہیے پشتہ الفت تو اس سے جوڑا تاہی کیلے ای حیون پوشاک تن کا تار توڑا چاہیے گلبدن کو بارہے تن پر لباس شبنمی چادر سے جو بنایا اس کو جوڑا چاہیے پردہ پوشی کے لیے دامن صحرائے مثل محبون کیا تن عریان کا جوڑا چاہیے نامور حاتم سخاوت سے زمانہ میں ہوا مثل قارون مال و دولت کو نہ چھوڑا چاہیے تاکہ کھل جائے بہار حسن رنگ سبز کی جون گل لالہ بدن میں لال جوڑا چاہیے طوطی شیرین سخن سے کم نہیں خامہ مرا کیا مجھے اب پالنا بابل کا جوڑا چاہیے شیر مردی تیری جب آنی نظر اے ہوشم شیر گردن بھی اگر آئے جھنڈا چاہیے تاہو ایجا نہ میری خاک کوئی یار سے چشم تریاں دامن ترگان نچوڑا چاہیے وصل کی شب بھی بول اوتھے کہیں وقت بحر مرغ صبح خبر کی گردن مڑوڑا چاہیے</p>	<p>دھوڑو چوائے خانی آب جوئی باغ میں پائون میں شمشاد کو سونے کا توڑا چاہیے خط میں وہ مضمون بھی ہے توئی کہ نامہ برکتا ہے انعام ایک توڑا چاہیے یار کو خط لکھنے بیٹھا میں تو دفتر ہو گیا شوق کتاہی کہ اور اک بند جوڑا چاہیے دڑتے دڑتے گر پڑے ہیں ایک دو شومرے لفح کے طوفان کا طوفان جوڑا چاہیے دور دنیا سے قیامت بھی نہونی دیکھے چرخ مینائی جو ٹوٹی اس کو جوڑا چاہیے کیون نہ وہ نوجوان برسات میں نگین لیا پیر گردن تک شفق کا لال جوڑا چاہیے ایک خط لیا نیکا تو جلد وہ بھسہ بیگا قاصد اسرخاب کا اب جھکو جوڑا چاہیے کیا ہوں میں معنی کہ رہتا ہے گلابان کو چھان شیر بھی کوئی جو آجائے جھنڈا چاہیے پڑھ چکے زائد نمازین منہ برستا ہنہن دامن ترا تو اسے ساقی نچوڑا چاہیے ناز کی دیکھو کہ درخش کر کے کتاہی وہ گل شاخ گل کی اب کلائی کو مڑوڑا چاہیے</p>

<p>غزلیات تصنیف ہرچند سر دھنی جب موسے تو ساتھ تیری کوئی ان پر جا زلیست ہی میں ساتھ گم والوں کا چھوڑا ہے چھوڑنا جتنا نہ مجھ کو گم مروں غم چھوٹوں قتل سے میری نہ خیر ہو کھ کو موڑا چاہیے ای دل بیمار مضطر ہونہ درد ہجر سے پائے ہرچند یہ شقا پر صبر تھوڑا چاہیے</p>	<p>غزلیات تصنیف ناسخ لکھنوی دست وشت میں کمان بوش و شمشیر ای جوان اس قافلے کا ساتھ چھوڑا چاہیے ہم کہیں کو جاتے ہیں کتنی ہر دنیا کی ہوا تو سن عمر روان کی باگ موڑا چاہیے گر گیا وشت وہ تیری بقراری دیکھ کر عشق میں ناسخ لکھ کو ضبط تھوڑا چاہیے</p>
<p>۱۲ حسن کا اپنے پری جلوہ دکھایا چاہیے سوز غم سے دل سلیمان کا جلایا چاہیے ہر شب مہتاب میں نشہ چڑھایا چاہیے ماہ رو کو بام کے اوپر چڑھایا چاہیے کوسے جہان میں مرا جانا نہ ظاہر ہو یا نقش پارویز میں بھی اوڑھایا چاہیے مر گیا ہوں میں جو اس شک کر عشق چادر مہتاب مرقد پر چڑھایا چاہیے ہر شب مہتاب اور مہتاب میں بھی پاس جے جو شل آفتاب ہو وہ پلایا چاہیے دیکھ کر عاشق جسے دل نغمہ ہو سو جان حسن کا دلبر بناو ایسا بنایا چاہیے کام لے جیلہ کر ہے تیر فرکان سے تمام جلد اول اب رو کمان پر کیوں چڑھایا چاہیے</p>	<p>۱۲ پنجہ گلگون چمن کو اب دکھایا چاہیے شک سے مندی کی ٹپٹی کو جلایا چاہیے تھوڑا اک پائے نگارین سے لگا کر کلر خ بچول کوئی میری تربت پر چڑھایا چاہیے باغ میں اس گل کو لجا کر بٹھایا ہو ضرور کھلیوں میں عند لیون کو اوڑھایا چاہیے اشک کوئی چشم بیگون سے گر اگر نشہ میں بادہ مجھ میکش کی تربت پر چڑھایا چاہیے چہرہ جہان ہر صفحہ اور میں بیمار ہوں دار کر اس پر سے پانی اب پلایا چاہیے دلوں خوش ہر طفلان حسن گھیر رہیں آب کو ان روزوں دیوانا بنایا چاہیے میرے تالے شکے چڑھ آیا وہ ظالم بام پر آسمان کو اب دماغ اپنا چڑھایا چاہیے</p>

<p>غزلیات تصنیف ہر چند سرحدی گل کو ای رشک چمن شتاق بلبل سان گرد چہرہ گل رنگ سی بردہ اوٹھایا چاہیے قدریابت کی نہیں اور نہ الفت کا بناہ چاہ دل سے کیوں تبوں کو پھر خدا چاہیے شعلہ رو کا جوش کیا دل او بھری تیری کو لکھ کر کوئی نقش تشن میں دیا چاہیے کب تبسم اوس گل رخسار او میں پوچھا غنجہ ہاسے باغ کو کیا سوئخ لگا چاہیے اب تھا ہر چند رد و رد تو طفل شکستہ اور نہ ای درد و جگر او سکور دلا چاہیے</p>	<p>غزلیات تصنیف ناسخ لکھنوی میکے ہاتھ آیا خزانہ قصہ رکھتا ہے یہی مثل فوارہ جہان بین راوٹھا چاہیے داغ فرقت زیت بھر سوز جہنم بعد مرگ ان تبوں کو کس توقع پر خدا چاہیے یار کی شریعتی نگہ بھی لطف و خالی نہیں ہو اگر تلواری اصل او سکودیا چاہیے طالب نیت نہیں رنگینے سے ساختہ پنجہ سر جان کو کیا مہندی لگا چاہیے محفل عشرت میں ناسخ یاد آیا ہے مجھے شمع سان مہتی میں یار و نکو دلا چاہیے</p>
<p>۱۹ نہوا دل سے ولیکن غم جان خالی کر گئی جان مری گو غالب انسان خالی محل لیلی سے ہے گرچہ بیابان خالی پر نہیں بانگ جرس سے دل نالان خالی ہم صیف و نو پھر اوس میں کوئی کھنڈہ سرا قصص تن کر ہی ہب مرغ خوش الحان خالی لطف ساقی ہو بیان کیا کہ شب مجلس میں جامے بھر دیا تھا دکھ کا یہ چند ان خالی کو نمک پاش ہے زخم دل عشاقان پر ہو نہ انجیم بھر گردون کا نگہ ان خالی</p>	<p>کر گیا ہی مری آنخوش کو جان خالی اس مہینے کو بجا کہتے ہیں انسان خالی بار بار ہو گئی لالہ سے بیابان خالی نہ کبھی داغ سے پایا دل نالان خالی بلغ میں سنگی مرے رزم پر دازی کو اشیان کر گئی مرغان خوش الحان خالی ہو گیا عمر میں لبریز مر اساعر سر نشہ می نہوا تھا ابھی چند ان خالی پہ لگی چاٹ مری زخموں کی سیری ہوئی ہو گئی کہتے ہی قاتل کے نگہ ان خالی</p>

غزلیات تصنیف ہر چند سر دھنی	غزلیات تصنیف ناسخ لکھنوی
لذت بوسہ دلبر کی ہر حسرت دل میں	جان سے پہلے چلا مال مرا بیری میں
لب گری سے نہیں ہنری مردان خالی	کر چلے درج دہن کو دردندان خالی
آہو چشموں کی ہر حسرت کہ بیان میں ہوں	صاف ہوں خاک کدورت سیوہ دکھا کھڑا
دشمنوں سے نہیں تہا ہی بیابان خالی	کس طرح ریگ روان سیوہ بیابان خالی
اپنی یوسف کو کیا خانہ دلمیں مجھوس	ایک چھوٹا تو ملے دوسری کو قید حیات
کیون عزیز نہ رہے مصر کا زندان خالی	کبھی ہوتا نہیں یہ خانہ زندان خالی
آتشین جویوں کو اس باغ کی کچھ نہیں	دیکھ سکتا نہیں کانٹوں کی زبان تک شبنم
ہو یہ خوشبو سی گل مہر درخشان خالی	کیون نہ چشمہ خورشید درخشان خالی
دیکھے گر حسن پر پرو کا بنے دیوانہ	میں ہوں کیا چیز دلا خاک نشین بوضیف
کیون نہ کرباجی پرستان کو سلیمان خالی	کر دیا موت فریاد زنگ سلیمان خالی
چلے اکبار جو تیغ نگہ ہوں قتل ہزار	روحین جنت کو گئیں جسم سو کو چہ پار
کشتوں سی ہونہ کبھی گنج شہیدان خالی	دفن ہونے سے ہوا گنج شہیدان خالی
سبز خط نکالے کیوں گرد پے غتب کے	لعل لب خط کو نکلتے ہی ہوا ہی بے آب
خضر سی رہتا ہی کب چشمہ حیوان خالی	خضر آیا تو ہوا چشمہ حیوان خالی
زنگ قدرت ہی نہ جو ننگ حنا اوڑ جائے	قابل گوہر مقصود نہیں رنگین طبع
زنگ سی ہونہ کبھی خچرے مرجان خالی	عین دریا میں رہا پنجہ مرجان خالی
ای لب تشنہ تو سیراب ہو او س سے کیونکر	کس قدر تشنہ دیدار ہوئے ہیں سیراب
آب سی یار کا ہے چاہ زرخندان خالی	نظر آتا ہی نرا چاہ زرخندان خالی
دیکھے میخانہ میں گر حسن مرے ساتی کا	کون دونوں میں خدا جانی خدا کو ہی پسند
گر سی جو جام دل زاہد ایمان خالی	کفر ہے چاہی لازم نہیں ایمان خالی

غزلیات تصنیف ناسخ لکھنوی	غزلیات تصنیف ہر چند سرحدی
خاند غارتھی ہیں جو کہ درم بھرتے ہیں عقل سے بکلو نظر آئے وہ انسان خالی ہوئے تیرے سر شوریدہ پافت نازل آج لڑکوں کو نظر آتے ہیں دامن خالی مری آغوش سے تو صبح شب وصل ملا رہ گیا بالہ مرا اسے متا بان خالی یہ غبار اکو ہی ناسخ نہ ملا ایک گھڑی صورتِ شیشہ ساعت دل یاران خالی	لعل کو کوہ بخشان رکھ سینہ میں چھپا حرص دولت سے ہو بھر کیوں دل انسان خالی کب ہیں فیض ہوا فصل بہار گل سے لے چلو جو نہ مباحم باغ سرواں خالی ما تھو پر ماہ کرا یا جو عرق کیا ہے عجب تاروں سے کب ہو فلک ای متا بان خالی باروں کو رہی دے لکڑی زمین پر خند جو رگروں سے ہوئی صحبت یاران خالی
ایک بیک عشق سے کیونکر ہو مراد دل خالی کہ بدن جان سے ہوتا ہی مشکل خالی لوگ کہتے ہیں کہ بالہ سے عیان چاہن یاں جو آغوش ہے بے خورشاک خالی نہوا عیسٰی میں لبریز مرا ساغر سر کر گیا میں قدح زہر بلا ہل خالی نفع پروردہ آغوش سے پایا کسے موتیوں سے نہو کیوں دہن ساحل خالی بے حیائی سے ہے دنیا میں حصول مطلب نظر آئے کبھی کاسے ساحل خالی جب تری چاہ زخندان کو بھر اسوئے چاہ کہتے ہوئے مشکل چاہ بل خالی	یاد ابرو سے کس طرح مراد دل خالی سیان شمشیر سے رہتا ہی مشکل خالی کیون شہنشاہ بھی مجھے مثل سقر آئے نظر کر گئی گھر کو مرے حور شاکل خالی زلف کو چھونے والا زیر چڑھی دشتی ہی دہن یا سے کب زہر بلا ہل خالی ہکنا رہی پہ بھی تشنہ یوں میں اوجِ حشر ہے عجب آب سے کیوں ہے لب ساحل خالی مردم چشم کو گرہ سے گھسے غشی ہے کب در چشم سے جائی کوئی ساحل خالی ہی تری چاہ زخندان میں کہاں پہل سمجھا میں اسکو کہ ہے یہ بابل خالی

غزلیات تصنیف ہر چند ہر چند	غزلیات تصنیف ناسخ لکھنوی
<p>بعد مردن بھی ترا دھیان رہی جی میں جیتے جی ہو غم فرقت سے کمان دل خالی یا رکا دھیان مری آنکھوں میں بتلہم جلوہ حسن سے دیکھو نہیں ہی دل خالی سوزی شمع صفت دل مر رہا ہے بھرا شمعروسی نظر آتی ہے جو محفل خالی ترک دیدہ جو نظر آیا ہے تیغ نگہ جانا بن قتل کرے جامی نہ قاتل خالی جام مے ساقی کے میخانہ سے پیتے ہر چند بادۂ عشق سے ہوتا جو خسم دل خالی</p>	<p>پڑ ہوئے اشکوں سے دریا کی طرح دیدہ تر ہنوا چشمے کو مانند مراد دل خالی اسے پری سب نظر آتی میں تری سودائی کہ نہیں داغ سوید اسے کوئی دل خالی شمع سان گھر تری جلوہ سے تھا پر نور تیرے اوٹھنے سے نظر آگئی محفل خالی نہ ہماری دہن زخم سے چھوٹی تلوار لے گیا میان ہی مقتل سے وہ قاتل خالی یاد آیا مجھے کیا مسرۂ گرم امی ناسخ نفس سرد بھرون تو بھی نہ دل خالی</p>
<p>۱۲ غمکہ ہے دہر بھر کس کس کا یاں غم کیجے مر گئی لاکھوں جواک دو ہو تو ماتم کیجے کیوں بت بردین تیغ ناری کر تپا ہی قتل کون مذہب میں روا ہی خون آدم کیجے ہوش آجائے ابھی دیوانہ کو تیری پری کوئی سورہ صحیفہ رضا ہی دم کیجے فیض درخششی ہوا اشکوں سے چشم زاکو مر گیا تو کیا نہ ای دل رنج ماتم کیجے جام پُرمی ہاتھ سے تو اپنی ساقی دی مجھے سیکدہ کو آج رشک محفل جم کیجے</p>	<p>روڈ مرگ آرزو ہے تاب کے غم کیجے تاکجا دست دعا کو وقت ماتم کیجے حسن گندم گون پر ہی بیخانہ برادی کیا ابن آدم ہیں نہ کیوں تقلید آدم کیجے یاں چراغ زندگی روشن ہے سوز داغ سے امتحان کو پہا عیسیٰ شمع پر دم کیجے جو غمیلون سے ملا وہ قابل ایثار ہے داغ حسرت کو چہ داغ گور ماتم کیجے سیکدہ میں دیکھئے چمکے طلسمات بہان سوج ہے کو آج خط سا غم جم کیجے</p>

غزلیات تصنیف ناسخ لکھنوی	غزلیات تصنیف ہر چند سرحدی
<p>نام رہ جاتا ہر دنیا میں تو افسوس کہ سبب اپنی قیامت کو غمیدہ مثل خاتم کیجیے ہر طرف مصروف ہیں زہد نماز صبح میں گردن مینا کو بھی لازم ہے اب غم کیجیے زہد و استغناء دھلم و صبر میں چاروں فریہ انتظام ملک ابراہیم او ہمسہ کیجیے جذبہ معشوق سے افتادگی ہے بال پر کیون نہ حسرت کی لگاؤ میں ہوئی شبنم کیجیے دوستی وہ ہر نو جہ میں غصہ صفت شامیہ روز روشن میں چراغ مردہ کا غم کیجیے خاک در کر بند کرنے کا تو ہی شوق آپ کو سینہ چاکوں کر لیے بھی فکر و غم کیجیے ہوتی ہے کوتاہ شب آتی ہے حبیب صبا ہر بار سیرۂ خط زلف کو کم کیجیے حال ناسخ کے پریشانی کی کیا نسبت اور آپ اپنی زلف کو کتنا ہے براہم کیجیے</p>	<p>ہر مہم جو کو صیابا ہی سے ملی ہے روشنی نام روشن روشنائی سے جو ن حاتم کیجیے سلسلہ زخم کے حلقوں کے بہہ ہون کو کا کل مشکیں کو بل و عری کی پر غم کیجیے شاہ پیشین مر گئے ہیں نام تک باقی ہیں غم نہ دل پر مرگ ابراہیم او ہمسہ کیجیے عارض گل رنگ اوس بت کو میں چوموں کیجیے یا خدا اب اشک میرا آب شبنم کیجیے تھی قضا صیاد نے چو طائر دل کیا بچ ہم صغیر و صبر میں کیا اوس کا اب غم کیجیے کے شہیدان ازل کو حاجت خراج ہے زخم گل کیو اسطے کیا فکر مرہم کیجیے خارج نے تقدیر فرمیری دیبا ہے حکم یہ روز حیدر ان کو بڑھا شب وصل کی کم کیجیے اس پریشان دل کو ہر چند اور پریشانی ناز سے چہرہ پر زلفوں کو نہ براہم کیجیے</p>
<p>۱۳۴ ایک شیخ و گبر سچہ و زنا ر توڑے پر دل کسی بشر کا نہ زنا ر توڑے بہر مغان کے جی میں ہے کعبہ بنا بت نشہ شراب میں دو چار توڑے</p>	<p>۱۳۵ گردن کا طفل اشک نہ زنا ر توڑے روشنے کا اپنے تار نہ زنا ر توڑے میں پیہ بیکہ دین گئے ساتی تھانوں ختم می کے دل میں آیا کہ دو چار توڑے</p>

غزلیات تصنیف ناسخ لکھنوی	غزلیات تصنیف ہر چند سر دھنی
<p>چہرہ پہ خط واسہ بزرگ سیر سیاہ بس اب تو اپنی نازکی تلواریں توڑیے برسون دہان زخم سے سترے رہے دم اک عمر رونے کا بھی نہ اب تار توڑیے آیا یہ صیام علی الرغم محسب + روزہ شہاب سے سبز بازار توڑیے ہم دیشیوں کے پاؤں کو کاٹوں کیا ہی ہاتھوں سے بھی لگوں کہ عوض خار توڑیے ہر کس کو فہم زمرہ ہاے صبر کا پس عندلیب کلک کی شقار توڑیے یاروں کی ہمسے دل شکنی ہو سکی کہاں یاں پاس ہے نہ خاطر اغیار توڑیے خیر میرے بھی گو ہر مضمون کی کم ہر قدر وہ وقت ہے کہ کلک گہر بار توڑیے ہم جو چشم یار سے دم مارتے نہیں یعنی روا ہے کب دل بیمار توڑیے یاں در دوسہ خار سے بے دان کان بند ٹکڑا کے سر کو اب درخمار توڑیے ٹکڑاؤں وان جو سر تو وہ کتہا کی کچھ صاحب نہ مجھے غریب کی دیوار توڑیے</p>	<p>سنگین دلون کر غم میں مجھے سخت جانی آئے نہ زخم قاتلا تلواریں توڑیے + ہو یار دوش تانہ تجھے جامہ بدن دست جنون سے اپنی ہر اک تار توڑیے سو دل ہے سر میں سنگ دلون کا ہون پایا سر سے سرنگوں سر بازار توڑیے کاشا لگا چوہا دن میں بلبل فیون کہا ہے گل کا یادگار نہ یہ خار توڑیے کہ نغمہ کوئی باغ میں اے عندلیب مرغان کے سنگ شک سے منتقار توڑیے ای بجر صبر ہو کے ثواب مجھ سے ہلکار جون فوج غم سے خاطر اغیار توڑیے کیا وصف لعل لب کی دردندان کا لکھے ای دل تو اپنا خامہ دہر بار توڑیے مر جاے کوئی دم میں جو انگی سودو کھلا کب جیگر کا تو کیوں دل بیمار توڑیے بنجانہ بند ساقی نہیں دل سے مطلب کتاہے شوق دل درخمار توڑیے کب تک رہی تو خانہ دیدہ میں سیل شک مژگان کی انہو چلنے کو دیوار توڑیے</p>

غزلیات تصنیف ہر خید سرحدی	غزلیات تصنیف ناسخ لکھنوی
<p>پای جنون کو دلیں مرے غم ہے یہی پتھر کو رو نہ کر سہ کسار توڑیے + ہر خید گل دیار سا پر ہیز گار ہے کتاہے جام نرگس میخوار توڑیے</p>	<p>دم توڑتا ہی وقت جانان میں اپنا کام کچھ کوہ کن نہیں میں جو کسار توڑیے ناسخ بقول افصح ہندوستان کبھی زاہد کا دل نہ خاطر میخوار توڑیے +</p>
<p>صفت تپ چرس ہے جان کو ہواں بھاری کشور یار کی کٹی ہوئی منزل بھاری کیون نہ تل بھاری نزاکت سز خندان کو ہر سر چاہ رکھی گویا یہ اک سل بھاری میری قابو میں نہ آئے وہ ہری ہر عبا اوس شیشے میں اوناری کوئی عال بھاری اس چمن میں نہ گران بار سبکسار میں جای غنچہ کا صبا چھوڑ کے محل بھاری اوس پرورد کو مجھے سایہ ہی صحت ہو جا لپٹا آسیب ہی بے حور شمال بھاری دل ابھی بھاری کیا بار غم بھران نے کیا ہو خسر میں کہ ہر سبکا اوائل بھاری مثل باروت یہ دل چاہ دقن سے نکلی خال سے سل ہی بروی چہ بابل بھاری سنگدل کامری کیا حال نزاکت ہو گیا بار صد کوہ کمر بھی اوسکو ہر اک تل بھاری</p>	<p>جسم کو جی ہے گران سینے کو ہر دل بھاری ہر وہ دپیش مجھ عشق کی منزل بھاری اہل غفالت کا ہر جزو بدن تک شمن ہاتھ بھی خواب میں ہر سینہ کو اک سل بھاری ہو گیا سایہ دیوار میں دیوانہ بنا اوس پرورد کو گلے سمجھو میں عال بھاری یہ درای دل نالان سے صدا آتی ہے ناقدہ روح کو ہی جسم کا محل بھاری سر کے چرخہ خورشید قیامت نہ کبھی کیا مری رات ہی بے حور شمال بھاری ای دل زار نہ ڈر کوہ غم عشق سے تو کہ او آخر ہے سبک اور اوائل بھاری سحر پیدا جو ترے چاہ زخندان ہی ہوئی رکھد یا سنگ بروی چہ بابل بھاری منہ چہرہ نظر آتا ہی اسی باعث سے عارض ناؤک جانان پہ ہوا تل بھاری</p>

غزلیات تصنیف ہر چند سر دہی	غزلیات تصنیف ناسخ لکھنوی
<p>عشق گلرو میں ہو افسار سے بھی تن لاغر ہر رنگ گل کی مری پا کو سلاسل بھاری گل گلشن سے بھی نازک ہیں تری گوشاں گل کس طرح ہونہ تجھے شور عناد دل بھاری آب دریا سے گران بار بھی کرتے ہیں عبور ناد و ہور بگ میں اگر لب ساحل بھاری جسم جنبک تھا ہلال آسا بکدوشی تھی باز تجھ کو ہوا ہو کر سہ کامل بھاری کبا سنے کان دی گل بات چن میں اونکے نازکی سے ہر اوسے صوت عناد دل بھاری نا تو ان ہوں جو غم بحر میں سنگین دل کے کب اوتھے کوہ سانہت دانہ فلفل بھاری پوچھہ ہر چند رہ یار کی منزل اس سے ہو جو اس راہ کار ہر کوئی کامل بھاری</p>	<p>قید غفلات میں بھلا قطع ہو کیا راہ طلب پاؤں میں خواب گران کی سلاسل بھاری ریخ ہر گیسوی جانان بھوم دل سے شعلہ سنبل کی تو نازک ہو عناد دل بھاری بار غم بحر محبت کی شناور کو نہیں دھار میں ہلکی بے کشی لب ساحل بھاری ہو گران آج مرے ماہ کو گرمی سے نقاب کیا ہی تجھ سے یہ رات امیہ کامل بھاری نہ سننا پر نہ سننا کیا ہو گران گوش میں گل ہو گئی نالوں سے آواز عناد دل بھاری غفلت اس درجہ ادھڑاتی ہیں یہ کاری سے کہ مری چشم سے ہے دانہ فلفل بھاری گرچہ ہر فکر سخن خاطر ناسخ کو گران + لاکھ یہ تو بھی ہر شاعر کامل بھاری</p>
<p>۲۲۱ میں جو بیون ہوں اب بیگون شراب کو پہلے اور اشک دیدہ تر بیون اب کو پہلے نہ آیا شب کو وہ رشک سحر تھا وعدہ میل تو آئی ہے شب تار آفتاب کو پہلے نہ کیوں ہو مردم دیدہ کو دیکھہ بدستی ہو اشک خونیں سے نو شراب کو پہلے</p>	<p>۲۲۲ پہنچیں نہ آب بقا ہم شراب کو پہلے شراب پیتے ہیں ہم بلکہ آب کو پہلے سیاہ بیج جدائی ہے کیا عجب اسکا جھٹکے شہرہ اب آفتاب کو پہلے + کری تو میر خرابات و ہر میں امی دل تو جام یادہ ہر چشم پر آب کو پہلے +</p>

غزلیات تصنیف ناسخ لکھنوی	غزلیات تصنیف ہر چند سرودھنی
<p>تہنیں ہر بزم میں ساقی کو اب مزہ ہی نمک شراب میں ڈالیں کباب کر دے کمال شوق ملاقات اوسنی لکھا ہے چلوں میں آپ ہی قاصد جواب کر دے وہ رحم دل ہوں کہ کتا ہوں تیغ بچ پڑ تو میرے سر کو قلم کر حباب کے دے شب فراق میں لیٹوں اگر تین بستر یقین ہے موت ہی آجائی خواب کر دے ہر اک حسین یہی ہے شہسوار کتا ہے لگائے مری ابرو رکاب کے دے نقاب اوٹھائی جو اس گل نے ہر چہ ہزاروں نگ گل آفتاب کر دے جو تیری دشت میں مجھوں کبھی میں روؤں گا ترے گانیمہ یلی حباب کر دے میں ایک دم ابھی پتیا ہوں محتب خمر جو شرط چاہی تو تیشہ شراب کر دے ترے ہی وصف میں ایڑ شاہ ہے یہ غزل ستاری ہوں فقط انتخاب کر دے جو دون تری لب میگوں کو برگ گل سناں کچن شراب گلوں سے گلاب کر دے</p>	<p>پچھتا ہر لحنت مگر سوز حسن نکلیں سے غذا وہ دلاؤ نہ کیوں کباب کر دے اوسے جواب کیا آئے مری سوالوں کا اسی سے خط نہیں لکھا جواب کر دے وہ ناز کی بے دست ہو ابھی جھونہ سکے ہیں بچ حسن کی پستان حباب کے دے بجای زندگی بھر موت ہے منظور اب آخر دم کہیں آنکھوں میں غم اب کر دے وہ ماہ رو جو سوار سپ چرخ خوبی ہے جو ہو ہلال عجب کیا رکاب کر دے نترے اگر ستاری فلک پر روشن ہیں نہ داغ دلو میں دون آفتاب کر دے صدف دہان درو زبان ہر چ خوب ہے کیوں سمجھوں اوسکی نہ آنکھیں حباب کر دے کیا ساقی محتب اسے گاسیکہ میں آج بھرا ہے شیشون میں پانی شراب کر دے لکھوں شہناو تری اوس رخ کتابی کی تو نقطے خال کے ہوں انتخاب کر دے نہ ہمسراوس رخ گلگون سے ہو گل خورشید نہ اوس میں آب بھی نیکے گلاب کر دے</p>

غزلیات تصنیف ہرچند ہرچند	غزلیات تصنیف ناسخ لکھنوی
<p> مچھے نہ وہ رخ روشن عیان ہو برقی سحاب گرچہ ہو موخہ پر نقاب کریدے ہو کشت خشک نہ کیوں اسکا آب ہو سربر جو چشم ترکو فلک لے سحاب کی بدے بڑھے ہی یہ دل پر درد اسکو رور و کر ہے قصہ غم حیدر ان کتاب کریدے ہر ضعف ایسا نکلتی نہیں ہر موخہ سزا ہے عشق طفل میں میری شباب کریدے نہ کیوں سپہر کی ہو پر میا شب دیو جو جولے وہ داغ جگر ماہتاب کریدے نہ آیا پاس وہ جہم جگامین ساری را اب آیا دم مری آنکھوں میں خواب کریدے چھپے نہ صبح عارض ہی زلف شیرنگ ہو وہ سوئے زلف میں ہوخہ پر نقاب کریدے بے گرمی شب پیران تو نبض تیر چلیں طہان ہی دل مرا اب اضطراب کریدے کری کیا مہر کی ضیافت کہ خوان گراوین ہیں نقل تارون کر رکھے کباب کریدے اذیت ایسی نہ ہرچند ہو جنم میں عتاب یا رہے کافی عذاب کریدے </p>	<p> شعاع عارض دلدار کا یہ عالم ہے کہ آفتاب ہے گویا نقاب کے بدے فسراق یار میں بجلی نہیں چلتی ہے غبار شکر غم ہے سحاب کے بدے حصول علم سے کیا ہو ہی سو قسمت ہو میں سر نوشت پڑھوں اب کتاب کو پڑے کیا نکلتے ہی طفلی سے عشق فی ضعیف کہ محکوشیب دکھایا شباب کے بدے شب وصال یہ کوتاہ تھی کہ بس سرشا طلوع مہر ہوا ماہتاب کے بدے فراق یار میں مانند شبنم و زنگس سر شک بہن مری آنکھوں میں خواب کریدے کباب اسکو دیکھنے کی مثل آفتاب ہو تا شعاع حسن ہو موخہ پر نقاب کریدے جو آرزو ہے دلا ہاتھ آئے حیدر مراد تو چاہیے ہی سکون اضطراب کریدے ضرور پرورش جان ہی کیا تنہا سانی بط شراب ہو مرغ کباب کے بدے شراب ساتی کوثر سے مست ہوں ناسخ ثواب محکولے کا عذاب کے بدے </p>

غزلیات تصنیف ناسخ لکھنوی	غزلیات تصنیف ہر چند ہر دھنی
<p>۱۱۵۴ گرتری بات مگر کرتی ہے بیتاب مجھے خواب آلودہ نگہ کرتی ہے پنجواب مجھے ست جون ماری خوشی کے بخشش بلی پر پام اتھہ سہ اپنے جو تو دسے قدح آب مجھے کوئی ایسا نہیں دنیا میں ہوا بھر نصیب روز پروانہ ملا سے شب سرخاب مجھے چشم جانان پر تصور میں کنول کے پے عوض آنکھوں کے خدا فی دینی تالاب مجھے بعد مردن بھی رہائی نہیں ممکن اس سے ہو گیا چاہ ذوقن حلقہ گرداب مجھے سجدہ میں کرنے لگا جان کو ابرو سے کسی مسجد کی نظر آئی جو عراب مجھے ساتھ نہیہ می نہیں چاہیے مانند باب مچوڑ جانا ہی نہیں اپنا سب بھاب مجھے رفت جانان کے یہ سودی میں آوارہ ہوں خانہ مار ہوا حلقہ احباب مجھے + شمع سان محفل عام میں ہو نہیں بیدار تار و نیکا لا جائے رگ خواب مجھے جوش گریہ سے ہے رندان میں گونگ پانی دوسرا طوق ہوا حلقہ گرداب مجھے</p>	<p>۱۲ کردیا وقت سر رونے جو بیتاب مجھے رات بھر شل ستاروں کنید خجای مجھے آتش غم سر وہ بیتاب مجھ دیکھے اگر کیون سمندر نہ کہے باہی سے آب مجھے دیکھی دنات کی وقت وہ مری کاش مجھے مجھو سوا آب سے سرخاب مجھے ہر عجب بھول کھیلے مودہ کے تون یون تو خشک آئے نظر مجھ کا تالاب مجھے صورت بیل روان ہنک نہ میں کو کیا بنگیا چاک گریبان کا بھی گرداب مجھے جب در کعبہ میں ہم ز ابد پہونچے جا کر ابرو سے یار کی یاد آگئی خواب مجھے ہو نہیں اس باغ میں اک شاخ شکستہ کھڑ بھول بھول تبوں سے حال نہیں جانے کچھ نہیں خوف عدو گرنہ کرج و قمر دیتے تعظیم ہیں سب جمع احباب مجھے غم میں اس طالع بیدار کی بخوابی ہے خواب میں بھی نہیں آتا ہی کبھی خواب مجھے یان ملک تو فر د لایا ہیں او بحر حسن حلقہ چشم ہوئے حلقہ گرداب مجھے</p>

غزلیات تصنیف ہر چند سر دھنی	غزلیات تصنیف ناسخ لکھنوی
اپر سینہ کی یہ بتیابی دل کافی ہے	واعطاء عم نہیں دوزخ کی گرفتاری کا
کیمیا کی لیے کیا چاہیے سیما ب مجھے	بقیاری نے دیا عالم سیما ب مجھے
گردش چشم کی ہر چند ہوئی ہر دو لب	پایس میں یاد جو شبیر کی آئی ناسخ
قلمرہ اشک بھر کوزہ پُر آب مجھے	گھوٹ کیونکر نہ اود کو ہون دم آپ مجھے
۱۳ ہی شوق دید ہنرہ خط اس قدر مجھے	زار ہنرہ خط نے کیا اس قدر مجھے
دیکھوں اوسے جو کردی کوئی نامہ ہر	پہچانتا نہیں ہے مرا نامہ ہر مجھے
شیرین ثمر جو بوسہ سیب ذوق کا ہی	شانوں کی طرح سایہ کو رکھتا ہوں دوش پر
ہی باغ حسن میں قد جانان شجر مجھے	گر دیکھتا ہی دھوپ میں کوئی شجر مجھے
سنفور چشم سرمہ سلیمان کا نہیں	ہوں وہ غمیں کہ لپٹ نہیں کی ہوں شہنا
ہی اوس پری کی خاک پہ بد نظر مجھے	دیوار قلعہ بھی جو آئی نظر مجھے
جو سوز شعلہ روسی پڑی داغ دلمیں ہیں	دلمیں بنوں کی سوز محبت نے گھسہ کیا
پیدا ہوئے ہیں خرم جان کو شر مجھے	گو باہر دخل سنگ میں شل شر مجھے
سجدی سے شکر کے کبھی اوٹھتا نہ سر	میں ہر پٹک پٹک کو مروں یعنی آج کہ
لما جو کاغذ یا رکاوہ سنگ در مجھے	دکھلا دیا قضا نے ترانگ در مجھے
آج ہی جان غالب بچان میں پھر کیوں	کعبہ میں جا کے بیٹھ رہو نگا میں دیکھنا
ہیاو میں اپنے یار جگہ دے اگر مجھے	تو دیر سے نکال لگا اسے بت اگر مجھے
تار نظر کو کرتا کمر بند یار کا +	مکن نہیں سوا خدا علم غیب ہو
پر کیا کروں نظر نہیں آتی کمر مجھے	کیونکر منم تری نظر رائے کمر مجھے
خوش ہو کر اوس سے جاؤں لپٹ بھون	مر جاؤں بیشتر میں اکہی وصال سے
اک شب بھی وصل نہ رو میسر ہو کر مجھے	فرقت میں ریت کے ہو تمنا اگر مجھے

<p>غزلیات تصنیف ہر چند ہر چند بندھوا دوسرے اپنا ڈوبدہ مند لی تاہو وی عمر بھر نہ کبھی در دوسرے مجھے دیکھیں کچن چون آئینہ حیرت میں آباد لی کیونچہ نسل سرو میں نظر آئے نہ مجھے انڈ بوی گل میں سبک لاغری سے ہو سے چل چمن میں یار کے باد سحر مجھے لجاسے سبک کہیں ہے آرزو سے دل مطلوب ہی گنج سے دنیا کی زر مجھے ہر چند مجھوئے زلف جو چہرہ کی بردہ آئے نظر میان دوشب اک سحر مجھے</p>	<p>غزلیات تصنیف ناسخ لکھنوی مندان کی سچو ہے عبت فائدہ کر کیا اک در دوسرے اور جو ہو در دوسرے تھی او سکی ہاتھ میں جو چھڑی اور نقین کیا شاخ خشک میں نظر آئے نہ مجھے روشن دلوں سے کہتے ہیں نفرت سبہا کا کردہ جیسے وصل کی شب ہی سحر مجھے تری سنہری رنگ کا بجو جو ہے جنوں اطفال کرتے ہیں ہنشت زر مجھے ناسخ یزگ نکست گل ہے سفر مرا مرکب ہوا ہی دوشب نسیم سحر مجھے</p>
<p>۲۰ برق سان تا بندہ تیرا و نظر آیا مجھے مہر وہ کے نور میں سے تو نظر آیا مجھے شام دہ خوشتر تھی صبح عید سی جہنم کو بام پر تیرا ہلال ابر و نظر آیا مجھے آنکھ کی گردش نری یاد آگئی جیبت میں چو کڑی بھڑا کوئی آہو نظر آیا مجھے غم میں کس گل و کے رویا رات بھر نسیم سی دیدہ نرگس میں کیونچہ نظر آیا مجھے چہرہ گل رنگ پر نیکی کا جلوہ دیکھ کر صحن گلشن میں گل شبو نظر آیا مجھے</p>	<p>۲۰ گم ہوا میں جیسے تیرا نظر آیا مجھے آئینہ جب میں نے دیکھا تو نظر آیا مجھے ہو گیا ہی تیری فرقت میں جہاں کیا باہ ماہ تو بھی صورت ابر و نظر آیا مجھے حلقہ گیسو سی آنکھ او سکی نظر آتی نہیں چین میں گویا کہ یہ ابر و نظر آیا مجھے میں نے جانا یہ بھی ہی میری طرح فرقت نصیب آنکھ میں جگر کوئی آنسو نظر آیا مجھے جو روچھا چوٹی میں مہمان ڈالا یار نے نسبہ تان گل شبو نظر آیا مجھے</p>

غزلیات تصنیف ناسخ لکھنوی	غزلیات تصنیف ہر چند سرحدی
زعم میں اپنی لپٹ کر یار سے سویا میں را دن ہوا تو تکیہ پہلو نظر آیا مجھے کس اداسے آپ نے خالی کیا جام نر ساغر اپنی عسکر کا مہلو نظر آیا مجھے شمع ہر فانوس میں یا جو میں عکس شاخ گل آستین سے یا تر بازو نظر آیا مجھے ریشم قدیار سے جو سر و گلشن میں چلا ہیفہ قمری وہن کو کو نظر آیا مجھے گو او سی گل سے گلستان جہان جو ہے پر نہ اکدن بھی بزرگ ہو نظر آیا مجھے نشہ کو دور سے وہ چشم یار کو یاد آگئے دام میں جہدم کوئی آہو نظر آیا مجھے جسکو سمجھا تھا سویدار ہی وہ خال غریب جای دل پہلو میں وہ رو نظر آیا مجھے سیری خود بینی بجائے مجمع عشاق ہے یار کا آئینہ زانو نظر آیا مجھے مکر میں سوچے پیغمبروں کی دشمنی کی آتش آئینہ زانو نظر آیا مجھے بعد مرگ ایسا تری مونسے کمر کا خیال جام کو تر بھی جو دیکھا تو نظر آیا مجھے	طا زول کیسے دام زلف میں جا کر چھنا و سے خالی آج کیوں پہلو نظر آیا مجھے اپنی چشم تر کو آئینہ میں بہنے دیکھا جب کوزہ آب بحر سے مہلو نظر آیا مجھے پہلو سمجھا رگ گل سے بھی نازک تر اداس گلبدن کا اپنی جب بازو نظر آیا مجھے قمر سے دل کو ہر اوس سرور و گلشن نار و فریاد سے کو کو نظر آیا مجھے جس میں کو بہی دیکھا تیرا ہی نیرنگ ہے بر گل نرین بزرگ ہو نظر آیا مجھے جبکہ دیکھا دو ریح نات آہو چشم کا چشم دلمین ناف سے آہو نظر آیا مجھے بھول کر غنچہ کی طرح دل مرا گل گل ہوا باغ میں جب پہلو گل و نظر آیا مجھے عالم حیرت سے سر زانو سے ابا و بھتیان جسے وہ آئینہ زانو نظر آیا مجھے دست حسرت سے میں زانو پٹیا ہوں بیا یار کا جس روز سے زانو نظر آیا مجھے گو گروہ باریک نمی لیکن نظر غم ہی دن نات کو باعث کمر کا سو نظر آیا مجھے

غزلیات تصنیف ناسخ لکھنوی	غزلیات تصنیف ہر چند سرگھنی
<p>سانچے کی رہی اب کسکو حاجت سقا اوس پر ہی کا کائنات زانو نظر آیا مجھے یہ تصور ہی کیا جدم گریبان تار تار ہاتھ میں محبوب کا گیسو نظر آیا مجھے سب طرف سے دیدہ باطن کو جب کیسویا جسکی خواہش تھی وہی ہر سو نظر آیا مجھے عکس ہونٹھون پر جو دونوں بڑھکا پر گیا وہ صنم طفلی میں جا رہا برو نظر آیا مجھے شاید آنکھلے وہ خوش قد شک کر ناسخ رون سرو باغ اکشر کنار جو نظر آیا مجھے</p>	<p>محو حسرت ہو زبان جو انہ بنہ ہو گئی جب ترا آئینہ زانو نظر آیا مجھے مرغ دل کے پھانسنے کو سمجھا اک دام ملا اوس کو رخساروں پہ جب گیسو نظر آیا مجھے دور دل سے ہو گیا جدم کہ ووس دنی اک تر جلوہ ہی پھر ہر سو نظر آیا مجھے اوس رخ رشک قمر کو کس طرح نشہ دن چہرہ خوشید بے ابرو نظر آیا مجھے اشک جارمی دیکھ ہر چند آیا وہ شمشاد سرو خوش قاست کنار جو نظر آیا مجھے</p>
<p>باد کے مانند ساقی لے اور اپانی مجھے کشتے می ہو گئی تخت سلیمانی مجھے اسقدر ای غم نہ میری شخو انون کو تو کھا کرنی ہر اک دن ساگ جانان کی معافی مجھے کرتی ہر ضالیع عبادت کو سیکاری مری سجدہ میں حاصل نہیں جز طبع پشیمانی مجھے اسقدر تو فی اور آیا ہی مجھے باتون میں آج ای پر ہی زیبای دعا کے سلیمانی مجھے نگلیا ہنیش کا تار لان دنون تاز گاہ بسکہ آتا ہی نظروہ روی لوزانی مجھے</p>	<p>۹ غسل میت ہی پر ہی کی تیغ کا پانی مجھے تخت تریب ہوا تخت سلیمانی مجھے سو حسینہ سی کروں تخت جگر بیان کتا ہی غم اوس شعلہ رو کی کرنی معافی مجھے عالم نشہ میں ساقی میر حسرت حسن ہے کشتے سے پر عرق ہی میں پشیمانی مجھے کیون نہ زید نگین عشق پر برو کے دار واغ دل سے ہو گئی ہر سلیمانی مجھے واغ پنچانی مجھے ہر ماہ تابان سوئے کیون نظر آئے نہ تیرہ شمع لوزانی مجھے</p>

غزلیات تصنیف ہر چند سرمدی	غزلیات تصنیف ناسخ لکھنوی
ای دل پروانہ شمع روپ تو شیدا ہو	کب ہوا کن کمان کو خانہ زمکین میں
شمع روشن بزم میں ہر صورت فانی	رو کے کیا نقش و نگار عالم فانی مجھے
جیسے دیکھی اسے مصور صورت تصویر بار	تھا میں عاشق جب غور حسن بنامین تھا
ہو گئی ہے صورت تصویر جبرانی مجھے	نگ میں آئینہ تھا ہر جیسے حیرانی مجھے
دیکھ کر اس کو دل غمگین کیونکر شاد ہو	قتل ہوتا ہوں نہ مجھ سے بدعا کی جیسے
ہر ہلال عید رمضان میں مہشانی مجھے	تاب ہر تلوار کی موخہ میں مہشانی مجھے
اشک کرانے میں ہر چند رزہ کی گشت میں	کیا سبک و محی نے ناسخ کر دیا رتبہ بلند
چشم تر نے دی ہر شمع سلیمانی مجھے	بوی گل ہوں ہے مصباح سلیمانی مجھے

تمت بالخیر

واضح ہو کہ سہمی الوپ سنگہ سیرالاکا ہے سرمایہ سخن فہمی کار کھتا ہے جب اونویہ دیوان
دیکھا پسند کیا اسکی تعریف میں جو عبارت اور تاریخ اتمام کہی وہ ذیل میں لکھی گئی

از طرف الوپ سنگہ

اس دیوان کا نام شایستہ پانچ ہے کہ جو ابی غزلیات ناسخ ہے ہر بیت میں گیتی نمایان صورت
گل ہے اور سہمی میں نہان ہے ہر قریع تیغ ابرو ہے ہر سطر دام کیسویہ نمکینی سفید ہے ہر سہ
مکپاش جرات جان جگر ہے سرگرمی کلام آتش خیز ہے سر سے جسم شعلہ آب یزیدی ہر دائرہ حرف کا
جام مل ہے مہبای معانی سے لبریز لک ہے معانیہ میں دیوان کا اعجاز و جلال جان
عقدگی کلام کی لایان ہے مقابلہ کا دل کی لکھی غم کھوتا ہے کام و زبان کو حلاوت شری کی تیا

تاریخ تصنیف الوپ سنگہ

یہ دیوان ہے وہ ہو چمن منفعل
سن عیسوی میں ہے تاریخ ختم
کہ پڑہ غنچہ دل شل گل جامی کھل
جوابات موزون ہیں مرغوب دل

تاریخ مصنف کی			
اشعار کیا ہی دیوان کے رنگین عجب ہو		شکل اس کے خوش بہار گل باغ کب ہو	
تاریخ سال ہجری ۱۱۵۰ء		پورے باب تاریخ ہجری ۱۱۵۰ء	
اور اطلاق یہ بھی تحریر کرتا ہوں کہ بقدر میں ہر چند راسی تخلص ہر چند فراتہ سحر تابک یعنی آخر ۱۱۵۰ء کے دیوان اور مثنویات وغیرہ تصنیف کی وہ بلور نہرست ذیل میں تحریر ہو			
نمبر شمار	نام مثنویات	تعداد	نمبر شمار
۱	مثنوی گلزار نیاں	۱	۱۱
۲	شبنم سہ سہاوی	۱	۱۲
۳	افسانہ غم	۱	۱۳
۴	نامہ عشق	۱	
۵	کشف الیقائن	۱	
	میزان	۱	
دیوانات			
۶	رنگ گاشن	۱	
۷	شایستہ پاشا	۱	
۸	محبت منظر	۱	
۹	گلستان سخن	۱	
۱۰	بہار شفقی	۱	

نمبر شمار	نام شنویات	تعداد	تعداد بیت	نمبر شمار	نام شنویات	تعداد	تعداد بیت
۲۱	رقعہ شوقید جوا	۲	۱۷	۲۱	علاوہ ایک دیباچہ شنوی افسانہ شری	۲	۱۷
۲۲	شبنمی بخت کو کان	۱	۱۷	۲۲	سنج ہر اسکی ایان د شنوی شری شری	۱	۱۷
۲۳	جیستان	۲۶	۱۷	۲۳	تواریخ دیوانی	۲۶	۱۷
۲۴	شوقی بخت کو کان	۱	۱۷	۲۴	میزان کل شمار کی	۱	۱۷
۲۵	قصائد	۱۷	۱۷	۲۵	علاوہ ایک - ورق شمار دو لکھ ہیں	۱۷	۱۷
۲۶	بارہ ماہ	۴	۱۷	۲۶	کہ او نہیں حالات ندر بر ذیل کی ہیں	۴	۱۷
	علاوہ ایک بارہ ماہ داخل شنوی افسانہ غم کے ہر اسکی ایان ان اشعار میں آگئے ہیں			۲۷	ریل گاڑی تار برقی سڑک		
				۲۸	مدرسہ کالج ننگر گنجن ڈاکسٹرا		
				۲۹	شفا خانہ		

اور یہ بھی واضح ہو کہ نجلہ ان آٹھ دیوان ہمارے کے پانچ دیوان اور غزلیات اور استاد سابق کی بریتا فانیہ ہر ایک شعر و نیز تعداد ابیات غزلوں کی گئی ہر صفحہ کو اول غزلیات اور اول غزلیات کی ہیں

نمبر شمار	نام دیوان	نام استاد	تعداد غزلیات	تعداد ابیات
۱	شایستہ پاسخ	ناسخ حبیب لکھنوی	۱۴۷	۱۷۷
۲	محبت منظر	جناب شاہ ظفر دہلی	۳۶۵	۱۷۷
۳	بہار شفق	جناب سرفراز دہلی	۴۶۵	۱۷۷
۴	مغرب طبعیت	سیان جرات لکھنوی	۱۲۷	۱۷۷
۵	مخزن شوق	ہریانہ فونی دہلی	۱۱۹	۱۷۷
	میزان کل		۱۲۲۲	۱۷۷

خاتمة الطبع

بعد حمد و ثناء کر سخن سرایان انجمن دانش و قافیہ نجان نشین بیش پر پوشیدہ نری کہ موزونی طبع
غریزی و خلقی ہو لاریب یا امر منجملہ زہا بہات غیبی ہو کہ ہر رنگ کا مضمون جو مبداء فیاض سے مسلح خاطر
شاعر پر ترشح ہوتا ہے ہر رنگ ہر عقد و حوصلہ طبع سے نال سخن اوسکا شکر ادا دیتا ہے شاہین فکر
شعرا کا کس درجہ تیز پر از ہے کہ کھائے مضمون تیز باز و کو بیگ چشم ندون شکار انداز ہے ہر چند
سنگوئی کا کو چہ سخت دشوار گذار ہے لیکن عجب تر یہ بات ہو کہ بقابلہ غزلیات دوسرا استاد کے
اوی وزن اور قافیہ میں کمنا نیاطر گرفتار ہو استاد نے نیا دھنگ ڈالا ہے نئے انداز اور نرالی
رنگ کا کہ شمع شاعری دکھایا ہے سچ کہا ہے علمایہ عموم ہر زبان اور کایہ حصہ نہیں ہر کسی زہرہ کو اس سے
برہ نہیں ہو بلکہ جسکی طبع خدا داد کو فیض خاص ہو اوسکو اس منصب کا اختصاص ہو بار بار اندون فیض باری ہو
دیوان عجیب البیان کہ جسکی ہر غزل و موزونی و شیرین بیانی میں لائے انگبین ہے جسے ایک شعر حسا علات و پانی نا
بھی بول آئے کہ آفرین ہو سبحان اللہ کیا کنا کیسا کلام شاد و بخش کام و زبان بل و قی ہو جہا نام نامی و شایان
ہو کیون نہوا واداد استاد طین لسان سخنور شیوا زبان فکر و جہد شمشیر چہرہ ہر جہد کا کلام
کہ اس سنگوئی شیشال زری غلی ہو دیوان و مہر جو غنایات ناسخ لکھنوی رعایت تہذیب و ادبیات ہر غزل ہر
قافیہ میں تصنیف فرمایا کہ ایک کام میں غرضتیں شائع ہیں اور دوسرے کلام میں ہر جنبہ قابل اور غزلیات
صاحب میں انکی تصنیفات سے کتابین بہت ہیں چنانچہ دیباچہ اس دیوان کے انکی تمام کمال کیفیت مبرہن ہو
ان انجملہ رسالہ ششم نامہ نقابی افسانہ غم کشف الدقایق رشک گلشن و اکثر غزلیات ہم غزل سائہ اردو
کی فرمائی ہیں اور دیوان مرتب کیون ماسند دیوان محبت منظر پر غنایات شاہ ظفر دیوان بہار فیضی
غزلیات ترقی دیوان خوب طبیعت پر غنایات میان اے وغیرہ ہر صنف کا ملاحظہ فکر و اس سنگوئی میں خاص کی
دیدہ و حاصل ہو اور دوسرا اسکے مجموعہ محامد اوسکا کنا چہرہ احوال دیوان بقا ذکر حسب ہر شصت موصو بطابق
اہل بند الہیہ بجز نفرت و مروت و جنابتی نو لکھ شورش و چہرہ بام نام طبع نامی ہر بیت کا ملاحظہ ہر ملاحظہ
ماہ جمادی الآخرہ ۱۳۱۰ ہجری بمقام خیر طبع سے آراستہ ہوا نیز سخن آراستہ ہوا ہر ملاحظہ ہر ملاحظہ

فہرست الفاظ غلط و صحیح بابت دیوان موسومہ شایستہ پانچ جوابی مسیان نامخ

نمبر شمارہ صفحہ دیوان کا	نمبر شمارہ دیوان حسنہ کا	الفاظ غلط	الفاظ صحیح	نمبر شمارہ صفحہ دیوان کا	نمبر شمارہ دیوان حسنہ کا	الفاظ غلط	الفاظ صحیح
۲	۶۸	سلاط	بنا	۴	۶	میتنی	جگتی
۵	۷۷	۸ مصرعہ	ہی	۱۸	۱۸	کی کا	سی کی
۷	۸۶	۱۱ مصرعہ	نمتا	۱۲	۱۲	جس	مسن
۱۱	۱۰۱	۱۱ مصرعہ	یار کی	۱۴	۱۴	لکھنے سے رہ گیا	ہے
۱۱	۱۰۶	۱۹	کی بن	۲	۲	دل	دن
۱۰	۱۰۸	۰۳	گندم	۵	۵	اونٹنی	اونٹنی
۱۱	۱۱۹	۹	قمر	۶	۶	یار	تار
۱۲	۱۲۱	۱۲	مین	۱۷	۱۷	گیا	کیا
۱۴	۱۲۲	۲۰	مزا	۱۳	۱۳	نارین	نارین
۲۲	۱۲۴	۱۶	مول	۱۲	۱۲	انصوب	تغضب
۲۳	۱۲۶	۷	سبب	۹	۹	بربان	پڑبان
۳۶	۱۲۷	۱۶	لیسو	۱۰	۱۰	ہی	بھی
۳۸	۱۲۸	۷	یاد	۱۹	۱۹	لکھنے سے رہ گیا	مین
۴۸	۱۳۰	۱۶	طرف	۱۴	۱۴	چشم	جسم
۴۹	۱۳۱	۱۲	جب	۲	۲	جسم	چشم
۴۲	۱۳۲	۳	کیا	۱	۱	لیون	کیون
۴۳	۱۳۴	۱۸	کون	۷	۷	دلی	دی
۴۴	۱۳۵	۱۹	نہ	۲	۲	مری	تری
۴۶	۱۳۷	۴	کٹ گری	۱۰	۱۰	کا	کو

نمبر قافیه دیوان	نمبر شمار مصرع دیوانی مصنف	الفاظ غلط	الفاظ صحیح
۲۰۰	۵	کو	ت
۲۰۲	۱۲	لکهنی سوره گیاه	پر
۲۰۴	۱۱	جلا	چلا
ایضا	۱۸	رنگ	اشک
۲۱۳	۱۱	خراج	جرح
۲۱۴	۶	سیر سیرگون	سنگ بگون
۲۱۶	۸	باز	یار
۲۲۷	۱۲	مظفر پور	خاتم
۱۴۸	۱۹	هر گهری	بربری
۱۴۹	۵	کی	بی
ایضا	۶	بڑا	ترا
۱۵۰	۱۹	نیک	تنگ
۱۵۴	۱	لیا	کیا
۱۵۷	۱	لی	کی
۱۶۲	۱	کون	کیون
۱۶۷	۴	غشرت	حسرت
ایضا	۵	الانام و شاده	برق و تابانه
ایضا	۱۰	قائل	قابل
ایضا	۱۴	مخانه	بت نه
۱۱۹	۱۳	دشت	دست
۱۷۰	۱۱	رموکی	اوگی
۱۷۲	۱۰	شیشه	تیشه
۱۸۸	۱۳	هزار	زنار
۱۸۹	۷	لکهنی سوره گیاه	ده
۱۹۱	۱۸	سی	بسی
۱۹۵	۱۱	بسم	چشم
۱۹۹	۱۲	تابا	پاتا



۸۹۱۲۳۱

۸۹۱۲۳۱

This book was taken from the Library
on the date last stamped. A fine of
1 anna will be charged for each day
the book is kept over time.

NY

۸۹۱۲۳۱

